توحیدِ ربِّ ذوالجلال، مدحِ رسولِ مقبول ﷺ،
مناقبِ اکابرینِ دیوبند، مراثی بزرگانِ اُمت
ودیگر مختلف مضامین کا اُردو، عربی

مجموعۂ کلام

قرارِ دِل

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث والافتاء، دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

ترتیب وتعلیق

مولانا عبدالباری ابن حضرت شفیق الامت مولانا محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہ

دار العلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

مجموعۂ کلام
قرارِ دِل
حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث والافتاء، دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

توحیدِ ربِّ ذوالجلال، مدحِ رسولِ مقبول ﷺ
مناقبِ اکابرینِ دیوبند، مراثیِ بزرگانِ اُمت
ودیگر مختلف مضامین کا اُردو، عربی

مجموعۂ کلام

قرارِ دِل

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث والافتاء، دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

ترتیب وتعلیق

مولانا عبدالباری ابن حضرت شفیق الامت مولانا محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہ

دار العلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

نام کتاب	:	قرارِ دِل
مؤلف	:	حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم
ترتیب وتعلیق	:	مولانا عبدالباری ابن حضرت شفیق الامت مولانا محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہ
صفحات	:	۳۶۴
سن طباعت	:	۲۰۱۴ء
ایڈیشن	:	سوم
ناشر	:	دارالعلوم زکریا

Darul Uloom Zakariyya
Lenasia, South Africa
Tel: (+2711) 859 1912
Fax: (+2711) 859 1138
http://www.duzak.org
E-mail: usmanbastavi@gmail.com

فہرست مضامین

شخصیات

الف

ب

ح

ک

م

ن

و

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع ثالث

بندہ فقیر کافی مدت سے شعر وشاعری سے دلچسپی کی وجہ سے مختلف زبانوں میں اشعار لکھتا رہا، جن کا مجموعہ پہلی دفعہ کچھ مدت پہلے چھپ چکا ہے۔ اس کی ترتیب وتعلیق کا کام برادر مکرم حضرت مولانا عبدالباری صاحب نے کیا۔ کتاب دو مرتبہ چھپی اور زمزم پبلشرز نے اپنے عمدہ معیار کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب کو عمدہ کاغذ پر چھاپا، لیکن کتاب میں بہت ساری غلطیاں باقی رہیں، خصوصاً عربی حصے میں کچھ کاتبوں اور کچھ ہماری غلطیوں نے کتاب کے حسنِ معنوی کو بہت متاثر کیا۔

اب پھر زمزم پبلشرز کی فرمائش پر کتاب کی تیسری طباعت کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس نئی طباعت میں چند امور قابل لحاظ ہیں: ١- کچھ نئی اردو اور عربی نظموں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ٢- جن بعض عربی نظموں کا ترجمہ نہیں ہوا تھا ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ ٣- بعض نظموں اور مراثی میں ذکر کردہ شخصیات کے مختصر حالات جو حاشیہ میں لکھے ہوئے تھے انھیں کتاب کے آخر میں کر دیا گیا ہے۔

اس طبع ثالث سے پہلے محترم مولانا محمد عثمان بستوی صاحب (ناظم کتب خانہ ورفیق دارالتصنیف دارالعلوم زکریا، جو بندہ عاجز کے تالیفی کاموں میں دست راست ہیں) نے کتاب کی ازسرِ نو کمپوزنگ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل اور تالیفی مشغلہ میں برکت عطا فرمائے اور ان کتابوں کو ہمارے اور ہمارے اساتذہ اور دارالعلوم زکریا کے ارباب اختیار کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہمارے دارالتصنیف کے سب رفقاء اور سرپرستی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان ٹوٹی پھوٹی تالیفات کو امت کے لیے نافع اور ہم سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دے۔ آمین۔

رضاء الحق عفا اللہ عنہ
خادم الحدیث والافتاء
دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

بندہ فقیر تقریباً ٢٠ یا ٢٥ رسال سے اردو وعربی شاعری یا تک بندی کرتا رہتا ہے۔ اس سے قبل اپنی مادری زبان پشتو میں شعر وسخن سے وابستگی رہی۔ فقیر شاہ منصور، تحصیل صوابی، صوبہ سرحد، پاکستان کا رہنے والا اور وہاں کے مشہور علمی خانوادہ کا ایک نالائق فرد، بلکہ ننگ اسلاف ہے۔ پشتو کے شعر وسخن کی کاپیاں ضائع ہوگئیں، لیکن اردو وعربی کلام کا زیادہ تر حصہ الحمدللہ محفوظ ہے اور فقیر اسی کو مرتب کروا کے قارئین حضرات کی نذر کر رہا ہے۔ اس مجموعہ میں ٢٠ رسال پہلے کا کلام بھی ہے اور کچھ عرصہ قبل کا کلام بھی ہے، پرانے اور نئے کلام میں فرق خود قارئین محسوس فرمائیں گے۔ یہ بات بھی عرض کر دوں کہ میں نے فن شاعری کسی استاذ فن سے نہیں سیکھا اور نہ میں نے اس فن میں کسی ماہر فن کے سامنے زانوئے تلمذ ہی تہہ کیا، اس لیے کتاب میں خامیوں کا رہ جانا قرین قیاس ہے۔ قارئین سے خامیوں پر مطلع کرنے کی درخواست ہے۔ ابتداء میں بندہ پشتو میں کلام لکھتا رہا اور بعض ماہرین فن پشتو کلام کو پسند بھی کرتے رہے اور پھر اپنی زبان سے دوری اور اردو وعربی سے واسطہ پڑنے کی وجہ سے اردو عربی اور کبھی کبھار فارسی شاعری کے میدان میں قدم رکھا اور اسی کا مجموعہ آپ کے سامنے ہے۔ بعض مخلص احباب اور طلبہ کرام کی فرمائش، بلکہ اصرار پر اس مجموعہ کی طباعت کی طرف توجہ ہوئی، جن میں سرفہرست مولانا عبدالباری صاحب ابن شیخ طریقت پیکر تواضع مولانا حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مولانا عبدالباری صاحب جید الاستعداد، محنتی اور لگن سے کام کرنے والے فاضل ہیں۔ ان کو والد صاحب نے تمرین فتاوی کے لیے فقیر کے پاس دارالعلوم زکریا بھیجا۔ فقیر چونکہ خالص شعری مجموعہ عوام وخواص کے لیے زیادہ مفید نہیں سمجھتا تھا اس لیے فقیر نے مولانا عبدالباری صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ اس مجموعہ پر

تعلیق وتحقیق اورحاشیہ تحریرفرمائیں۔موصوف نے ماشاء اللہ بہت سلیقے سے تقریباً دوڈھائی ماہ کے قلیل عرصے میں تعلیق وتحقیق کا کام انجام دیااور یہ کتاب شعری ذوق نہ رکھنے والوں کے لیےبھی ماشاء اللہ خاصے کی چیز بن گئی۔فقیر مولانا موصوف کا تہہ دل سے شکرگزاراورممنون ہے، نیز اس سلسلے میں ان کے ساتھ دورۂ حدیث کے طالب علم مولانا محمد افضل صاحب ابن احمد سلیمان صاحب لوساکا زامبیا والے بھی شریک رہے اور کام میں بہت تعاون فرمایا، موصوف ایک بااستعداد وباصلاحیت طالب علم ہیں، ان دونوں کے علاوہ برخوردار مولانا برہان میاں صاحب جوہانسبرگ جنوبی افریقہ اور جن جن حضرات نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے اللہ تعالی ان سب حضرات کواس کا بہترین صلہ دنیاوآخرت میں عطافرمائے۔(آمین)

یہ بات بھی گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تعریفی قصائد میں تعریف میں کچھ مبالغہ ہوہی جاتا ہے،احادیث مبارکہ میں اس کا جوعلاج مذکور ہے بندہ اسی علاج کو بروئے کارلاتا ہے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے:

’’من كان منكم مادِحاً أخاه لا مَحالةَ فليقلْ: أَحسِبُ فُلاناً واللّٰهُ حسِيبُهُ، ولا أُزَكِّي على اللّٰهِ أحداً، أَحسِبُه كذا وكذا، إنْ كان يعلَم ذلك منه‘‘. (بخاری ۱/۳۶۶)

یعنی جوشخص اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہتا ہوتو اس کو یہ کہنا چاہئے کہ میرے خیال میں وہ ایسا ہے اور میں اللہ عزوجل کے ہاں قطعیت اوریقین سے اس کا تزکیہ وستائش بیان شدہ صفات کے ساتھ نہیں کرتا۔فقیر بھی ممدوحین حضرات سے معذرت کے ساتھ قصائد مدحیہ کے متعلق یہی مضمون عرض کرتا ہے۔

کتاب کی ترتیب میں کچھ احباب کواردوکلام پہلے رکھنےاورعربی کلام بعدمیں رکھنے پرتعجب ہوگا،لیکن چونکہ فقیر کا اصل مخاطب اورکلام کا سمجھنے والا اردوخواں طبقہ ہے،اس مجبوری سے عربی کی برتری کوتسلیم کرتے ہوئے اردوکلام کو پہلے رکھا گیا۔نیز یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ عربی کلام کا احباب کی فرمائش پرترجمہ بلکہ ترجمانی کی گئی ہے، چونکہ مقصد کلام کے مضمون کی فہمائش ہے اس لیے اہل علم سے معذرت کے ساتھ ترجمانی کی زبان اپنائی گئی۔یہ بھی قارئین سے درخواست ہے

کہ اس کلام کو جوش ملیح آبادی، غالب اورعلامہ اقبال کے کلام کے تناظر میں نہ پڑھیں، بلکہ ایک سیدھے سادھے دیہاتی طالب علم کے جذبات کا ترجمان سمجھ کراس کلام کو پڑھیں۔اللہ تعالی سے دعاہے کہ فقیر کے اس کلام کوحسن قبول سے نوازیں۔آمین۔ **وما ذٰلك على اللّٰهِ بعزيز.**

ان سطور کے لکھنے کے بعد ہمارے کرم فرما حضرت مولانا غازی ولی احمد ٹونکی ہندوستان سے جنوبی افریقہ تشریف لائے اورقرارِدل کا مجموعہ ملاحظہ فرمایااوربعض الفاظ کی تبدیلی کا مشورہ دیا ،چونکہ مولانا عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کے اچھے شاعر بھی ہیں اس لیے ان کے مشوروں کواکثر جگہ قبول کرلیا گیا، نیزعربی اشعارکومولانا حسن جان صاحب شیخ الحدیث جامعہ امدادالعلوم پشاور نے ملاحظہ فرمایااوردوتین جگہ الفاظ کی تبدیلی کے لیے فرمایا۔ان دونوں حضرات کا فقیر تہہ دل سے ممنون ہے۔

رضاء الحق عفااللہ عنہ

دارالعلوم زکریا،لینیشیا،جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

شعر کی تعریف:

شعر اس موزون ومقفّیٰ کلام کو کہتے ہیں، جو نادر افکار، طرفہ خیالات اور پُر اثر ومعنی خیز مناظر وحالات کی صحیح ترجمانی وعکاسی کرے۔ شاعری شعرا کے علم وحکمت کا مخزن، اُن کے کردار کی مرقع، ان کے خیالات کی ترجمان، صحیح وغلط کی آئینہ دار اور ان کی گفتگو کا خلاصہ ہے۔ اس تعریف کی تائید امام راغب اصفہانی کے کلام سے بھی ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

"شعَرتُ: أَصبتُ الشَّعْرَ. ومنه استعير: شَعَرتُ كذا، أي: عِلمت علمًا في الدّقَّة كإصابة الشَّعر. وسُمِّي الشّاعرُ شاعرًا لفِطنتِه ودِقّةِ معرفتِه، فالشِّعرُ في الأصل اسمٌ للعِلمِ الدَّقِيقِ في قولهم: ليت شعري، وصار في التعارف اسمًا للموزون المقفَّى من الكلام، والشاعرُ للمختصّ بصناعته". (المفردات فی غریب القرآن، ص ۶۲)

شعر گوئی شریعت کی نظر میں:

شعر گوئی سے متعلق بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام شاعری کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ دلیل میں قرآن پاک کی آیات مبارکہ ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾ اور ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ﴾ کو خصوصیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر ان آیات مبارکہ کے محض ظاہری مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے مطلقاً شاعری کو قبیح قرار دینا جہاں حقیقت ناشناسی کی علامت ہے وہیں اسلام کے جمالیاتی ذوق کو بھی نظرانداز کرنے کے ہم معنی ہے۔ اگر ہم حالات وواقعات

کے تناظر میں آیات مبارکہ کے شان نزول میں غور کریں تو حقیقت از خود کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ فاطر فطرت اور خلاق عالم نے نفس انسانی کی اصلاح ودرستی، فلاح وبہبود اور ارتقا کے لیے جب کبھی اور جہاں کہیں بھی رہنما بھیجے انھیں نفسِ انسانی کی اصلاح وفلاح اور ارتقا کے لیے جہاں ایک جامع نظامِ عمل عطا کیا، وہیں طبائع، افکار، حالات، مقام اور وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے ذرائع اور وسائل بھی عطا ہوئے جو اس نظامِ عمل کی تکمیل اور ترویج میں معاون اور مؤثر ثابت ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اور جادوگری کا زور تھا، چنانچہ آپ کو ایسا معجزہ عطا ہوا کہ آپ کا عصا چلتا پھرتا اژدہا بن جاتا، یہ اس لیے کہ آپ کے زمانے کے جادوگر لکڑی کو سانپ ظاہر کر کے دکھایا کرتے تھے، چنانچہ جادوگروں نے اس معجزہ میں غور کیا تو سحر سے مختلف پایا اور بلا تأمل ایمان لے آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب پر بڑا ناز کیا جاتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ ملا کہ وہ بیماروں کو فقط چھو کر تندرست اور مردوں کو "قم باذن اللہ" کہہ کر زندہ کر سکتے تھے۔ پیغمبر عالم نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کہانت اور شاعری کا زور وشور تھا، خاص طور پر شعرائے عرب کو اپنی فصاحت وبلاغت پر اتنا غرور اور ناز تھا کہ وہ اپنے مقابلہ میں دیگر تمام اقوام اور ممالک کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ ایسے زمانے میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محکم، معجز، فصیح وبلیغ اسلوب میں کلام خداوندی لوگوں کے سامنے پیش کیا تو فصاحت وبلاغت اور جامعیت دیکھ کر دنگ رہ گئے، گو کہ کلام پاک کا اسلوب اور انداز بیان شعرا کے اصول موضوعہ کے مطابق نہ تھا، مگر معاندین نے پھر بھی اس کلام معجز کی حقیقی تاثیر کو مجروح کرنے اور لوگوں کے دلوں سے اہمیت گھٹانے کے لیے کلام خداوندی کو شعر اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنا شروع کر دیا۔ مخالفین کے اس زعم باطل کی تردید کے لیے یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں اور معجز کلام خداوندی اور شعر میں واضح فرق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بطور تحدی معاندین کو اس بات کی دعوت دی گئی کہ تم خود شعر وشاعری، اس فن کی اونچ نیچ اور باریکیوں سے واقف ہو، اگر یہ کلام شعر کے قبیل سے ہے تو صرف ایک آیت کے مثل تم بھی بنا کر دکھا دو۔ نیز شعرا اور پیغمبر وقت اور ہر دو کے متبعین کا موازنہ بھی پیش کر دیا گیا جس سے یہ حقیقت خوب عیاں ہوگئی کہ اگر آپ علیہ السلام شاعر ہوتے تو آپ

اور آپ کے متبعین کی حالت شعرا اور ان کے پیروؤں سے یکسر مختلف نہ ہوتی، چنانچہ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مبارکہ ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾ ان کافر شعراء کے بارے میں نازل ہوئی جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالی آیت کے شانِ نزول کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وقال أكثرُ المفسرين: أراد به شُعْراءَ الكُفّار الذين كانوا يَهجُون رسولَ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم". (تفسیر مظہری، بیان سورۃ الشعراء)

روایات میں آتا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو شعرائے اسلام حضرت حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہم خدمت اقدس میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم ہلاک ہوگئے، یہ آیت شعرا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تسلی دی اور فرمایا: آیت کے آخر میں جو استثنا ہے اس سے تم ہی لوگ مراد ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۶۷، ط: بیروت، تفسیر روح المعانی، بیان سورۃ الشعراء)

شعر وشاعری اپنی ذات میں چونکہ ایسی قبیح چیز نہیں کہ اسلام اسے شجر ممنوعہ قرار دیتا، مگر آیت کے ظاہری مفہوم سے کوئی اس کا عمومی مصداق مراد لے سکتا تھا، اس لیے اسی آیت مبارکہ میں نیک صالح اور پاک طینت شعرا کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ اس استثنائی حکم سے جہاں اس زعم باطل کی تردید ہوگئی کہ اسلام شاعری کو پسند نہیں کرتا، وہیں اسلام کا صاف ستھرا جمالیاتی ذوق بھی نکھر کر سامنے آ گیا۔

شعر کی تاثیر، اہمیت وافادیت:

شعر کی تاثیر ایک ایسا مسلم امر ہے جس کا انکار شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ یہ قدرت کی عطاؤں میں سے ایک ایسی عطا ہے کہ جس سے دل بہلتے، حوصلے سنبھلتے اور ہمتوں میں جلا کی کیفیت نمودار ہوتی ہے، چنانچہ اسے مقاصد کے حصول اور اقوام کی ترغیب وتحریض کا ایک زبردست آلہ سمجھا جاتا ہے اور وہ شعراء بھی جو بظاہر مناظر قدرت اور موسم بہار میں محو گلگشت چمن

نظر آتے ہیں، ان کا شاعرانہ تخیل ان چیزوں سے وہ کچھ حقائق حاصل کرتا ہے جن تک عام نظروں کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"إنّ مِن الشِّعرِ حِكمةً" (بخاری، حدیث نمبر: ۵۶۷۹)

یعنی بعض شعر حکمت ودانش کا خزینہ ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اهْجُوا قُرَيشًا؛ فإنّه أشدُّ عليها مِن رَشْقٍ بالنَّبْلِ". (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۵۴۵)

یعنی قریش کی ہجو کرو؛ کیوں کہ یہ تیر سے زیادہ ان پر سخت ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ شعر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جلیل القدر حضرات سے شعر کی مدح منقول ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ارشاد ہے کہ شعر میزان ہے عقل کی۔ اور کچھ تو بات ہے جو بڑے بڑے عارفین اور عشاق عربی اور عجمی اکثر مقامات واحوال کو اشعار ہی میں زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ شعر میں جو کیفیت تہیج وتاثیر کی ہے نثر میں نہیں، اس کا تو کوئی انکار ہی نہیں کرسکتا اور چونکہ یہ تاثیر خود مطلوب ہے اس حیثیت سے اس کو نثر پر ترجیح ہوگی اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کو حکمت فرمایا ہے، بجز اس نثر کے جس میں یہ تاثیر اکثر واقوی ہو جیسے اللہ تعالی کا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام۔ (تفسیر بیان القرآن، سورۃ الشعراء)

چونکہ شعر کی تاثیر مسلم ہے اور یہ ترغیب وتحریض اور دشمن کے مقابلہ کے لیے بہترین آلہ بھی ہے، اس لیے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے متعلق سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی افادیت کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا:

"المُؤمنُ يُجاهدُ بسَيفِهِ ولِسَانِهِ". (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۷۰۷)

یعنی بندہ مؤمن اپنی تلوار اور زبان دونوں کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار کا سننا، شعرا کی ہمت افزائی فرمانا اور اچھے شعر کی

تعریف وتصویب فرمانا ثابت ہے۔حضرت عمرو بن الشرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تمھیں امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔صحابی فرماتے ہیں: میں نے اشعار سنانا شروع کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر برابر سناتا رہا یہاں تک کہ میں نے سو شعر سنائے۔(صحیح مسلم، کتاب الشعر، حدیث نمبر:۲۲۵۵)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی بحیثیت ایک شاعر جو ہمت افزائی فرمائی اور جو منقبت اور مقام بخشا اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں منبر پر بیٹھ کر اشعار پڑھتے تھے۔(سنن الترمذی، باب ماجاء فی إنشاد الشعر، حدیث نمبر:۲۸۴۶)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھے شعر کی تعریف اور تصویب فرمانا بھی ثابت ہے؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قالَها الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: أَلا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلا اللّٰهَ باطِلٌ“.

(متفق علیہ)

یعنی صحیح ترین اور سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید کا یہ کلام ہے: خبردار! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل (ہیچ) ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے شعرا نے اپنا کلام دربار نبوت میں پیش کیا ہے اور وہ گرانقدر عطیات سے بھی نوازے گئے، حتی کہ بعض شعرا کو دربارِ نبوت سے سو سو اونٹ عطا ہوئے اور حضرت کعب بن زہیر کا واقعہ تو بے حد مشہور ہے؛ حضرت کعب زمانہ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد امان

طلب کرکے دربار نبوت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی شان میں اپنا مشہور قصیدہ ”بانت سعاد“ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ کو اپنی بردہ شریف عنایت فرمائی اور یہ وہی بردہ شریف ہے جسے بعد میں حضرت کعب کے صاحبزادے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حاصل کرلیا تھا اور ہمیشہ مسلم سلاطین کا یہ معمول رہا کہ وہ عید کے روز بطور تبرک بردہ شریف کو اوڑھا کرتے تھے۔ اُمرا وسلاطین میں یہ بردہ شریف برابر آگے منتقل ہوتی رہی۔ ۱۸۴۹ء میں عثمانی فرمانروا سلطان عبدالمجید خان اول نے اس بردہ شریف کو آستانہ استنبول کی ایک مسجد میں منتقل کردیا جو خاص اسی مقصد کے لیے بنوائی گئی تھی اور اب یہ بردہ شریف توپ کاپے میوزیم استنبول میں ایک طلائی صندوق میں محفوظ ہے۔

(الاصابہ ۳/۲۹۵، شرح قصیدہ بانت سعاد)

چونکہ شعر وادب میں علم وحکمت کے نجانے کتنے خزانے پوشیدہ ہوتے ہیں جنھیں نہ صرف یہ کہ زبان وادب کی اصلاح ہی میں خاص دخل ہوتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ بہت سے قیمتی خیالات زبانِ شعر سے ادا ہوکر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرلیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب الامثال اور علم وحکمت سے پُر اشعار کو سیکھنے اور زبان وادب میں شستگی پیدا کرنے کے لیے شعر وسخن سے واقفیت حاصل کرنے کی تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا:

”تعلَّموا مِن الشِّعرِ حِكَمه و أمثالَه“. (مسند الفردوس للدیلمی، رقم:۲۲۴۹، جلد۲، صفحہ۴۳)

یعنی علم وحکمت اور ضرب الامثال والے اشعار سے واقفیت حاصل کرو۔

نیز ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

”تعلَّمُوا الشعرَ يُعَرِّبْ أَلسِنَتَكُم“ (مسند الفردوس، جلد۲، صفحہ۴۱)

یعنی شعر وسخن سے واقفیت پیدا کرو، وہ تمھاری زبانوں کو شستہ اور پاکیزہ بنائے گا۔

طبائع میں نشاط اور سرور کا موجود رہنا مہمات اور مقاصد کے حصول کے لیے نہایت ضروری ہے اور شعر وسخن کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد سرور وانبساط کی کیفیت کا پیدا کرنا بھی ہے، چنانچہ متعدد ارشادات نبوی سے اس مقصد کی وضاحت بھی ہوتی ہے؛ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ایک مرتبہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ مجلس میں قرآن کے

پہلو بہ پہلو شعر وسخن کا سماں بھی بندھا ہوا ہے، تعجب سے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن بھی اور شعر وسخن بھی؟! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقصد کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"نعم! ساعةً هذا، وساعةً ذاك". (فیض القدیر ۴/۵۴)

یعنی کبھی کبھی (شعر وسخن) سے دلوں میں نشاط وسرور پیدا کرلیا کرو۔

ع   دل کے ویرانے میں بھی ہوجائے دم بھر چاندنی

اسلام چونکہ ستھرے شعری ذوق کو پسند کرتا ہے اس لیے شرعاً اشعار میں فحش نگاری، غیر اخلاقی مضامین، امارد کا ذکر، مخصوص عورتوں کے محاسن کا بیان، بے جا مدح وذم اور قومی عصبیت ونسلی فخر وغرور کی قطعاً اجازت نہیں ہے، بلکہ احادیث میں ایسے اشعار کی سخت مذمت آئی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَأَنْ يَمتلِيَ جوفُ رَجلٍ قَيحًا يَرِيهِ خيرٌ مِن أنْ يَمتلِيَ شِعْرًا". (متفق علیہ)

یعنی کسی شخص کا پیٹ پیپ اور گندگی سے بھر جائے یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کا منہ شعر وشاعری سے بھرے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کو ذکر کرنے کی بعد فرماتے ہیں:

"حمله الشافعيُّ عليه الرحمةُ على الشِّعر المشتمل على الفُحْش".

(روح المعانی ۱۹/۱۵۰، ط: بیروت)

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس فرمان نبوی میں ان اشعار کی مذمت ہے جو فحش اور غیر اخلاقی مضامین پر مشتمل ہوں۔

لیکن چونکہ شاعری اپنی ذات میں کوئی قبیح چیز نہیں، اس لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں سوال ہوا تو آپ علیہ السلام نے شعر کو جانچنے اور پرکھنے کا ایک اصول بیان فرمایا:

"الشِّعرُ بمنزلةِ الكلامِ، فحَسَنُه كحَسَنِ الكلامِ، وَقبيحُه كقبيحِ الكلامِ".

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم حدیث ۷۶۹۶)

یعنی اچھا شعر مثل کلام حسن کے ہے اور بُرا شعر مثل کلام قبیح کے ہے۔

غزل:

غزل شعر کی نہایت ہی نازک اور لطیف صنف ہے اور حقیقت یہ ہے کہ شعر کی یہی وہ صنف ہے جس میں شعرا لطائف ونکات اور فنی کمالات کا اظہار کیا کرتے ہیں، لیکن غزل گوئی میں چونکہ عموماً احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا، اس لیے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید غزل گوئی شرعاً ممنوع ہے، گو کہ شرعاً غزل گوئی ممنوع نہیں ہے لیکن ایسی چھوٹ بھی نہیں کہ فسق وفجور کا بیان اور فاسد خیالات کا اظہار کیا جانے لگے۔ شرعاً غزل میں امارد کا ذکر، معین عورتوں کے محاسن کا بیان اور ہیجان آمیز اشعار کا کہنا قطعاً جائز نہیں، ہاں اگر شعری ضرورت سے کسی غیر معین عورت کا ذکر آجائے یا ایسی عورت کا ذکر ہو جو اگرچہ معین ہو مگر اس دار فانی سے کوچ کر چکی ہو تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے جب کہ اشعار ہیجان آمیز اور فاسد خیالات سے پاک ہوں۔ اسی طرح پہاڑ، دریا، نکہت گل اور قدرتی مناظر کے بیان میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"فأمّا الزُّهْرِيَّاتُ المجرَّدةُ عن ذلك، المُتَضَمِّنَةُ وصفَ الرَّياحِينِ والأزهارِ والمِياهِ فلا وجهَ لِمَنْعِه".

نیز لکھتے ہیں:

"وفي الذخيرة عن النوازل: قراءةُ شِعرِ الأدبِ إذا كان فيه ذكرُ الفِسقِ والخَمْرِ والغُلامِ يُكرَه، والاعتمادُ في الغُلامِ على ما ذكرنا في المرأةِ: أي مِن أنّها إنْ كانتْ مُعَيَّنَةً حيّةً يُكرَه، وإنْ كانت ميتةً فلا". (ردالمحتار ۱/۴۷)

کچھ کتاب کے بارے میں:

زیر نظر مجموعۂ کلام "قرارِ دِل" میرے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم کے ادبی شہ پاروں کا وہ نادر مجموعہ ہے جو الحمد للہ اشاعت وطباعت کے مراحل طے کرنے سے پہلے ہی علمی وادبی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کرچکا ہے۔ اس مجموعۂ کلام

کا بیشتر حصہ شعرا کی محافل اور ادبا وزعما کی مجالس میں بارہا پڑھا اور سنا جاچکا ہے، نیز ان ادبی جواہر پاروں کا ایک بڑا حصہ آڈیوکیسٹوں کی صورت میں بے حد مقبول ہے اور اب احباب کی دیرینہ فرمائش پر یہ علمی وادبی شاہکار نذرِ قارئین کیا جارہا ہے، اس نادر مجموعہ کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ فن دان حضرات ہی لگا سکتے ہیں۔ مجھ جیسے بے ذوق اور شعروسخن کی وادیوں سے ناآشنا کی لب کشائی اور تبصرہ، تحسین ناشناس کے مرادف ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ زبان درماندہ کو اس موضوع پر یارائے سخن ہی نہیں ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ ایک عام قاری کو بھی اس مجموعہ میں زبان وادب کی چاشنی، الفاظ ومعانی کا حسن، اندازِ بیان کی لطافت، اشعار میں رمزیت ومعنویت، تشبیہ وکنایات اور استعارات کا خوبصورت استعمال اور اعلیٰ تخیل کی کارفرمائیاں جگہ جگہ نظر آئیں گی۔ میں حق تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس سعادت سے مجھے بھی حصہ نصیب فرمایا۔ آخر میں برادرم مولوی محمد افضل صاحب سلمہ (زامبیا والے) فاضل دارالعلوم زکریا کا ممنون ہوں جن کا ہر ممکنہ تعاون میرے شامل حال رہا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس مجموعۂ کلام کو ہم سب کے لیے نافع اور مفید بنائیں اور میری اس حقیرسی کاوش کو اپنی حضور شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین

محتاج دعا
احقر عبدالباری عفی عنہ
فاضل دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

شاخِ شجرِ سایہ دار

کہنے لگے رقیب کہاں ہے قرارِ دِل　　انگلی اُٹھائی میں نے یہاں ہے قرارِ دِل
رضا

لیجئے صاحب ''قرارِ دِل'' کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔آج کے دور میں کسی علمی وادبی کتاب کا دوسرا ایڈیشن ازخود کتاب کی اہمیت اور مقبولیت پر دلالت کرتا ہے۔دوسرے ایڈیشن کے حوالے سے ناچیز کو بھی خریدارانِ یوسف علیہ السلام میں شامل ہونے کا موقع مل رہا ہے، جو کہ مجھ جیسے کوتاہ علم اور کم مایہ انسان کے لیے کسی سعادت سے کم نہیں ہے، کسی بھی قلمکار کے بارے میں اظہارِ خیال کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اگر اُس قلمکار کا علمی وادبی قد بندہ کے مقابلے میں بہت اُونچا ہو تو پھر یہ کام چنداں مشکل بن جاتا ہے۔

لیکن آج میں خود کو دنیا کا ایک خوش قسمت ترین انسان سمجھتا ہوں کہ میرے سوہنے رب نے اپنے سوہنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے ایک ایسی کملی میں سر چھپانے کا موقع دیا جو پشت در پشت سے ہمارے خاندان کا پیر خانہ بھی ہے اور جس خاندان کی مثال علاقہ یوسفزئی ومندنڑ میں علم وادب کے ایک چشمہ شیریں کی ہے، جس میں گزشتہ پانچ سو سال سے تشنگان علم وادب اپنی پیاس بجھاتے آرہے ہیں اور جس کی علمی فضیلت وروحانی بزرگی کا سلسلہ آج بھی شیخ الحدیث وطریقت جناب شمس الہادی صاحب کی صورت میں جاری وساری ہے۔شاید الفاظ کے دامن میں اتنی وسعت نہیں کہ راقم کے اس وقت کے احساسات کو اپنے اندر سمو سکے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ حسب یعنی خاندانی شرافت اور بزرگی چوتھی نسل میں زائل ہو جاتی ہے، مگر میرے پیارے گاؤں کے اس علمی اور روحانی خاندان کے متاخرین نے اس کلیہ کو نہ صرف غلط ثابت کر دکھایا بلکہ اس پر از سر نو غور کرنے کا موقع بھی پیدا کر دیا ہے؛ کیوں کہ آج بھی آٹھویں، نویں پشت میں اس خاندان میں حضرت شیخ (والد بزرگوار صاحبِ کتاب) جیسی ہستی موجود ہے جو کہ مرجع خلائق ہے اور ان کے بعد بھی ان کے صاحبزادوں میں یہ کرن اب تک نظر آرہی ہے۔اگر میں جناب مفتی صاحب (کتاب کے مصنف کو ہم سب دوست مفتی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں جو کہ ان کا منصب بھی اور ہمیں یہ نام اچھا بھی لگتا ہے) کے کلام اور اُن کے علمی وادبی مقام کے حوالے سے بات کروں تو یہ چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال بن جائے گی کہ یہ میرے بس کا روگ نہیں، مگر جب راقم کو ''قرارِ دِل'' کے حوالے سے اظہارِ خیال کا موقع ہاتھ آہی گیا ہے تو کیوں نہ اپنے دور کے اس جید عالم، اُردو، پشتو اور عربی کے منفرد لب ولہجے کے خوبصورت شاعر کی اس کتاب کو بنیاد بنا کر ان کے خاندان کے اُن تمام اہل دل اور اہل نظر حضرات کی یاد تازہ کرنے کی سعادت حاصل کرلوں، جو کہ میرے جیسے لوگوں کے اوپر ایک قرض بھی ہے اور جو ہماری علمی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو ہماری اپنی کوتاہی کے سبب آج بھی تشنہ تکمیل ہے، یوں اگر ایک طرف کفارہ ادا ہو جائے گا تو دوسری جانب علما، صلحا اور بزرگانِ دین کا تذکرہ باعث ثواب بھی ہے اور یہ جذبۂ عشق باعثِ سکونِ قلب بھی ہے۔اس سلسلے میں سب سے پہلے اس روحانی خاندان کا شجرہ نذر قارئین کیا جارہا ہے۔واضح رہے کہ اپنے خاندان کا شجرہ اور تاریخی معلومات صاحبِ کتاب نے میری درخواست پر فراہم کئے ہیں، جن کے لئے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

مصنف کے آباواجداد:

رضاء الحق بن شیخ طریقت وشیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الہادی بن مولانا سرور شاہ صاحب بن جناب نور احمد شاہ صاحب ....

حضرت شیخ (والد مفتی صاحب) حضرت مولانا عبدالغفور مدنی صاحب سے بیعت ہیں، بیعت کے اسباق ان کے ہاں پورے کر چکے تھے خلافت ان کے صاحبزادے مولانا عبدالحق اور

ان کے بھتیجے اور داماد مولانا لطف اللہ سے ملی۔ شیخ موصوف طریقت کے ساتھ ساتھ گزشتہ ۶۰ سال سے دینی علوم پڑھا رہے ہیں اور اپنے اسلاف کی درخشندہ روایت زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں مفتی صاحب کا خاندان ایک علمی خاندان ہے اور سینکڑوں سال سے اس خاندان میں علمی سلسلہ جاری وساری ہے۔ مصنف نے راقم کو اپنے خاندان کے بعض بزرگوں کے ایسے ملفوظات اور قلمی نسخے دکھائے جنھیں دیکھ کر میں دنگ رہ گیا؛ کیونکہ اُن میں بعض کا تعلق مغل شہنشاہ عالمگیر کے زمانے سے بھی تھا، اُن قلمی نسخوں سے اگر ایک طرف خاندان کے بزرگوں کے ذوقِ سلیم کا پتہ چلتا ہے تو دوسری جانب یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ خاندان علمی لحاظ سے اس علاقے کے لیے کسی نعمت جلیلہ سے کم نہیں، اس علمی اور ادبی خاندان کا تعلق موضع شاہ منصور کے اخون خیل محلّہ قاسم خیل سے ہے، جب کہ خاندان کے مورثِ اعلیٰ جناب حضرت خان محمد صاحب المعروف بہ اخوند بابا چکیسر سوات سے یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ کا خاندان علاقہ کے معززین میں سے تھا، مگر درویشانہ مزاج کو سرداری راس نہیں آئی اور آخر کار حضرت رحمان بابا کی طرف اپنا خاندان، سرداری اور علاقہ کو چھوڑ کر میدانی علاقے کی طرف کوچ کر آئے اور شاہ منصور میں فروکش ہوئے، ایک زبانی روایت کے مطابق شاہ منصور کی دوسری بار آبادی کے وقت وہ یہاں موجود تھے۔

شاہ منصور کا ذکر آیا تو کچھ صاحبِ کتاب کے اس آبائی گاؤں کا بھی ذکر ہو جائے: موضع شاہ منصور مشہور یوسفزئی سردار ملک شاہ منصور کے نام سے منسوب ہے۔ اپنے مشاہیر کے نام سے دیہات اور شہر آباد کرنے کی روایت ہماری ایک قدیم روایت ہے۔ شاہ مصنور اور اس کے آس پاس میں ابا خیل آباد ہیں جو کہ مندنڑ کی اولاد میں سے ہیں۔ مندنڑ یوسف کا بھتیجا اور بعض روایات کے مطابق اُس کا بیٹا تھا، کیوں کہ جب یوسف کا بڑا بھائی چل بسا تو یوسف نے اپنے بھتیجے کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور یوں ہم مندنڑ بھی خود کو یوسفزئی کہنے لگے۔

ملک شاہ منصور ملک احمد اور ملک گجو خان ہم عصر تھے۔ حضرت شیخ ملی پہلے ملک احمد اور بعد میں خان گجو کے دست راست اور مشیر خاص رہے، جب مرزا اُلغ بیگ نے یوسفزئی قبیلے سے بے وفائی کی اور دھوکے سے اس کے ساتھ سو عمائدین کو دعوت کے نام پر بلایا اور (Disarm)

کر کے شہید کر دیا تو کمسن ملک احمد اور ملک شاہ منصور باقی لٹا پٹا قبیلہ لے کر براستہ خیبر شمال کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں چارسدہ کا علاقہ فتح کر لیا، کچھ عرصہ بعد ملک احمد نے سوات مالاکنڈ وغیرہ کے علاقے بھی فتح کئے اور محمد زئی کے لیے چارسدہ کا علاقہ خالی کیا اور خود مردان، صوابی، باجوڑ، دیر اور آس پاس کے دیگر مواضعات میں آباد ہوئے۔ اندازہ ہے کہ شاہ منصور بھی ۱۵۳۰ء کے بعد آباد ہوا ہوگا۔ یوسفزئی کے کچھ قبائل کا ابتدائی مسکن سوات اور آس پاس کا علاقہ تھا، اس لیے مصنف کے آباء واجداد بھی اسی زمانے میں شاہ منصور آئے۔ یہ لوگ اپنے دور کے عالم فاضل لوگ تھے جن کی برکات وفیوض کا سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے۔

اس وقت سے لے کر اب تک اس خاندان میں جو جید علماء وفضلاء گزرے ہیں اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

❁ **شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب المعروف کوکا مولانا صاحب**۔ آپ نے پہلی بار پشتو زبان میں قرآن پاک کے مطالب اور تفسیر پڑھانے کا کام شروع کیا اور تقریباً ۶۰ سال تک فی سبیل اللہ یہ کام کرتے رہے۔ مرحوم کا درس پاکستان اور افغانستان میں بہت مشہور تھا اور اُن کے پاس دور دراز سے طلبہ جوق در جوق آتے تھے۔ آپ رمضان المبارک میں ۱۵ر شعبان سے ۲۴ر رمضان تک پورے قرآن کریم کی تفسیر پڑھاتے رہتے تھے۔

آپ تفسیر میں حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالی میانوالی اور حدیث میں حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

❁ **حضرت مولانا حکیم فضل خالق صاحب فاضل جامعہ امینیہ دہلی**۔ آپ نے فراغت کے بعد طب کا مشغلہ اپنایا، حکیم حاذق تھے اور ساری عمر رضائے الٰہی کی خاطر مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ علامہ اقبال کے اشعار بکثرت یاد تھے اور برمحل سنایا کرتے تھے۔

❁ **حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب**۔ آپ نے فنون کی کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ زروبوی سے پڑھیں اور دورہ حدیث کی کتب حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ جامعہ اسلامیہ اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں کافی عرصہ پڑھایا۔ عمر کے آخری حصے میں شاہ منصور میں حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ گزشتہ سال ۲۰۰۴ء رمضان المبارک

میں انتقال ہوا۔ ایک درویش صفت انسان تھے، عربی صرف ونحو میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور ڈھیر ساری دعائیں دے کر رخصت کرتے تھے۔

❁ **حضرت مولانا شمس الہادی غفوری نقشبندی دامت برکاتہم**۔ آپ نے فنون کی اکثر کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب زروبوی سے پڑھیں، اور احادیث کی کتب مفتی صاحب کے نانا حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نقشبندی سے پڑھیں۔ آپ ایک جید عالم اور باعمل صوفی ہیں۔ آج بھی اپنی پیرانہ سالی اور ضعف جسمانی کی پرواہ کئے بغیر احادیث کا درس دیتے ہیں اور تشنگان معرفت کی پیاس بھی بجھاتے ہیں۔

❁ **حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب عرف لالا مولوی صاحب (مفتی صاحب کے نانا)**۔
آپ بھی اپنے دور کے ایک جید عالم اور باعمل صوفی تھے۔ آپ نے فنون کی کتابیں موضع ڈاگئی میں حضرت مولانا حمد اللہ صاحب کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحکیم تلمیذ شیخ الہند سے پڑھیں اور آپ کے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب سے بھی فیض حاصل کیا، کچھ کتابیں مولانا عبدالرؤف صاحب کڈی سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث مولانا فضل ربانی صاحب تلمیذ شیخ الہند اور حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے جن میں مدرسہ رحمانیہ دہلی، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک، مکھڈا اور کوہاٹ کے نام قابل ذکر ہیں۔
آپ ایک پہنچے ہوئے بزرگ اور صوفی باعمل تھے۔ راقم کے والد صاحب بھی ان کے مرید تھے، اکثر اُن کا تذکرہ کرتے وقت آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ آپ حضرت مولانا عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے مجاز بیعت تھے، جب بھی موصوف اس علاقے میں تشریف لاتے تو حضرت مولانا کے ہاں ضرور تشریف لاتے۔

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ نہایت وسیع تھا، جن میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی جامعہ حقانیہ، مولانا محمد امین صاحب مجاہد عمرزئی چارسدہ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالمنان صاحب مینئی صوابی، مولانا اکبر صاحب والد بزرگوار مولانا حسن جان صاحب، حضرت مولانا مفتی فرید صاحب زروبوی، حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب، مولانا شمس الہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

فخر الدین صاحب بخشالی، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب، مولانا عبید الرحمٰن صاحب (یہ تینوں حضرات مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کے صاحبزادگان ہیں)، مولانا عبدالسلام صاحب رستمی، مولانا حبیب الحق صاحب مبلغ اسلام، مولانا سیف الرحمٰن صاحب حیدر ضلع اٹک جیسے جید علماء وفضلاء کے نام قابل ذکر ہیں۔

ہمارے مفتی صاحب (صاحبِ کتاب) بھی خون کے رشتے کے ساتھ ساتھ حضرت موصوف کے تلامذہ میں سے ہیں۔

شاہ منصور کی طرح ہمارا ضلع صوابی سارے کا سارا نہایت مردم خیز اور علم خیز علاقہ ہے۔
بعض صاحب نظر حضرات نے ضلع صوابی کو تحریکوں کی سرزمین کا خطاب بھی دیا ہے۔ اس ضلع نے علم وادب کے ساتھ دیگر شعبہ جات جیسے سیاست، سماجیات وغیرہ میں بھی بڑی نامور ہستیاں پیدا کی ہیں۔ اگر ان سب کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، مگر ان سب میں چند نامور ہستیوں کو یاد کرنا لازمی ہے۔

مثال کے طور پر سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان بانی اسلامیہ کالج کا تعلق بھی صوابی سے تھے، اس کے علاوہ ریاست روہیل کھنڈ کے خوانین کی بنیاد بھی صوابی مانیری سے تھی، علاوہ ازیں تحریک خلافت کے نامور کرداروں علی برادران کا خون بھی صوابی کا تھا۔ مولانا عبدالقادر بانی پشتو اکیڈمی شخصیت کی جنم بھومی بھی صوابی ہے، علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیری جیسے ذہین، جی دار اور محقق عالم کا تعلق بھی ضلع صوابی سے تھا، حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری اور موصوف دونوں ایک ہی استاذ کے شاگرد تھے، مگر اب شاہ مصنور اور پنج پیر اساتذہ کے اشتراک کے باوجود دو الگ الگ مکتب فکر کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی جیسے جید عالم، شیخ القرآن والحدیث کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ مولانا موصوف شاہ منصور کے شیوخ سے ایک خاص قلبی علاقہ رکھتے ہیں اور اس پیرانہ سالی کے باوجود یہاں گاہے بگاہے ان سے ملنے تشریف لاتے ہیں، مولانا زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی اور مولانا قاضی فضل اللہ صاحب مقیم امریکہ بھی ضلع صوابی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا انداز بیان نہایت مدلل اور فصیح ہے۔ یہ جن حضرات کا تذکرہ ہوا یہ دراصل مشت از خروارے کے مصداق ہیں ورنہ ضلع

صوابی اس قدر زرخیز اور مردم خیز ہے کہ اس حوالے سے ایک پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

پشتونوں کی اصل نسل:

مصنف نے راقم کو اپنے خاندان کا جو شجرہ فراہم کیا ہے اس کے ساتھ پشتونوں کی اصل نسل کے بارے میں ان کا اپنا ایک نقطۂ نظر بھی ہے، وہ نقطۂ نظر بغیر کسی تغیر وتبدل کے نذر قارئین ہے:

''پشتون بنی اسحاق کی نسل سے ہیں، جن کے کچھ شواہد یہ ہیں:

(۱) بنی اسحاق کے سردار کو''ملک'' کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسَىٰ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوْكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ﴾ (سورہ مائدہ، آیت ۲)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جس کی بیوی، خادم اور بڑا مکان ہوتا تھا وہی ملک ہوتا تھا، بالفاظ دیگر قوم کا سردار ہوتا تھا، پشتو میں ملک قبیلے کے سردار اور خوش حال کو کہتے ہیں۔

(۲) قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ۹۷۸ ر قبل مسیح حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسحاق کی کچھ شاخیں کابل اور اس کے قرب وجوار میں آباد ہوئیں، اس لیے پشتو زبان کو سلیمانیہ اور بغیر دودھ کی چائے کو سلیمانی چائے کہتے ہیں جو افغانیوں کے ذوق کی چیز ہے۔ اور افغانستان کا مشہور پہاڑ بھی کوہِ سلیمان کہلاتا ہے۔

مفسرین حضرات نے آیت کریمہ: ﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سورہ سبا: آیت ۱۲) کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دوپہر کا وقت اصطخر میں گزارتے تھے، جو ایران کا پرانا نام ہے اور رات کابل میں گزارتے تھے۔ بادشاہ راتیں وہاں بسر کرتا ہے جہاں ان کی قوم اور اہل وعیال ہوں، تو پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو اسرائیلی پیغمبر ہیں کابل کے قرب وجوار میں اپنی قوم وقبیلہ کے ساتھ رہتے تھے اس کے ساتھ یہ اضافہ کیجئے کہ وہ بعض قبائل (بنی اسحاق کے) جو بخت نصر کے مظالم کی وجہ سے نکل کر گم ہوئے تھے وہ بھی کوہِ سلیمان کی گود میں آرام پذیر ہوئے، بخت نصر کا زمانہ ۵۸۷ قبل مسیح ہے جب کہ سلیمان علیہ السلام کا زمانہ ۹۷۸ قبل مسیح ہے اور بظاہر یہ قبائل اتنی کثرت سے آکر آباد ہوئے کہ اصل بنی اسحاق جو شام وعرب میں آباد تھے وہ کم ہوکر رہ گئے۔ عرب میں رہنے والے بنی اسحاق

کو یہود کہتے ہیں، تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زیادہ تر یہودا اور بن یامین کی اولاد رہ گئی، دوسرے قبائل کی اکثریت چلی گئی یا بالفاظ دیگر گم ہوگئی تھی۔ سابقہ وطن سے تعلق رکھنا پٹھانوں کے مزاج میں پہلے نہیں تھا، اب ٹیلی فون وغیرہ نے اس جمود کو توڑا۔

(۳) پٹھان جس وادی کے اطراف میں آباد ہوئے اس کو درہ خیبر کا نام دیا، جو بنی اسحاق کی بستیوں میں سے ایک خوشحال بستی تھی اور سعودیہ میں واقع ہے۔ بنی اسحاق کی طرح پٹھان بھی اپنی بستیاں قلعوں کی شکل میں بناتے تھے اور اس کا نام ''کلے'' رکھتے تھے جو قلعہ کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔ پشتو زبان میں عبرانی کے الفاظ بکثرت ہوں گے، کاش کوئی اس پر توجہ دے کر تحقیق کرے۔ اسرائیل کے دار الحکومت کا نام تل ابیب ہے، ''تل'' پشتو میں زمین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۴) بنی اسرائیل کی کثرت ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے، مثلاً بچھڑے کی عبادت کی وجہ سے ۷۰ ہزار کو قتل کیا گیا۔ طاعون میں ۷۰ ہزار مر گئے۔ جب اتنے مرجاتے تھے تو زندہ تو بہت زیادہ ہوں گے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہودی پوری دنیا میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بڑے بڑے قبائل نکل کر دوسری جگہ چلے گئے اور الحمد للہ وہی لوگ خلفائے راشدین کے زمانے میں مسلمان ہوئے اور پوری قوم من حیث القوم مسلمان ہوئی۔ پوری دنیا میں پشتونوں کی تعداد کی کثرت سے یہ بات متشرح ہوتی ہے کہ یہ بنی اسحاق کے ترک وطن کرنے والے قبائل ہیں۔ یہ قبائل جس طرح اسلام سے پہلے اپنے مذہب پر پکے تھے اسی طرح قبول اسلام کے بعد اسلام کے سچے عاشق بنے۔

(۵) بخاری شریف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''لو آمن بي عشرة من اليهود لآمن اليهودُ كلُّهم''. وفي رواية : '' عشرة مِن أحبارهم''.

اس حدیث مبارک کا مطلب واضح ہے کہ اگر ''مجھ پر یہود میں سے دس دینی راہنما اجتماعی طور پر ایمان لائے تو سب یہود مسلمان ہوجائیں گے''۔ اور افغانستان کے بنی اسحاق نے اجتماعی طور پر اپنے رہبروں کی رہنمائی میں اسلام قبول کر کے اس حدیث مبارک کا مطلب واضح کیا۔

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش اور جہاں اُن کو آگ میں ڈالا گیا اُس کو

""اوروف"" کہتے ہیں اور پشتو میں بھی آگ کو 'اور' کہتے ہیں"۔

مفتی صاحب کا نقطہ نظر آپ نے پڑھا، دیکھا جائے تو پشتونوں کی اصل نسل کے بارے میں جونظریات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں یہ نظریہ اُن میں سب سے قدیم اور مقبول نظریہ ہے۔

اور اب کچھ مصنف کے بارے میں:

ہمارے مفتی صاحب اسی شجرِ سایہ دار کی شاخ ہیں، آپ (رِضاء الحق رِضا) ۱۹۵۰ء کو موضع شاہ منصور میں مذکورہ علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن میں اسکول میں داخل کرادئے گئے، مگر ضعف جسمانی اور امراض کی یلغار نے پرائمری سے آگے پڑھنے نہیں دیا، کچھ عرصہ بعد اپنے والد بزرگوار اور تایا مرحوم سے شاہ منصور ہی میں دینی علوم کا درس لینا شروع کیا، معروف شاعر مولانا فضل حق ممتاز اور مولانا غلام محبوب سے بھی فیض حاصل کیا۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ اسلامیہ پاکستان اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۰ء میں اسی مدرسہ سے فارغ ہوئے تو ایک سال تک اسی درس گاہ میں بطور مدرس کام کیا، پھر ۱۹۷۲ء میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص میں داخل ہوئے، داخلے کا امتحان خود حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے لیا، تخصص سے ۱۹۷۴ء میں فارغ ہوئے، تخصص کا موضوع تھا "اسلام اور عیسائیت"، یہ مقالہ بہ زبان عربی اب بھی ان کے پاس پڑا ہوا ہے جو کہ ہنوز تشنہ طباعت ہے۔(۱) ۱۹۷۴ء ہی میں اسی جامعہ میں مدرس ہوگئے، بعد میں ٹی بی کے موذی مرض نے آلیا اور ارباب مدرسہ نے صرف دو کتابیں زیر تدریس رہنے دیں اور باقی اوقات دار الافتاء میں فتوی نویسی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ ۱۹۸۷ء تک بنوری ٹاؤن میں رہے، بعد ازاں مولانا شبیر احمد سالوجی مہتمم دار العلوم زکریا نے جنوبی افریقہ میں درس وتدریس کی درخواست کی جسے مفتی صاحب نے حضرت احمد الرحمٰن صاحب کی اجازت سے قبول کی اور تا حال تدریس علوم دینیہ وافتاء کے کام میں مشغول ہیں۔

آپ عربی اور اُردو کے علاوہ پشتو زبان کے بھی بہت اچھے اور مثالی شاعر ہیں، مگر آپ کہتے ہیں کہ میرا پشتو کلام کہیں گم ہوگیا ہے، میں پشتو زبان کے ایک ادیب کی حیثیت سے آپ کو یہ مشورہ

(۱) الحمد للہ یہ مقالہ بہ نام " إعلام الفئام بمحاسن الإسلام وتنبيه البرية على مطاعن المسيحية" ۳۸۶ صفحات پر مشتمل ۲۰۱۲ء میں زمزم پبلشرز سے چھپ چکا ہے۔

ضرور دوں گا کہ پشتو شاعری کا مسودہ گم ہوگیا، شاعر تو خیر سے موجود ہیں؛ اس لیے اُردو کے ساتھ ساتھ پشتو میں بھی آپ کا مجموعہ جلد از جلد آنا چاہئے۔ جہاں تک آپ کی اُردو شاعری کا تعلق ہے اس پر تو نامور شعراء اور ادباء نے تبصرے کئے ہیں، مگر میں ایک پشتون کی حیثیت سے یہ کہوں گا کہ کسی پشتون کے لئے اُردو میں اتنی معیاری شاعری کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ آپ کی شاعری میں شاعرانہ محاسن، فنی چابکدستی اور موشگافی کے ساتھ جوشستہ زبان اور جذبات کا جوفور نظر میں آتا ہے کسی نان اُردو سپیکر کے لیے اُردو زبان میں یہ کام آسان نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قارئین کی خدمت میں عرض کرتا چلوں کہ مفتی صاحب کے اشعار (خصوصاً غزلیہ شاعری) پڑھتے وقت مجاز کے پردوں میں عشقِ حقیقی کی تلاش ضرور کیجئے، جو تشبیہات، استعارات اور تلازمات بظاہر مجازی حسن کی تعریف میں کہے ہوئے نظر آتے ہیں ان کی مثال پوستِ پیاز کی سی ہے، جس میں تہہ در تہہ معرفت کے بے شمار موتی چھپے ہوئے ہیں، یہ اور بات ہے کہ اسے بصارت سے زیادہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ یہ شاعری اہلِ دل اور اہلِ نظر کی شاعری ہے، اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر　　مردِ ناداں پر کلامِ نرم ونازک بے اثر

شکریہ

وما علینا الا البلاغ

نور الامین یوسفزئی، شاہ منصور

صدر قام قلم صوابی۔ سابق مدیر اعلیٰ پندرہ روزہ تنظیم اُردو/پشتو

سینئر اُستاد انگریزی زبان وادب

۵/نومبر ۲۰۰۴ء



کہنے لگے رقیب کہاں ہے قرارِ دِل
غافل، ذرا سا ہوش، یہاں ہے قرارِ دِل
انگلی اٹھائی میں نے یہاں ہے قرارِ دِل
جاؤں گا میں وہاں پہ جہاں ہے قرارِ دِل

رضاؔ

حمدِ باری تعالیٰ

رحمٰن ہے تو خالقِ لیل و نہار ہے — افکار کے ہجوم میں دل کا قرار ہے
تیرے ہی فضلِ خاص سے گلشن کی نکہتیں — رنگینیوں کے بیچ میں قائم بہار ہے
مینائے پھل کو بھر دیا لذت کی روح سے — اشجار کے گلے میں یہ زینت کا ہار ہے
فرشِ زمین پہ جنبشِ قالین دیکھئے — بادِ صبا بھی، بادۂ عشق و خمار ہے
دستارِ برف کوہ پہ بدلی کی گود میں — کتنا حسین نکھرا ہوا کوہسار ہے
تالاب کے لبوں پہ اُبھر آئی کپکپی — روتا ہے سرنگوں، جھکا آبشار ہے
کرلو تم اس کے آگے جبینِ نیاز خم — غیروں کے در پہ سر کا جھکانا بھی عار ہے
جنت مچل رہی ہے مسلماں کے عشق میں — کفار کے عذاب کو تیار نار ہے
باہر ہیں تیری نعمتیں حد و شمار سے — مخلوق لحہ لحہ، تیری زیرِ بار ہے
صانع کی زرگری میں ہیں پوشیدہ حکمتیں — خاروں میں پھول اور گلابوں میں خار ہے
تاریکیوں کی بزم میں، مرغاں غزل سرا — توحیدِ حق میں نغمہ سرا ہر ہزار ہے
صحنِ چمن ہے شعلہ نما، لالہ گون ہے — شبنم کا قطرہ پھول کا نقش و نگار ہے
تیری عطا ہے حسن کی جولانیوں کی برق — عاشق کے دل پر برقِ محبت کا وار ہے
یہ بھی ادائے عشق ہے طاری ہو بے خودی — منصور[1] کا مقام محبت میں دار ہے
اللہ نے نکالی چٹانوں سے اونٹنی[2] — دستِ قضا سے خونِ ہرن مشکبار ہے

فرعون کو ڈبو دیا قلزم کے پیٹ میں — موسیٰ کا بیچ بحر سے بھی بیڑ پار ہے
مچھلی کا پیٹ خانۂ یونس بنا رہا — آیاتِ حق میں معجزہ ان کا شمار ہے
بخشا سکون حضرت یوسفؑ کو چاہ میں — یعقوبؑ ان کے حزن میں زار وقطار ہے
تجھ پر ہی اعتماد ہے دریا کی موج میں — خاموشیوں کے خوف میں تو غمگسار ہے
اللہ نے اڑایا سلیماں کے تخت کو — کشتی چلائی نوح کی وہ کردگار ہے
تیرے کرم نے سب کو سکھائی ہے آگہی — وہ فلسفیٔ دہر ہے یا شیر خوار ہے
مستی میں کوئی گم، کوئی پستی میں مضطرب — ہر لحظہ زیر وبم میں زمانے کا تار ہے
طغیانیوں کی موج میں غلطان ہے کوئی — اشکوں میں سرنگوں، کوئی سوگوار ہے
قادر کی حکمتوں کی کوئی انتہا نہیں — طائف چمن ہے، ارضِ حرم ریگزار ہے
غفلت میں کٹ رہے ہیں یہ لمحات قیمتی — نادم ہے یہ فقیر بہت شرمسار ہے

ہر لحظہ نعمتوں میں ہے ڈوبا ہوا رِضاؔ
تیری مدد سے اس کا قلم ذو الفقار ہے

---

(۱) مراد: حسین بن منصور حلاج۔

(۲) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ''ثمود'' نے آپ سے معجزہ طلب کیا تھا کہ فلاں پہاڑ سے آپ ایسی اونٹنی نکال کر دکھائیں جو فوراً ہی بچہ بھی جنے، تب ہم آپ کو سچا نبی تسلیم کر سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور ویسی ہی اونٹنی پہاڑ سے نکل آئی اور اس نے بچہ بھی جنا اور قوم نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، مگر پھر بھی ایمان نہ لائے اور اس اونٹنی کو بھی قتل کر دیا۔ تین روز بعد حق تعالیٰ نے سخت عذاب نازل کیا، جس سے یہ سرکش قوم ہلاک اور بے نشان ہوگئی۔ (معارف القرآن)



شوقِ دید

(نعتیں)

تمنا مدتوں سے ہے جمالِ مصطفیٰ دیکھوں
امام الانبیا دیکھوں حبیبِ کبریا دیکھوں
بلندی کا نظارہ گنبد خضرا کی پستی میں
نظر نیچی کروں اور رفعتوں کا ارتقا دیکھوں

رِضؔا

''مرقد میرا بن جائے غرقد کے مزاروں میں''

مخمور ہواؤں میں، دلچسپ نظاروں میں — یارب مجھے پہنچادے، پرکیف بہاروں میں
یہ میری تمنا ہے مرجاؤں مدینہ میں — آقا کے چراغوں میں،سورج کے ستاروں میں
دل میرا مجلّٰی ہو ، تن میرا مصفّٰی ہو — پھر مرضیٔ مولیٰ ہو،انوار کے دھاروں میں
اذکار وعبادت ہو، دن رات حلاوت ہو — پرسوز تلاوت ہو،قرآن کے پاروں میں
یہ شہرِ مدینہ ہے، خاتم میں نگینہ ہے — ہرسمت سکینہ ہے،سب جان نثاروں میں
مہجور مرا تن ہے، دل میرا معلق ہے — طیبہ کی اذانوں میں،تکبیر کے نعروں میں
ہر برگ میں، ہر گل میں، ہر نغمۂ بلبل میں — نسرین میں،سنبل میں،خرما کی قطاروں میں
عشاق کے نالوں میں،تنویر کے ہالوں میں — مرقد میرا بن جائے،غرقد[۱] کے مزاروں میں
خوشبو کی ہوائیں ہیں،رحمت کی گھٹائیں ہیں — وہ گنبد خضرا ہے، موجود بہاروں میں

طیبہ میں رِضاؔ دیکھو، آدابِ وفا سیکھو
پوشیدہ چراغاں ہے،گلشن کے شراروں میں

(۱) مراد بقیع غرقد ہے، جہاں ہزاروں صحابہ اور لاکھوں صالحین مدفون ہیں۔

تمنائے دل

تمنا مدتوں سے ہے جمالِ مصطفیٰ دیکھوں — امام الانبیا دیکھوں، حبیب کبریا دیکھوں
وہ جن کے دم قدم سے صبح نے بھی روشنی پائی — ہوا میں جس سے عنبر کی فضا، وہ رہنما دیکھوں
وہ جن کی برکتوں سے ابر وباراں روئے عالم پر — تمنا قلبِ مضطر کی، وہ دُرِّ بے بہا دیکھوں
بلندی کا نظارہ گنبد خضرا کی پستی میں — نظر نیچی کروں اور رفعتوں کا ارتقا دیکھوں
مرا جانانِ مدینہ میں حیات جاوداں پاکر — حجابِ نور میں مستور ہے، وہ دلربا دیکھوں
قدم باہر مدینہ سے ،تصور میں مدینہ ہے — الٰہی یا الٰہی عظمتوں کی انتہا دیکھوں
یہ دنیا بے ثبات وبے وفا وغم کا گھوارہ — یہ ہے مطلوب دارِ بے وفائی میں وفا دیکھوں
وہ مبدأ خلقِ عالم کا، درود اُن پر سلام اُن پر — مرے مولیٰ یہ موقع دے کہ ختم الانبیا دیکھوں
تجلی اٹھ گئی شعلہ بنی فاراں کی چوٹی سے — وہ جس کی روشنی پھیلی وہ شمعِ کہربا دیکھوں
برہنہ پا، برہنہ سر، چلوں اس شہرِ خوباں میں — قرارِ دل،سکونِ روح، زخموں کی دوا دیکھوں
کبھی ہو حسن کی محفل،کبھی ہو شوق کا منظر — کبھی آنسو کی زنجیروں میں عاشق کی صدا دیکھوں
رسولؐ قاسم الخیرات فی الدنیا وفی العقبیٰ — شفیق از نفسِ ما، بر ما، نبیؐ مجتبیٰ دیکھوں
وہی ہے شافعِ محشر، مرادِ ما حبیبِ ما — سکونِ قلبِ مضطر، انبیا کا مقتدا دیکھوں

درِ جنت پہ حاضر ہوں رسولِ پاک کے ہمراہ
شفاعت کا یہ منظر یا خدایا میں رِضاؔ دیکھوں

نذرانۂ عقیدت

محمد مصطفیٰ بحرِ کرم، ہستی میں اکرم ہے — رسولِ مجتبیٰ، فخرِ رُسل، محبوبِ عالم ہے
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہے اس کے — محبت کا منادی، خوب رو، فیضِ مجسم ہے
تمنا ہے مری قدموں میں اس کے موت آجائے — مدینہ پاک میں مرقد بنے، پھر مجھ کو کیا غم ہے
مدینہ کی بہاریں ہیں وہاں جنت کا منظر ہے — کوئی مصروفِ جلوہ ہے، تلاوت میں کوئی گم ہے
محمدؐ کی محبت کی عجب تاثیر دیکھی ہے — فراقِ یار میں ہر چشمِ خنداں، چشمِ پُرنم ہے
لطافت ہے نظر آتی ہے ہر ذرے میں تابانی — مدینہ کے گلوں میں ہر طرف رحمت کی شبنم ہے
مدینہ کی زمیں پر جب قدم رکھا تو میں رویا — الٰہی خواب ہے یا میری بیداری کا عالم ہے
خطا کاروں میں چرچا ہے محمدؐ کی شفاعت کا — اسی امید پر زندہ ہیں، چہروں پر تبسم ہے
مرے اشغال میں شامل ہے بیشک فضلِ ربانی — قلم مصروف ہے مدحِ نبی میں اور مدغم ہے

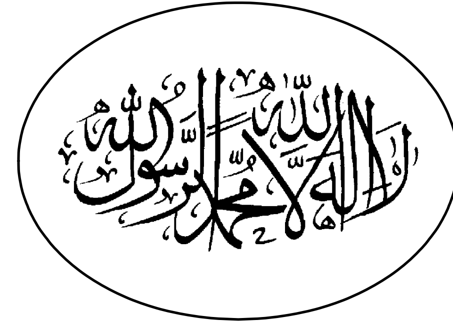
محبت دل میں ہے، ہوں کوچۂ الفت کا دیوانہ
تصور میں مدینہ کے رِضاؔ مشغول ہر دم ہے



’’نورِ سحر کا فیضِ معظم دل میں بسنے والا ہے‘‘

نازشِ عالم، صدقِ مجسّم، دل میں بسنے والا ہے
صلی اللہ علیہ وسلم، دل میں بسنے والا ہے
جلوۂ جاناں دیکھا ہم نے، صبح کا روشن چہرہ ہے
نورِ سَحر کا فیضِ معظم دل میں بسنے والا ہے
خاک میں لت پت، زیرِ قدم ہے شانِ قیصر و کسریٰ بھی
کتنا بلند ہے دین کا پرچم، دل میں بسنے والا ہے
چیخ اٹھے ظلمت کے بندے، پھنسے تھے جو پھندوں میں
پھیل گیا گردوں پہ تبسم، دل میں بسنے والا ہے
سانس میں ہر دم ہُو کی صدا ہے، حق کی ردا ہے کندھوں پر
نغمۂ حق ہے مثلِ ریشم، دل میں بسنے والا ہے
مدحِ محمدؐ دل کی دوا ہے، رحمتِ حق ہے غم کی شفا
دردِ محبت کا یہ مرہم، دل میں بسنے والا ہے
مہک رہی ہے ساری دنیا، اس کے کلامِ حکمت سے
جھوم رہا ہے ہر اِک مسلم، دل میں بسنے والا ہے
خون کے دھاروں سے نہلایا، دین کے جسمِ اقدس کو
عزمِ صحابہ، عزمِ مصمم، دل میں بسنے والا ہے

دن کے اجالے میں رکھتے تھے تیغ عدو کے سینے میں
راتوں میں قرآن کا ترنم، دل میں بسنے والا ہے
مرغِ قفس کے زنداں میں رقصاں ہیں، رضاؔ کے شعروں سے
گلشن میں گل تازہ ہر دم، دل میں بسنے والا ہے



منتہائے آرزو

جب دیارِ محمدؐ میں جاؤں گا میں — داستانِ محبت سناؤں گا میں
جس کے رخ پہ ہوں صد بار انجم فدا — اس کی مدحت سے محفل سجاؤں گا میں
ہوں غلامِ شفیع الامم جان لو — اس کا پیغام دل میں بساؤں گا میں
عشقِ سرکار ہے بس متاعِ گراں — اس کو سینے سے پیہم لگاؤں گا میں
ہو محمدؐ کی چوکھٹ ، خدا کا حضور — آنسوؤں کا سمندر بہاؤں گا میں
میرے آقا سراپا محبت ہے تو — تیری ختمِ نبوت کو گاؤں گا میں
جی رہا ہوں شفاعت کی امید پر — بارِ عصیان کیسے اٹھاؤں گا میں
جن کے پوروں سے چشمے نکلتے رہے — اُن کے احسان کیسے بھلاؤں گا میں
سب صحابہ ہیں امت کے محسن سنو — ان کے دشمن کو دشمن بتاؤں گا میں
کہہ دے جو شخص خائن تھا عثمانِ غنی — راہِ حق سے وہ کانٹا ہٹاؤں گا میں
عمر بھر جو دفاعِ صحابہ کرے — ان کی آمد پہ پلکیں بچھاؤں گا میں

عید محشر میں میری یقینی ہے گر
کہہ دے آقا رضاؔ کو بلاؤں گا میں



''یارب تو اپنے فضل سے آنا قبول کر''(۱)

یا رب تو اپنے فضل سے آنا قبول کر
تیرے سوا نہیں ہے سہارا قبول کر

سوغاتِ فقر دور سے لایا ہوں میں یہاں
واللہ تجھ کو فقر ہے پیارا قبول کر

الجھا ہے قلب خانۂ کعبہ کی زلف میں
تو ملتزم سے سینہ ملانا قبول کر

شیطان سے ہے بیر، تیری ذات کی قسم
شیطان کے عمل سے تبرا قبول کر

زمزم ہے رشک کوثر و تسنیم و سلسبیل
زمزم سے دل کی آگ بجھانا قبول کر

بوجھل ہوں یا کریم گناہوں کے بوجھ سے
خواہش ہے مغفرت، یہ تمنا قبول کر

تجھ ہی سے مانگتا ہوں تیری ہی پکار ہے
وحدت کے مے میں مست ہوں، داتا قبول کر

تقصیر کا مریض ہوں، رحمت سے ڈھانپ لو
حاضر ہوں تیرے در پہ ترانا قبول کر

ہو رحم تیرا مجھ پہ تو آؤں گا بار بار
اب بھی بلایا تونے کریما قبول کر

چکھ لی یہاں پہ میں نے محبت کی چاشنی
پروردگار عشق کا سودا قبول کر

اسود حجر کے چہرے پہ بوسہ ہے خوب تر
بوسہ نہ ہوسکے تو اشارہ قبول کر

آنسو بہا رہا ہوں تیرے گھر کے سامنے
پلکوں پہ آنسوؤں کا سجانا قبول کر

عرفات کی دعائیں، منیٰ کے نسک ہیں خوب
قربانیوں کا خون بہانا قبول کر

اشکِ ندامت است، چوں باراں رواں ہمی
روتا ہوں تیرے خوف سے رونا قبول کر

تیری رضا کے واسطے ماری ہے کنکری
شیطان کے دل پہ تیر چلانا قبول کر

اشعار گا رہا ہوں میں اعمال سے تہی
دل سے کہی ہے نظم، خدایا قبول کر

احرام کے لباس میں ملبوس ہے رضاؔ
دیوانگی کا حال ہے شاہا قبول کر

(۱) حضرت استاذِ مکرم نے ۱۹۸۵ء میں پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے حاضری کے موقع پر انتہائی کیف وسرور اور عجز و نیاز کے عالم میں حرمین شریفین میں یہ نظم کہی۔

دیارِ قدس

مبارک محمدؐ کا نقشِ قدم ہے
وہ شمس الضحیٰ ہے وہ نور الظُّلم ہے

جمالِ نبی سے ہے روشن یہ دنیا
جبینِ منور پہ زلفوں کا خم ہے

قیامت میں جب ہوگا نفسی کا عالم
شفاعت کریں گے خدا کی قسم ہے

لرزتا ہوں اپنے گناہوں سے یارب
محمدؐ کے دامن میں بحرِ کرم ہے

نظر آگیا مجھ کو اب سبز گنبد
زباں پر صلوٰۃ اور آنکھوں میں نم ہے

مدینہ میں مرجاؤں، یہ ہے تمنا
جو پائے گا یہ رتبہ وہ محترم ہے

نبی کی شریعت ہے نورِ بصیرت
یہ آبِ بقا، روحِ جاں، جامِ جم ہے

جو تقویٰ میں اعلیٰ وہ اُن کو مقرب
بلالِ حبش ہستیِ مغتنم ہے

نمازوں کا منظر بہت دلرُبا تھا
یہ کالا یہ گورا، عرب یہ عجم ہے

مدینہ میں جنت ہے اس کے علاوہ
ہے ویرانہ گرچہ وہ باغِ اِرم ہے

ہدایت کا جلوہ ہے مکہ میں خنداں
سر افگندہ مٹتا ہوا ہر صنم ہے

زباں سے محبت کا دعویٰ ہے اچھا
مگر تم اطاعت کرو یہ اہم ہے

قدم رکھ رہے ہو تو رکھو ادب سے
یہ خاکِ شفا ہے، رضاؔ یہ حرم ہے

مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تیری ہر ادا ہے پیاری　　تیری شان خاکساری
تیری زلفِ عنبریں پر　　ہو نثار بے قراری
تیرے در کی خاکروبی　　سے ملی ہمیں مسرّت
تیرے ہر زماں زمیں میں　　ہے گلاب جیسی نکہت
تیرے جلوۂ حسیں سے　　ہے خمار سب پہ طاری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

تو ہدایتوں کا پیکر　　تو ہے رحمتِ مجسم
تو ہے زندگی کا رہبر　　تو دکھے دلوں کا مرہم
شب و روز یہ دعائیں　　کوئی رہ نہ جائے ناری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

تو سخاوتوں کا مرکز　　تو ہے انبیا کا خاتم
تو شرافتوں کا معدن　　ہو درود تجھ پہ ہر دم
تیری ذات اونچی پھر بھی　　تیری شان انکساری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

تو ستائشوں کے قابل　　تیرا ذکر میرا فن ہے
مرے دل کی دھڑکنوں میں　　شب و روز موجزن ہے
تیری یاد کی جوانی　　سے دلوں کی آبیاری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

ذرا دیکھ لو مدینہ　　یہاں رحمتوں کے بادل
یہ تلاوتوں کی محفل　　یہ عبادتوں کی منزل
کوئی رو رہا ہے پیارا　　ہے درود لب پہ جاری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

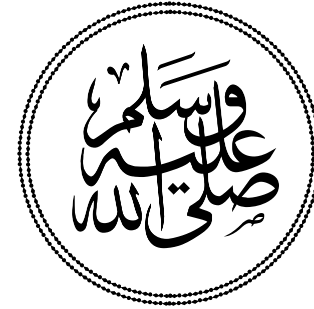
میں کیا کہوں صحابہ　　شہِ دوجہاں کے پیارے
وہی یار ہیں نبی کے　　وہی دین کے ستارے
ہے بلند ان کا رتبہ　　وہ قرآن کے تھے قاری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

اسی امّتِ نبی کو　　کہیں لگ گئی ہیں نظریں
جو تھی ایک، لڑ رہی ہے　　یہی آ رہی ہیں خبریں
کبھی ایک پٹ رہا ہے　　کبھی دوسرے کی باری

تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری

تیرا نام ہے محمدؐ تیری مِدحتیں میرا فن
ہو نثار تجھ پہ آقا میری شاعری کی دھڑکن
ہے رضاؔ کی بس تمنا تیرے دیں پہ جاں نثاری
تیری ہر ادا ہے پیاری
تیری شان خاکساری



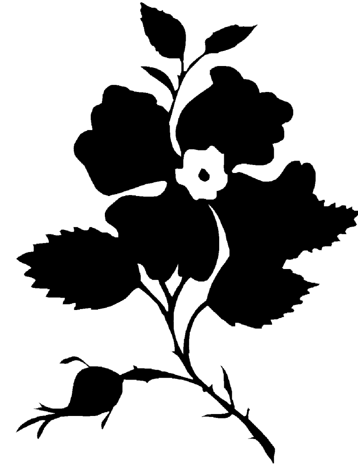
شانِ حبیبِ کبریا

عرب کے خارزاروں میں چمن بن کر گلاب آیا
خلیل اللہ نے مانگی دعا ، رب کا جواب آیا
مسلسل نور نکلا آمنہ کے جسم سے پھیلا
حقیقت ڈھل گئی سانچے میں جب اُمّی کو خواب آیا
جہالت چھاگئی تھی ہر طرف افکارِ عالم پر
شبِ ظلمت کی قسمت جاگ اُٹھی، اِک آفتاب آیا
غرورِ تاجِ کسریٰ دب گیا صحرائے فارِس میں
ہوا قیصر زبوں ، صدمے سے اس کو پیچ وتاب آیا
محمد مصطفیٰ سے پہلے ہر سو خستہ حالی تھی
گھٹا سے نور برسا، رحمتِ حق کا سَحاب آیا
مزاجِ دہر پہ چھائے تھے گھرے غم کے اندھیرے
کِھلا روئے زمیں تا حشر، اقرأ کا خطاب آیا
نصاریٰ دور تھے توحید سے ، تثلیث میں سب گم
مئے توحید کی رنگینیوں میں پھر شباب آیا
شہد کو چھوڑ کر حنظل لیا اور حق سے منہ موڑا
حنین و بدر میں کفار پر سیلِ عذاب آیا

زمیں کا ذکر کیا ہے آسماں پر معجزہ دیکھو
اشارہ کر دیا دو نیم ہو کر ماہتاب آیا

چمن زاروں پہ مستی چھاگئی گلرنگ ہے مٹی
عرب کے ریگزاروں میں رضاؔ رنگِ عناب آیا

مسلماں کی حویلی میں تلاوت شمع محفل تھی
تعجب ہے تلاوت کی جگہ چنگ و رُباب آیا



ہدیۂ نعت

ذکرِ رسول باعثِ اجر و ثواب ہے
مدحِ نبیؐ پاک سعادت کا باب ہے

ذکرِ خدا ہے دل کی غذا روح کی بقا
ذکرِ رسول آبِ بقا لا جواب ہے

کر وَقف نعتِ پاک میں اوقاتِ زندگی
یہ ہے سکونِ قلب سراسر ثواب ہے

رحمت کی موج آئی ہوائیں بدل گئیں
فاراں کی چوٹیوں میں شریعت مآب ہے

آیا رسول فیض کا چشمہ اُبل پڑا
نازل امامِ بزمِ رسل پر کتاب ہے

مانگا عمر خدا سے، دعا ہوگئی قبول
اُمت پہ ہے شفیق دعا مستجاب ہے

دیدار کی طلب میں تڑپتے ہیں رات دن
مشتاقِ جلوہ کے لئے دوری حجاب ہے

شرمندہ آفتاب جمالِ نبی سے ہے
ممکن ہے دیدِ حسن کہ ہیبت نقاب ہے

آبِ زلالِ تشنہ لباں مدحِ مصطفیٰ
لیلیٰ کی زلفِ خم کا فسانہ سراب ہے

روشن رہے گی حشر تلک شمعِ مصطفیٰ
جو شمعِ حق بجھائے گا خانہ خراب ہے

جس کو نبی کے دین سے نسبت ہوا ے رضاؔ
لوگوں میں محترم ہے، مکرم، جناب ہے



’’نہیں دو جہاں میں مثالِ محمد ﷺ‘‘

نہیں دو جہاں میں مثالِ محمدؐ
زمانے میں اعلیٰ خصالِ محمدؐ

عرب میں عجم میں بجا ان کا ڈنکا
چمکتا ہے ہر سو کمالِ محمدؐ

سخاوت میں ابرِ بہاری ہے پیچھے
تھا اوجِ سما پر نوالِ محمدؐ

مسلمان سب جھوم کر پڑھ رہے ہیں
یہ صلِّ علیہ و آلِ محمدؐ

لبوں پر ہے صلِّ علیٰ کا ترانہ
تصور میں عکسِ جمالِ محمدؐ

مدینہ بنا شہرِ فیضانِ ہجرت
مسرت میں بدلا ملالِ محمدؐ

شب و روز ہر لمحہ میری دعا ہے
ہو میری زباں پر مقالِ محمدؐ

زمیں بوس کسریٰ کا ایوانِ شوکت
جہاں پر ہے حاوی جلالِ محمدؐ

کوئی رو رہا تھا کوئی دم بخود تھا
بڑا حادثہ تھا وصالِ محمدؐ

نگاہوں کے ہیرے عقیدت کے تارے
مجھے دل سے پیارے جبالِ محمدؐ

ہو قربان فقرِ نبی پر اَمیری
نگینوں سے بَرتر سفالِ محمدؐ

زمانے کے مایوس تشنہ لبوں نے
پیا جام نو لازوالِ محمدؐ

نبی کی محبت میں پگھلادیا تن
مشقت میں یکتا بلالِ محمدؐ

وہ اعدا سے انصاف کرتے رہے بھی
ترازو کے پلڑے قتالِ محمدؐ

رِضاؔ سِرِّ وحدت میں ڈوبا ہوا ہے
لبوں پر ہے موجِ زُلالِ محمدؐ

’’ہو مبارک تمھیں خوشبوؤں کا چلن‘‘

سج گئی بزمِ حق، مسکرایا چمن
مضمحل ہر گھٹن، آگیا گلبدن

تھا پسینہ معطر، بدن ریشمی
جسم اقدس پہ تھا، حسن کا پیرہن

ٹل گئی ہر بلا، آئی بادِ صبا
رحمتِ حق کا دریا، ہوا موجزن

شمع روشن ہوئی، آگیا وَالقلم
بن گئی ہر طرف، علم کی انجمن

نفرتیں مٹ گئیں، وحشتیں ہٹ گئیں
اوس وخزرج ہوئے، ایک جان ایک تن

بت پرستی نے لیں، موت کی ہچکیاں
بت پرستی گئی، جلوہ گر بت شکن

جب اجالوں کا دریا، زمیں پر بہا
ظلمتیں رو پڑیں، نورِ حق خندہ زن

اُن کی تعلیم و تہذیب و تادیب سے
ہر صحابی بنا، مثل دُرِّ عدن

عشقِ احمدؐ کا، مصعب کو چسکہ لگا
سادگی آگئی، مٹ گیا بانکپن

مسکرائے تو ہر سو، شگوفے کھلے
اُن کی آمد سے بے آب صحرا دلہن

اے مسلماں تمہیں، اور کیا چاہئے
ہو مبارک تمھیں خوشبوؤں کا چلن

وہ مدینے گئے، کچھ تعجب نہیں
ہر وطن عطر و نکہت کا اپنا وطن

روزِ محشر شفاعت کی اُمید پر
ہو مدینے کے مدفن میں میرا دفن

دین پھیلا گئے نور برسا گئے
ورنہ بے شک رِضاؔ منزلیں تھیں کٹھن

''چمن کے پھول طیبہ کے درودیوار یاد آئے''

میں جب بھی لوٹ آیا مصطفیٰ ﷺ ہر بار یاد آئے
چمن کے پھول طیبہ کے درودیوار یاد آئے

بقیع وروضۂ اقدس، اُحد کا دامنِ عظمت
چلا میں ہر طرف انوار ہی انوار یاد آئے

وطن کی یاد ہجرت کا سفر محبوبِ عالم کا
بیاباں، کانٹے اور راستے دشوار یاد آئے

حدیبیہ میں ملتے تھے لعاب جو اپنے چہروں پر
نبی پاکؐ کے وہ پاک طینت یار یاد آئے

یہ اُمت ہوگئی ہے گردشِ ایام میں بے بس
صلاح الدین غازی دافعِ کفار یاد آئے

کسوو، چیچنیا، بیت المقدس پر نظر ڈالی
عمر، عثمان و خالد، حیدرِ کرار یاد آئے

جو خونیں معرکوں میں لذتوں کو لوٹ لیتے تھے
وہ پُراسرار غازی عشق میں سرشار یاد آئے

یہ اُمت کھوگئی ہے لعل وگوہر زر پرستی میں
فقر کا تاج سر پر بو ذر غفار یاد آئے

عَلم علم وعمل کا ہر طرف دنیا میں لہرایا
وہ دیوبندی اکابر باعمل اخیار یاد آئے

جو کانٹوں کو لبوں سے چومتے اور مسکراتے تھے
وہ پتلے روشنی کے صاحبِ کردار یاد آئے

غسل خوں سے کیا، آغوش بالاکوٹ میں سوئے
رِضاؔ کو عاشقانِ مصطفیٰ مشکبار یاد آئے

مدینہ ہی بتادے گا، نبی کی اتباع کیا ہے
خمر کے بہتے نالے برسرِ بازار یاد آئے

رِضاؔ اصحاب کے ہونٹوں میں ہردم نورِ یزداں تھا
کفر کی ظلمتوں سے برسرِ پیکار یاد آئے

''پُر بہار و جانفزاں طیبہ کی دھول''

ضابطہ ہے عشق میں بالکل فضول
اے مدینہ کیجئے مجھ کو قبول

عشق ہے دیوانگی کی انتہا
بے عمل نادان ہوں اور بے اُصول

ہے معطر عطر سے قلب و جگر
ذکرِ پیغمبر ہے رحمت کا نزول

سیرتِ احمدؐ ہے بر اَوجِ کمال
غیر کو ممکن نہیں اس کا حصول

مشک و عنبر عود کی خوشبو ہے کم
پُر بہار و جانفزا طیبہ کی دُھول

جو نبی کو حاضر و ناظر کہے
ہے غلط، وہ چپ رہے ماذا یقول

ہے نبی ہادی سبل، ختم الرسل
فیضِ احمدؐ سے مٹا جہلِ جہول

جب چلی طیبہ کی جانب سے ہوا
دامنِ دل میں سجے الفت کے پھول

ہے چراغِ حق ہوا پر خندہ زن
غمزدہ ناکام ہے ابنِ سلول

لطفِ جنت، بوئے گل، بادِ صبا
کتنے پیارے ہیں مدینے کے ببول

فرش سے افلاک تک ہے یہ صدا
شانِ احمدؐ میں ہیں حیراں سب عقول

قلبِ مضطر، دیدہ پر نم چاہئے
ہے مدینہ اے رِضاؔ شہرِ رسولؐ

’’جلوہ گاہِ مصطفیٰ میں چاکری کا شوق ہے‘‘

بلبلوں کو پھر چمن میں حاضری کا شوق ہے
عاشقوں کو عاشقی میں دِلبری کا شوق ہے [1]

غیر کے دَر سے ہٹادے یا الٰہی تو مجھے
جلوہ گاہ مصطفیٰ کی چاکری کا شوق ہے

جم گئی ہے حبِّ دنیا اُمتی کی عقل پر
اُمتِ احمد کو اب تن پروری کا شوق ہے

جان و زر حبِّ نبیؐ پاک میں کردو فدا
تم کو گر دونوں جہاں میں برتری کا شوق ہے

اے خدا لہو ولعب میں زندگی ضائع ہوئی
دل کی دنیا میں ہمیشہ بہتری کا شوق ہے

چاہتا ہے اُمتی آغوشِ رحمت بار بار
ہاں مگر خلوت میں اس کو آزری کا شوق ہے

کیف و مستی بے خودی جوشِ جنوں درکار ہے
جس کو بھی راہِ خدا میں حیدری کا شوق ہے

کھو گئے ہم بے تحاشا مغربی تہذیب میں
کرۂ ارضی میں پھر بھی رہبری کا شوق ہے

رنگِ گل، بوئے چمن، حسنِ سخن بھی چاہئے
نعتِ احمد میں رِضؔا کو شاعری کا شوق ہے

(١) اس مصرعہ میں آیت ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ کی طرف اشارہ ہے کہ اتباع ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دراصل ذریعہ ہے اللہ کا محبوب بن جانے کا جو صرف مقصود ہی نہیں بلکہ فلاح ونجات دارین کا سبب اور مامور بہ بھی ہے۔١٢ مرتب۔

’’اُن کے دامن میں پنہاں نجاتِ بشر‘‘

ہے محمدؐ کی آمد طلوعِ سحر
آئے گردش میں سورج ستارے قمر

کوچۂ یار ہے عاشقوں کی طلب
اس کے کانٹوں میں پوشیدہ پھولوں کا گھر

اُن کی سنت پہ چلنا ہے فضلِ خدا
اُن کے دامن میں پنہاں نجاتِ بشر

اُن کے اسمِ گرامی میں ہیں لذتیں
ہے اِطاعت میں مفتوح جنت کا دَر

تم دیارِ حرم میں رہو با ادب
پھر سکوں ہوگا ہر وقت ہی جلوہ گر

جس کے سینے میں ہوتی ہے حبِّ نبی
اُس کے اعضاء میں دیکھو گے اُس کا ثمر

آ کے لایا ہوں سوغاتِ حبِّ نبیؐ
ہے حضوری کی خاطر مبارک سفر

نامِ اللہ شیریں ہے مثلِ عسل
نامِ احمد کا ہے مثلِ شیر و شکر

خوشبوؤں سے ہے ہر سو معطر فضا
رحمتوں کے سمندر میں آئی لہر

یاد آتا ہے مجھ کو مدینہ سدا
وہ ہے رحمت کا جلوہ وہ کحل البصر

ہو زباں پر ہمیشہ درود و سلام
مدحِ خیر الوریٰ ہو رِضؔا عمر بھر

”ذرا چل صبا تو بصد ادب کہ حبیب محوِ خرام ہے“

میں مریضِ عشقِ رسول ہوں، مرے لب پہ اُن کا پیام ہے
میرا ذہن اوجِ عروج پر، مرے دل میں اُن کا مقام ہے

جو مدینہ پہلے تھا منتشر، وہ مقامِ علم و عمل بنا
وہ مدینہ رشکِ جنان ہے ، وہ رسول ماہِ تمام ہے

کہو ہم نشین سے الوداع، چلو مصطفیٰ کے دیار میں
وہاں عاشقوں کو سکون ہے، کہ زباں پہ سب کی سلام ہے

جو زبان ہو شغلِ درود میں، وہ زباں نور ہی نور ہے
وہ لبیں ہیں پارۂ انگبیں، یہی وردِ عشق کا جام ہے

میں گیا وہاں تو جھکی نظر، وہاں حاضری تھی بچشمِ تر
ذرا چل صبا تو بصد ادب، کہ حبیب محوِ خرام ہے

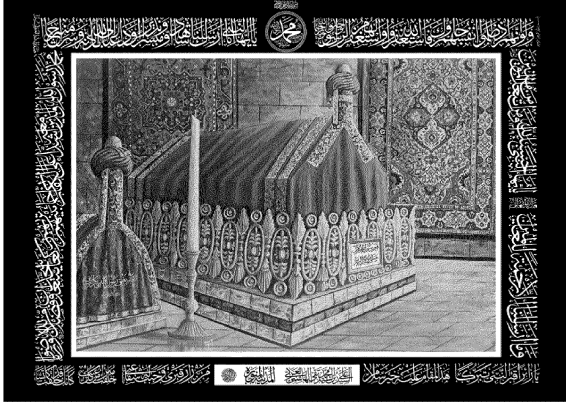
وہ ہے جلوہ گاہِ رسولِ حق، ہیں سعادتیں وہاں رات دن
وہ سحر بھی شعلۂ نور ہے ، وہ عجیب رونقِ شام ہے

یہ حدیثِ پاک کا زمزمہ، ترے لب کی جنبشِ ناز ہے
یہ نماز میں صف متحد، شہِ دوسرا کا نظام ہے

ہے بلند رسول کا مرتبہ، کہ ملک بھی ہمدمِ راز تھا
تو حریمِ قدس کو دیکھ لے ، وہی مقتدا وہ امام ہے

مجھے جانتی ہیں یہ ملتیں، ہوں فدا رسول کے دین پر
مجھے کہکشاں میں چھوڑ دو، کہ اِسی میں نورِ ظلام ہے

یہ اُمید ہے ، میں ہوں منتظر، یہی مدعیٰ میرا مختصر
دمِ حشر کہہ دے وہ برملا، کہ رِضا بھی میرا غلام ہے



صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

نازشِ عالم، صدقِ مجسم ابرِ بہاری، جودِ مسلم
علم کا پیکر، چاند مصور ذکرِ محمدؐ، قندِ مکرر
رہبرِ اعلیٰ، قائدِ اعظم فیض سے روشن کردیا عالم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشر کا رہبرِ اعلیٰ روئے زمیں پر افضل و اولیٰ
آخری آمد پھر بھی مقدم جہدِ مسلسل، دیدۂ پرنم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

بحرِ سخاوت ہاتھ بھی خالی شانِ محمدؐ شان نرالی
ذکرِ الٰہی ہونٹ پہ ہر دم کردیا بالا دین کا پرچم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ ہدایت، نیرِ تاباں ختمِ نبوت اُن پہ نمایاں
مہرِ درخشاں، رحمتِ پیہم شافعِ اُمت، زخم کا مرہم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

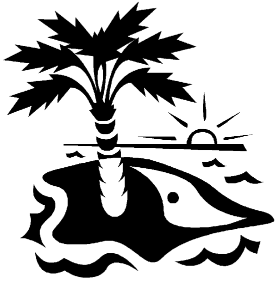
---

(۱) مندرجہ بالا نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین پر کہی گئی ہے، جس پر کافی شعرا طبع آزمائی کرچکے ہیں۔ مذکورہ بالا اشعار گلستانِ نعت میں ایک حسین پھول کا اضافہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

چشمۂ عرفاں مرشد و آقا خوب مٹایا مرقس و لوقا
پولس و متی ہوگئے سب گم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

آج ہے ہم پر فرقت بھاری اشکِ ندامت سب پر طاری
حبِّ نبی ہے دافعِ ہر غم ان کی شریعت، نور کا قلزم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

عشق میں پیہم ہجر کے صدمے منہ میں رِضؔا کے پیار کے نغمے
حبِّ نبی میں روتا ہے ہر دم آپ ہی دلبر، قلب کے محرم
صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم



''اے دوست محمد کا رتبہ، افلاک سے بڑھ کر عظمت میں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول میں دنیا میں تشریف لائے، اسی ماہ میں یہ نعت کہی گئی، مشہور یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

یہ ماہِ ربیع الاول ہے وہ نورِ ہدایت یا د آئے
وہ مخزنِ حکمت دل میں ہے وہ بحرِ رسالت یاد آئے

اے دوست محمد کا رتبہ افلاک سے بڑھ کر عظمت میں
معراج کا زینہ شاہد ہے وہ صاحبِ عظمت یاد آئے

جب آئے زمیں پر فخرِ زماں دنیا کو بنایا رشکِ جناں
تشنوں کو پلایا بادۂ نو، وہ بحر سخاوت یاد آئے

دنیا تھی سراپا ویرانہ، عالم تھا بتوں کا دیوانہ
باطل کو دبایا زیرِ زمیں، وہ صاحبِ شوکت یاد آئے

گفتار بھی ان کا حجت ہے افعال بھی ان کے لافانی
محبوب ہمارا لاثانی، اذکارِ محبت یاد آئے

افکار میں آئی بیداری، مسلم کو سکھائی خود داری
باطل کو سنائی بیزاری، وہ کانِ شجاعت یاد آئے

سردارِ رسل تھے فخرِ وجود، ہوں ان پہ ہمیشہ لاکھوں درود
شفقت کا خزانہ جود ہی جود، وہ پیکر شفقت یاد آئے

بو بکر و عمر، عثمان و علی، تابندہ ستارے ہیں سارے
جب دین کا پرچم بالا تھا، ادوار خلافت یاد آئے

صحرائیں بھی ان سے تابندہ، توحید کی خوشبو پائندہ
انوارِ مدینہ رخشندہ، انصارِ نبوت یاد آئے

ہر وقت ہماری ہے یہ دعا: مل جائے ہمیں محبوبِ خدا
آثارِ محمد میں بے شک، انوارِ عنایت یاد آئے

وہ بحرِ کرم جیحونِ سخا، کرلیں گے شفاعت تیری رِضا
نفسی نفسی کے عالم میں، لمحاتِ شفاعت یاد آئے

اللھم صل علی محمد
النبی الامی وآلہ وسلم



جذبِ جنوں

(غزلیات)

رونقِ بزم کی آنکھوں میں غزل بنتی ہے
لوحِ ہستی پہ نگاہوں کی ادا اچھی ہے
عالمِ شوق میں نیچی ہوں نگاہیں میری
تابشِ نور میں آنکھوں کی حیا اچھی ہے

رضاؔ

''جلوۂ نور پہ زلفوں کی گھٹا اچھی ہے''

جلوۂ نور پہ زلفوں کی گھٹا اچھی ہے — موسمِ گل میں بہاروں کی فضا اچھی ہے
عاشقِ زار کی عادت بھی نرالی دیکھی — اس کے ہاں عید کی شب آہ بکا اچھی ہے
لالہ و گل پہ تبسم کی کلی کھلتی ہے — جورِ الفت کے لئے دل کی غذا اچھی ہے
سب طبیبوں نے کہا، نبض کی حرکت دیکھی — شربتِ وصل کی معلوم دوا، اچھی ہے
آہ کی باد پہ بس میں نے قناعت کرلی — دل کے امراض میں یہ بادِ صبا اچھی ہے
نابلد کوچۂ الفت میں پڑا رہتا ہوں — چھوڑ کر سب کو فقط اس کی رضا اچھی ہے
رونقِ بزم کی آنکھوں میں غزل بنتی ہے — لوحِ ہستی پہ نگاہوں کی ادا اچھی ہے
بے زبانوں کو محبت نے زبان دے دی ہے — عشقِ پائندہ کی ہر ایک عطا اچھی ہے
عالمِ شوق میں نیچی ہوں نگاہیں میری — تابشِ نور میں آنکھوں کی حیا اچھی ہے
شب کی زنجیر میں آنکھیں ہیں مقید میری — مرغِ گھڑیال کی تنبیہ و صدا اچھی ہے
شورِ بازار سے اب ہوگئی نفرت مجھ کو — سرِّ وحدت میں، میری نشو ونما اچھی ہے
ہر گھڑی بھیک ترے در پہ طلب کرتا ہوں — کوچۂ یار میں آوازِ گدا اچھی ہے
مرحبا گردشِ افلاک ذرا رک جاؤ — شب کی ظلمت میں محبت کی ندا اچھی ہے
ناصحا عشق کی توبہ سے توبہ میری — بے وفائی کی خزانوں میں وفا اچھی ہے

موسمِ فصل دو یا جلوہ نمائی بخشو
پُر مسرت ہے رِضؔا تیری قضا اچھی ہے

''میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں''(۱)

اخوت جان میری، عشق کو رہبر بناتا ہوں — میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں
بھڑکتی آگ ہر سو دیکھ کر رختِ سفر باندھا — ہوا کے دوش پر الفت کا اب عسکر بناتا ہوں
تباہی دیکھی ایٹم بم کی، میزائل کی، ٹینکوں کی — مزہ آئے گا، اب میں موم کا پتھر بناتا ہوں
دیوانہ آ گیا، آنکھیں شرابی اور کہتا ہے — کہ مسجد توڑ کر، مسجد سے میں مندر بناتا ہوں
عمر گزری ہے جھگڑوں میں، مزہ آئے گا الفت میں — حرم ہو دیر ہو الفت بھرا منظر بناتا ہوں
مجھے ساقی کی آنکھوں نے شراب ایسی پلائی ہے — کہ اپنی جھونپڑی سے پہلے، تیرا گھر بناتا ہوں
بہت اچھا، تمھیں وہ کاغذی لشکر مبارک ہو — مگر میں صبحِ روشن امن کا زیور بناتا ہوں

رِضؔا دیوانگی ہے یا یہ ہے اخلاص کا جذبہ
کہ میں کانٹوں کے اوپر پھول کا بستر بناتا ہوں

---

(۱) چند سال پہلے بی بی سی لندن اردو سروس نے یہ طرحی مصرعہ نشر کیا تھا: ''میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں'' اور اربابِ سخن وشعرائے کرام کو اس مصرعہ پر غزل لکھنے کی دعوت دی تھی۔ جن دنوں یہ مصرعہ بی بی سی لندن کی اردو نشریات سے حضرت استاذ مکرم کے کانوں میں پہنچا، انہی دنوں بعض انتہا پسند ظالم ہندوؤں نے قدیم بابری مسجد کو شہید کیا تھا۔ حضرت استاذ مکرم کا ذہن اس واقعہ سے بہت متاثر اور قلب مغموم تھا، چنانچہ اسی حادثہ سے متاثر ہوکر مذکورہ بالا طرحی مصرعہ پر یہ غزل کہی، لیکن یہ غزل بی بی سی لندن اردو سروس کو بھیجنے کی نوبت نہ آئی۔ ۱۲ مرتب

''بہت خلوص سے ہم، غم تمام لیتے ہیں''

قدم قدم پہ محبت کا نام لیتے ہیں
لبوں سے جذبۂ الفت کا جام لیتے ہیں

بھری نگاہ سے دیکھوں، یہ کیسے ممکن ہے
تصورات سے آنکھوں کا کام لیتے ہیں

تڑپ کے روئے، تڑپنے کی آرزو بھی ہے
خود ہی شکار ہوئے، خود ہی دام لیتے ہیں

فراق، تہمتیں، رسوائیاں، جگر کے داغ
بہت خلوص سے ہم، غم تمام لیتے ہیں

خدا کی شان اندھیرے سے اب محبت ہے
شمع کی لو میں محبت کی شام لیتے ہیں

خموشیٔ شبِ تاریک کے مسافر ہیں
جو زادِ راہ بنے، وہ کلام لیتے ہیں

کچھ عرصہ ہو گیا شامل ہوا ہوں رندوں میں
جو سب کو چھوڑ کے دار السلام لیتے ہیں

رضائے حق ہو رِضاؔ ایسے کام کرتا جا
وہ روزِ حشر میں سچے غلام لیتے ہیں



''منقارِ دل پہ بارِ تمنا ہے آفریں''

نوری بدن میں نور کا دریا ہے آفریں
سینے میں حدّ وسعتِ صحرا ہے آفریں

خلوت میں ذکرِ یار کی ہلکی پھوار ہے
تسبیح کائنات کا غوغا ہے آفریں

تاروں کا رقص، ماہِ تمام و سکون قلب
پہلو میں آہ و درد کی دنیا ہے آفریں

زلفِ بہار زینتِ آغوش پھر بنی
خوشبوئے مشک وعود کا دھارا ہے آفریں

حاضر ہوں تیرے در کی گدائی کے شوق میں
منقارِ دل پہ بارِ تمنا ہے آفریں

پوشیدہ میرے حسنِ تغزل میں آپ ہیں
الفاظ میں صراحی و مینا ہے آفریں

قطعاً نہیں رہا مجھے بیماریوں کا خوف
قلبِ حزیں میں جب سے مسیحا ہے آفریں

ذراتِ عشق دل کے دریچے میں تہہ بہ تہہ
پہلو میں عشقِ یار کا سودا ہے آفریں

آئینۂ حسین کی حاجت ہے کب اسے
جو قلب نورِ مے سے مصفّیٰ ہے آفریں

ہو بزمِ یار سامنے یا رزم کا سماں
ہاتھوں میں میرے دید کی صہبا ہے آفریں

ساون نہیں ہے موسمِ رخ کی بہار میں
پھر بھی ہجومِ عشق کا دعویٰ ہے آفریں

رندوں کی سیر و ہمتِ مردانہ دیکھئے
بستر کی تہہ میں عالمِ بالا ہے آفریں

حلاّج بھی تو بچ نہ سکا اوجِ دار سے
رسوائیوں کا خوب تماشا ہے آفریں

اطوارِ کائنات کا تیور بدل گیا
رندوں کے نیچے نقشِ مصلیٰ ہے آفریں

رنگِ گلاب، چرخِ کہن، کرۂ حسیں
صانع کی صنعتوں کا نظارہ ہے آفریں

مایوسیوں کو دل سے ہٹایا ہے بار بار
صبحِ ازل سے وعدۂ فردا ہے آفریں

اخلاص کے سحر سے منور ہے کارواں
انوارِ شب سے خلدِ مجلّیٰ ہے آفریں

خلوت گزین کوئے محبت میں ہے رِضاؔ
شب خیز زمزموں کا سہارا ہے آفریں

”ہم بھی شامل ہوئے اب شمع کے پروانوں میں“

دل کو قربان کیا عشق کے میدانوں میں
ہم بھی شامل ہوئے اب شمع کے پروانوں میں

ترے خیال سے مہکا رہے مرا گلشن
تیری قسم، نہیں رہنا مجھے مکانوں میں

غموں کے باغ میں غنچہ ترے تبسم کا
بہار آئی اچانک مری خزانوں میں

زکوٰۃِ عشق ادا کر، جہنمی نہ بنو
بہت پڑی ہے یہ دولت ترے خزانوں میں

فضائے باغ معطر ہے، گل مہکتے ہیں
چہک رہے ہیں پرندے عجب ترانوں میں

سکوت صبر تھا طاری مرے سمندر میں
نگاہ عشق نے ڈالا ہے امتحانوں میں

طبیبِ ناز نے دیکھی نبض تو فرمایا
تو بھی دیوانہ ہوا رہتا ہے دیوانوں میں

نہیں انسان، جو واقف نہیں محبت سے
کیا ہوا، رہتا ہے تو رہنے دو انسانوں میں

اگر نہ دیکھ سکا ، پھر بھی دیکھ لیتا ہوں
کہ میں نے آنکھ لگائی ہے اپنے کانوں میں

کیا ہے صبر بہت، عشقِ یار کی خاطر
وگرنہ صبر کی ہمت کہاں پٹھانوں میں

رِضاؔ نے پل تھا بنایا وصال کی خاطر
پلِ صراط مرا بہہ گیا بہانوں میں



”یہاں پہ فیضِ محبت کے جام چلتے ہیں“

کبھی ہے آہ، کبھی آنسو نکلتے ہیں
یہاں پہ فیضِ محبت کے جام چلتے ہیں

کبھی یہ زرد رخاں خوب چیخ اٹھتے ہیں
کبھی یہ انجمنِ ناز میں سنبھلتے ہیں

اٹھو یہاں سے رقیبو! نظر نہ لگ جائے
مرے چمن میں محبت کے پھول کھلتے ہیں

زمین فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتی ہے
کبھی جو باغِ محبت میں یار ملتے ہیں

نظر اٹھا کے نہ چلنا شفا نہ پا جائیں
تری گلی میں وہ بیمار جو ٹہلتے ہیں

معاف کرنا، نصیحت نہ کیجئے ناصح
خوشی سے آؤ یہاں، سب کے دل بہلتے ہیں

نقابِ زلف میں چلنے سے احتیاط ذرا
تری نگاہ سے اخیار بھی بدلتے ہیں

نہ چھیڑ سازِ محبت کو بربطِ دل پر
مگر میں کیا کروں، افکار جب مچلتے ہیں

ترے جوار میں ممنونِ دردِ الفت ہوں
ترے پڑوس میں اسرار مجھ پر کھلتے ہیں

یہ بادہ نوش جدائی سے دور مرتے ہیں
اگر قریب میں آئیں تو خوب جلتے ہیں

خمار کیوں نہ ہو زاہد کے کیف و مستی میں
رِضاؔ کے ذہن سے اشعار جب ابلتے ہیں



''سنا تھا ہم نے بہاروں میں اب خزاں نہیں''

زبان سے عشق کا دعویٰ، مگر فغاں نہیں
ہزار بول مگر اشک بھی رواں نہیں

بلند ہے وہ ستاروں کا ہمنشیں ہوکر
ملوں گا کیسے، مرے پاس نردباں نہیں

فدا ہو تجھ پہ مری جاں، روح و دل مرا
سوائے اس کے مرے پاس ارمغاں نہیں

ہے مدتوں سے مرے دل میں جلوۂ جاناں
بلندیوں پہ مرا دل ہے آسماں نہیں

فراق آ ہی گیا عشق کی جوانی میں
سنا تھا ہم نے بہاروں میں اب خزاں نہیں

ہر اِک ادا سے ٹپکتی ہے سادگی میری
ہزار بار کہوں میں کہ میں پٹھان نہیں

رِضاؔ فسانۂ مجنوں مٹا دیا تم نے
ہے دل میں عشق، مگر عشق کی زبان نہیں



''جس گھڑی سے کاسۂ دل میں محبت آ گئی''

کیا ہوا مجھ کو طبیعت میں نزاکت آ گئی
جس گھڑی سے کاسۂ دل میں محبت آ گئی

میں نے سوچا کیا حرج ہے عشق کے اظہار میں
سچ کہا میں نے تو اِک بھاری مصیبت آ گئی

جب سے الا اللہ کی دل نے لگائی ضرب ہے
جانِ من ایوانِ شیطاں میں قیامت آ گئی

دل نے چاہا توڑ دوں توبہ جوانی ہی تو ہے
نفس امارہ سے دل میں کیا شرارت آ گئی

نام آتے ہی زباں پر مست ہو جاتا ہوں میں
ھُو زباں پر آ گیا، کیا کیا حلاوت آ گئی

چوٹ کھانے کا مزہ، تم اہل دل سے پوچھ لو
چوٹ کھائی، چوٹ پر سرکار راحت آ گئی

موج دریا تھی، مگر وہ بن گئی سچ مچ سراب
اس کہ تہہ میں بھی محبت کی حرارت آ گئی

عاشقی پر اس نے جب مانگی صداقت کی دلیل
آنسوؤں اور گرم آہوں کی شہادت آ گئی

عشق میں جلتے رہو اور جوش میں ہلتے رہو
اے رِضاؔ اب جھومنے میں خوب لذت آ گئی



فیضانِ عشق

جب سے ملا سکون مجھے عشق و پیار میں
لگتا نہیں ہے قلب کسی کار و بار میں

بارانِ اشک، خونِ جگر، دل میں آندھیاں
حالت مری عیاں ہے، اگر ہوں ہزار میں

بسمل پڑا ہوا ہے ترے ناز کا شہید
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ترے انتظار میں

شب کی خموشیاں ہیں، ستاروں کی روشنی
آرزو تڑپ رہی ہے میرے دل کی نار میں

دار و رسن کی بات ہے، عہد کہن کی یاد
اب خون بہہ رہا ہے ہمارا قطار میں

اے ناصحا دوبارہ نصیحت نہ کیجئے
اب تو وہ بس چکا ہے دلِ غمگسار میں

جاگا ہوں ساری عمر جدائی کے دشت میں
مجھ کو سکون مل گیا تیرے جوار میں

اس آگ نے تو عقل کا خرمن جلا دیا
سب کچھ لٹا چکا ہوں، اسی خارزار میں

باد صبا بتاؤ یہ کیسی بہار ہے؟
مجھ کو تو پھول مل نہ سکا مرغزار میں

رخ کے چراغ سے یہ نظارہ تو دیکھ لو
اٹکا ہوا رضاؔ ہے تیری زلف تار میں



دردِ دل

(اپنے وطن پاک کے حالات اشعار کے آئینہ میں)

آندھی کی محبت میں تباہ اپنا وطن ہے
پژمردہ یہاں سنبل و گل سرو سمن ہے

بارش کی لطافت مجھے تسلیم ہے لیکن
تلوار بکف اوٹ میں سورج کی کرن ہے

ظالم کے لئے بچھ گیا ایوان میں مخمل
مظلوم کی تقدیر میں پھر دار و رسن ہے

کاشانہ مسیحا کے لیے بن گیا مقتل
اغیار یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا وطن ہے

جو لوگ بغل میں کبھی رکھتے تھے کتابیں
اب چلتے ہیں مسجد میں تو پہلو میں کفن ہے

یہ کچھ نہیں، لیلیٰ سے محبت کی سزا ہے
ورنہ تو خرابات میں نغموں کا چلن ہے

جب پیار ہے تجھ سے، تیری ہر چیز ہے پیاری
ہر میکدۂ علم میں پوشیدہ عدن ہے

شر، خیر کو کہتے ہیں سلاطینِ زمانہ
بلبل کی جگہ باغ میں اب زاغ و زغن ہے

بیمار لبِ گور کو کہتے ہیں توانا
نسوار کو کہتے ہیں کہ یہ مشکِ ختن ہے

ہشیار سمجھتا ہے اشارات و کنایہ
کم فہم سخن کے لیے بیکار سخن ہے

جس نوع کو اغیار پلاتے ہیں شہادت
اس نوع کا ہر فرد رضاؔ فخرِ زمن ہے

''کچھ صبر کرو سب کو منائیں گے ستارے''

جب ہے شبِ تاریک تو چمکیں گے ستارے
اِس رات کی قسمت کو بدل دیں گے ستارے

چھینا ہے رقیبوں نے حبیبوں سے تبسم
جب عید میسر ہو تو ہنسیں گے ستارے

آئے گی صدا کان میں دشمن کی ہے میت
حاضر یہ جنازہ ہے پڑھا دیں گے ستارے

بھیجیں گے یہ پیغامِ سحر، شمس و قمر کو
یارو یہاں آجاؤ یہ کہہ دیں گے ستارے

پھر ہوگی امیری پہ فقیری کی حکومت
کانٹوں کو بھی پھولوں سے ہٹا دیں گے ستارے

تکتے ہیں بہت لوگ بہت دیر سے راہیں
کہتے ہیں کب آئیں گے، کب آئیں گے ستارے

یہ عہدِ کرامات ہے مایوس نہ ہو تم
اللہ نے چاہا تو پھر اُٹھیں گے ستارے

بارود کی بدبو بھی بدل جائے گی اے جاں
خوشبو میں نہائیں گے تو مہکیں گے ستارے

مٹ جاؤ گے اے محوِ تغافل ذرا جاگو
ہو جائے گی جب دیر تو روٹھیں گے ستارے

مکتب بھی ہے مغموم، ہر ایک فرد ہے مبہوت
کچھ صبر کرو سب کو منائیں گے ستارے

دیکھی تھیں جو اُلفت میں محبت کی بہاریں
اُمید ہے وہ پھر سے دکھائیں گے ستارے

بجھتا ہوا دِیوا ہے ، مگر تیل ہے باقی
تنکوں میں رِضاؔ آگ لگا دیں گے ستارے

''ہر سمت منور تھی کہاں نور نہیں تھا''

جب تیری محبت میں مخمور نہیں تھا
گم نام تھا اَطراف میں مشہور نہیں تھا

وہ خوب زمانہ تھا کبھی ہوش، کبھی جوش
تھا دور، مگر پھر بھی کبھی دور نہیں تھا

ساقی کی نوازش ہے پلاتا ہے صبح، شام
ورنہ تو محبت کا یہ دستور نہیں تھا

یاد آیا مجھے نور کی گردش کا زمانہ
ہر سمت منور تھی کہاں نور نہیں تھا

اِک صف میں تھے سلطان وگدا دونوں برابر
اُس دور کا سلطان بھی مغرور نہیں تھا

ٹھکراتا رہا فقر بھی کسریٰ کی خدائی
مزدور بھی مسرور تھا مجبور نہیں تھا

خانقاہ کا وعدہ تھا مگر بن گیا مقتل
یہ جھوٹ کا وعدہ ہمیں منظور نہیں تھا

ہر سمت میں دیکھا کوئی لنگڑا کوئی لُولا
جب پاس گیا میں کوئی معذور نہیں تھا

بے جاں ہے عصا اس میں کلیمی نہیں بالکل
تھی برق مگر پاس کہیں طور نہیں تھا

تھا وردِ زبان دار و رسن دار و رسن ہی
جب جھانک لیا میں نے تو منصور نہیں تھا

مزدور کے غمخوار نے مجبور رلایا
خونخوار تھا وہ ہمدمِ مزدور نہیں تھا

گرداب سے کشتی کو بچانے کا تھا دعویٰ
اب کہتا ہے ملاح یہ مقدور نہیں تھا

یہ تیری نوازش ہے رِضاؔ اڑنے لگا اب
ورنہ تو کبھی پہلے وہ مسرور نہیں تھا


سوز وساز
(نظمیں)



کلامِ خدا

یہ کلامِ خدا جس کے سینے میں ہے — ہے معطر مزہ اس کے جینے میں ہے
رب نے نازل کیا لیلۃ القدر میں — تحفۂ حق مبارک مہینے میں ہے
ہادیٔ خلق ہے، مرہمِ قلب ہے — جذب کی خاصیت اس نگینے میں ہے
پڑھتا جا، چڑھتا جا، یہ ندا آئے گی — یہ ترقی تلاوت کے زینے میں ہے
فکرِ فردا کرو، موجِ غم بھول جا — ہر بلا سے نجات اس سفینے میں ہے
معرفت کے جواہر سدا لوٹ لو — دونوں عالم کی خیر اس خزینے میں ہے
لائے دل کی دوا، جبرئیل آگئے — صبح خورشید ظاہر مدینے میں ہے
ہم سمجھتے ہیں قرآن کو ابرِ کرم — اور ابو جہل حیران کینے میں ہے
جگمگاتا ہے دل میرا قرآن سے — دُرِّ ناسفتہ اک ایسا سینے میں ہے
بحرِ موّاج میں موتیاں ہیں نہاں — دولتِ معرفت اس دفینے میں ہے
جو پسینہ بہائے قرآں سیکھ کر — رحمتِ لم یَزل اس پسینے میں ہے
معصیت خار ہے، چاک دامن ہوا — وحیِ قرآں رفو، اس کے سینے میں ہے
بھول جاؤ گے شیر و شکر کا مزہ — نوشِ جاں ہو حلاوت سکینے میں ہے
جس کے دل کا قرآں سے تعلق نہ ہو — سنگ لگتا ہوا آبگینے میں ہے
یہ سکھائے گا تم کو نظامِ بقا — زندگی کی نظافت قرینے میں ہے

تشنہ کامی کا قرآں ہے آبِ بقا
اے رضاؔ شربتِ وصل پینے میں ہے

ختمِ نبوت و دعوتِ دین

کون ہے جو عظمتِ اسلام سے واقف نہیں — سرورِ کونین کے پیغام سے واقف نہیں
جس کو شانِ دعوتِ دینِ نبی معلوم ہے — ہر گھڑی بے چین ہے آرام سے واقف نہیں
مدعی لاکھوں ہیں، میدانِ عمل میں صفر ہیں — نام سے واقف بہت ہیں کام سے واقف نہیں
مرحلے کچھ سخت بھی آتے ہیں عشقِ یار میں — پوچھ لو گر عشق کے اس بام سے واقف نہیں
جو حرارت کی تپش میں رات دن بیتاب ہے — وہ بیچارہ موسمِ کالام سے واقف نہیں
رات کی ظلمت مٹادو ''لاتخف'' پڑھتے رہو — جس کو فکرِ صبح ہو وہ شام سے واقف نہیں
مرکزِ افکار ہے قرآن مؤمن کے لیے — مصر کے دامن میں وہ اہرام سے واقف نہیں
کام طاغوتی ہیں جس کے احمدی کے نام پر — وہ بیچارہ وحی اور الہام سے واقف نہیں
جانتا ہوں ملتِ اسلام کے غدار کو — کون ہے جو کاذب اور بدنام سے واقف نہیں
جو بہشتی مقبرے (۱) کے شوق میں گمراہ ہوئے — جنت الفردوس کے انعام سے واقف نہیں
زندگی گزری ہے جس کی دین کی تحریف میں — حشر سے ڈرتے نہیں، بلعام سے واقف نہیں
ہوں غلام اس شاہ کا جو سرورِ کونین ہے — درسِ شفقت دے گئے ہاں دام سے واقف نہیں

بن گئے ہیں اے رضاؔ اب خود فروشاں غمگسار
جو بیچارے درد و غم کے نام سے واقف نہیں

(۱) قادیان میں مرزا نے ''بہشتی مقبرہ'' کے نام سے ایک منافع بخش کاروبار شروع کیا، جس کی نظیر اس سے پہلے ملنا مشکل ہے۔ اس مقبرہ کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا اور ایسی ترغیب وتشویق کے ساتھ لوگوں کو اس جہنم کی طرف دعوت دی گئی کہ لوگ گراں بار رقموں کے ساتھ اس مقبرہ میں قطعۂ لحد پانے کو پروانۂ مغفرت اور بخشش کی ضمانت سمجھنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں نے زرِ کثیر خرچ کر کے نہایت عقیدہ ومحبت سے اس جہنم کو آباد کرنا شروع کر دیا اور اب یہ نہایت ہی منافع بخش کاروبار اور عظیم الشان محکمہ بن چکا ہے۔

نغمۂ مؤمن

ہر اِک مقصد میں اللہ کو پکارا تھا، پکاریں گے / اسی کے سامنے سر کو، جھکایا تھا جھکائیں گے
وہی حاضر، وہی ناظر، وہی قادر، وہی ناصر / وہی محبوب ہے اس کو، منایا تھا منائیں گے
وہی معبود ہے کہہ دو، وہی مسجود ہے سمجھو / وہی حاجت روا سب کو، بتایا تھا بتائیں گے
غلاظت کفر ہے جانو، نجاست شرک ہے یارو / جنازہ بت پرستی کا، نکالا تھا نکالیں گے
فقط توحید کے ہر دم رہیں گے عاشق وہمدم / اسی توحید کا ڈنکا، بجایا تھا بجائیں گے
کہاں جائز ہے یارو یا علی یا غوث کا نعرہ / الٰہی المدد نعرہ، لگایا تھا لگائیں گے
شرابِ معرفت پی ہے، ہمیں سنت سے ہے الفت / ہمیشہ اس کی زلفوں کو، سنوارا تھا سنواریں گے
نہ ڈرتے ہیں کسی سے ہم، نہ بکتے ہیں، نہ جھکتے ہیں / بھری محفل میں یہ نغمہ، سنایا تھا سنائیں گے
یہ سچ ہے شیخ جیلانیؒ ولی محبوب سبحانی / مگر اس نام کا بکرا، نہ مانا تھا نہ مانیں گے
ہے بدعت پھول کی چادر مزاروں اور قبروں پر / گلوں کا ہار قبروں پر، نہ ڈالا تھا نہ ڈالیں گے
رسول اللہ بشر ہیں ہر جگہ حاضر نہیں واللہ / اکابر نے یہی نسخہ، سکھایا تھا سکھائیں گے
ہمارے رہبر وقائد وہ دیوبندی اکابر ہیں / جنھوں نے شرک وبدعت کو، مٹایا تھا مٹائیں گے
کفن بردوش رہتے تھے، مگر شب خیز راتوں میں / چراغِ عشق رونے سے، جلایا تھا جلائیں گے
رقیبو! خوب سن لو ہم سے، یہ مذہب کتابی ہے / رواج ورسم پر تیشہ، چلایا تھا چلائیں گے
اگر رہتے ہو دنیا میں تمھیں معلوم یہ ہوگا / ہمیشہ ہم نے لوگوں کو، جگایا تھا جگائیں گے
ہمارا کام ہے بس زخم سہنا فکرِ امت میں / بزرگوں نے یہی بیڑا، اٹھایا تھا اٹھائیں گے
رسولِ پاکؐ کا رتبہ بلند ہے عرش وکرسی سے / دلوں میں ان کی سنت کو، سجایا تھا سجائیں گے

رِضؔا کے دل میں پیغمبر کی سنت سے محبت ہے
مشائخ نے اسی پر خون، بہایا تھا بہائیں گے

''نورِ حق کی اٹھا زندگی میں لہر''

موت کے بعد ہوگا نیا اِک سفر / غفلتوں میں ہے ڈوبا ہوا بے خبر
حشر میں نیک اعمال ہیں رہنما / سیکھ لو تم یہاں ، روشنی کا ہنر
تم نے سمجھا ہے دنیا کو جنت حسیں / سوچ لو ہے یہ دنیا فقط رہ گزر
جی لگانا ہے کب، ہوشیاری یہاں / ساغرِ موت پی لے گا، ہر اِک بشر
موت کا پنجہ پکڑے گا ہر ایک کو / گرچہ ہوگا وہ دنیا میں شیر ببر
خوشبوؤں سے لحد کو معطر کرو / نورِ حق کی اٹھا، زندگی میں لہر
عشقِ احمد میں بن جاؤ آتش صفت / آہ کی لو سے گرما دو ٹھنڈی سحر
ہے بکا قیمتی شب کے لمحات میں / بحرِ عرفاں میں ہوتے ہیں پنہاں گہر
دور ہوتے ہیں ہم گلشن خیر سے / ہم نے سینے پہ رکھا گناہ کا شرر
حبِ دنیا میں ڈوبے ہیں دن رات ہم / ڈالتا ہے ہر اِک اپنے اوپر ضرر
جتنا کرتے رہو گے عمل دین پر / ہوگا عقبٰی میں چین وسکوں اُس قدر
دیکھتے ہیں کہ میت لحد میں بسی / اِن جنازوں کا ہم پر نہیں ہے اثر
دنیوی زندگی چند روزہ ہے بس / زندگی لمبی ہوگی لحد میں بسر
قلب وسمع و بصر کی حفاظت کرو / حور اور جنتیں آپ کی منتظر
پر بچھاؤ تواضع سے خاکی ہو تم / باغِ جنت میں لگ جائیں گے تم کو پر

رحمتوں میں لپیٹو الٰہی رِضؔا
معصیت میں ملوث رہا عمر بھر

”بازارِ غم کو آج سجایا نہ کیجئے“(۱)

مجھ کو شرابِ درد پلایا نہ کیجئے
بازارِ غم کو آج سجایا نہ کیجئے

اُمت کے درد وفکر میں ڈوبا ہوا ہوں میں
رویا ہوں مجھ کو اور رلایا نہ کیجئے

الفت کہاں گئی وہ محبت کہاں گئی
دیوار نفرتوں کی بنایا نہ کیجئے

عجب ونمود وکبر سے، نفرت کی آگ سے
اے دوست اپنے گھر کو جلایا نہ کیجئے

ہر سو میں دیکھتا ہوں تو بچے اداس ہیں
بچوں کے منہ سے لقمہ چھڑایا نہ کیجئے

اے لیڈرانِ قوم خدا را ذرا سا ہوش
نفرت کا دیو شوم نچایا نہ کیجئے

پہلو میں قلب ہو تو یہ فریاد سن مری
کچھ رحم کھا کے ہم پہ، تماشا نہ کیجئے

اِک تن ہے اِک بدن ہے یہ ملت مرے عزیز
اعضائے اِک بدن کو لڑایا نہ کیجئے

ہم سب تھے ایک ظالم وغاصب سے درنبرد
دل سے کبھی یہ بات مٹایا نہ کیجئے

اِک زندگی رہی ہے رِضؔا طاقِ کاخ میں
ہرگز چراغِ زیست بجھایا نہ کیجئے

---

(۱) کئی سال سے کراچی، حیدرآباد اوران کے گردونواح میں انسانیت کے خلاف زبردست بغاوت چل رہی ہے، جب بھی حکمرانوں کے چہرے بدلتے ہیں اور پرانے چہروں کی جگہ نئے چہرے آتے ہیں تو وہ حالات کو سدھارنے اور سیلاب کا رخ موڑنے کے وعدے کرتے ہیں، لیکن دن بدن حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل حضرت استاذ مکرم نے پھر سندھ میں ظلم اور دہشت گردی کی دہشت ناک خبریں سنیں تو نوک قلم سے دردوغم میں ڈوبتے ہوئے یہ چند اشعار نکلے، جونذر قارئین ہیں۔۱۲ مرتب

”ٹوٹے گا زورِ کفر کا نازک زجاج ہے“

افغانیوں کے دیس میں سنت کا راج ہے
طلاب رہنما ہیں شریعت سراج ہے

جیتے رہیں خوشی میں رہِ حق کے راہ رو
سینے میں جوش سر پہ عدالت کا تاج ہے

ہر رُخ پہ ریش چاند کا ہالہ بنا ہوا
پابندیوں کی زد میں قمار و بیاج ہے

اغیار کی نظر میں ہے انصاف ظلم وجور
حیراں ہوں ان کے ملک میں کیسا رواج ہے

ظلمت کدہ میں دیکھ حماقت کی انتہا
ہے فرینڈ شپ ثواب، عقوبت زواج ہے

قانونِ حق کی نہر میں آبِ زُلال ہے
بگڑا ہوا ہمارا تمھارا مزاج ہے

کہتے ہیں طالبان کہ موتی ہے مسلمہ
گھر پر رہے ضرور بہت کام کاج ہے

افغانیوں کا جام ہے شیریں وخوش مزہ
افرنگیوں کا شہد بھی کھارا اُجاج ہے

نکلے ہیں شیرِ شُکر ہے اپنے کچھار سے
جنگل میں لومڑی کی صدا احتجاج ہے

ابنائے دیوبند کی قربانیوں کا پھل
دھرتی پہ خونِ سرخ کی چھینٹوں کی لاج ہے

افغان قوم خوب مجاہد تھی کل تلک
دُشمن یہ کہہ رہا ہے کہ ظالم وہ آج ہے

قدوسیوں کے پاس ہے ارواح کی غذا
دجال کے کمال کی منزل اناج ہے

ہے باعثِ سکینہ خلافت کا ارتقا
مغرب کے قصرِ شیشہ میں کیوں ارتجاج ہے

سرمایۂ حیات ہمارا ہے دینِ حق
اغیار کے خیال میں سب کچھ سماج ہے

قانونِ رب کی قوت وعلم وعمل بہم
افغاں کی سرزمیں پہ عجب امتزاج ہے

شمشیرِ حق ہے پنجۂ آہن کے زیرِ کف
ٹوٹے گا زورِ کفر کا، نازک زجاج ہے

عیاشیوں میں گم ہے مسلماں کی نسلِ نو
ہر سربراہِ ملک بھی زیرِ خراج ہے

تہذیبِ غرب نور سے نفرت کرے رِضؔا
اندھیریوں میں گم ہو تو پھر کیا علاج ہے

تحفۂ عروس (۱)

نکاح عقدِ مسنون دکھے دل کا مرہم — یہ فرما گئے ہیں رسولِ مکرم
یہ شادی ہے بے شک محبت کا زینہ — بہاروں کی آمد صبا کا ترنم
ہو شادی کی تقریب سب کو مبارک — یہ نعمت خدا کی، طہارت کا پرچم
فضاؤں میں عقدِ نکاح جلوہ گر ہے — مبارک، مبارک، مبارک ہو پیہم
گلستاں پہ شادابی سایہ فگن ہے — امیدوں کی نکہت بہارِ مجسم
نہ رقص وطرب ہے نہ لہو ولعب ہے — یہ شادی ہے پر رونق و رشکِ عالم
الٰہی عطا کردے زوجہ کو برکت — بہاروں کی فرحت، مسرت ہو ہر دم
تو اولادِ صالح سے گود اُن کی بھردے — رہیں رات دن ہر گھڑی شاد و ہمدم
عطا کردے شوہر کو تو ہر سعادت — رہے دور ان سے زمانے کا ہر غم
چھٹی شب کی ظلمت، ہوا نور پیدا — یہ جوڑا رہے گا دل آویز باہم
ہے مطلوب ہر لمحہ دلہا دلہن سے — عبادت، طہارت، مودّت، ترحم
محبت کا پہلا یہ رنگیں قدم ہے — دعا ہے ہماری عداوت رہے گم
حقوقِ شریعت اگر ہوں گے پورے — نہ ہوگی لڑائی، نہ ہوگا تصادم
عبادت خدا کی کرو پیارو ایسی — کہ خوف خدا سے رہیں آنکھیں پرنم
شریعت کا دامن اگر چھوڑدیں ہم — تو دنیا میں دنیا بنے گی جہنم
اگر دین پر گامزن ہم رہیں گے — نہ مظلوم ہوگا کوئی بھی، نہ ظالم
یہ پرکیف مجلس سکوں ہی سکوں ہے — خوشی کی فضا میں اکٹھے ہوئے ہم

رضاؔ کی دعا ہے یہ دل سے ہمیشہ
الٰہی تو برسادے الفت کی شبنم

(۱) محترم مولانا زکریا گنگات ری یونین، فاضل دارالعلوم زکریا کی ہمشیرہ کی شادی کے موقع پر مولانا زکریا اوران کے والد محترم غلام محمد صاحب کی فرمائش پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم کہی، ناموں کو حذف کر کے یہ نظم نذر قارئین ہے۔۱۲مرتب

مکتوبِ حرم

یہ تصور بھی روح پرور ہے — علمِ دیں کی کتاب دربر ہے
گیسوئے حاشیہ میں گم ہر دم — آپ کے ہاتھ میں گلِ تر ہے
چشم بد دور، علم کی خدمت — واہ واہ آپ کا مقدر ہے
مفتیِ اعظم کی جانفزا محفل — جن کو فقہ و حدیث ازبر ہے
شیخ مفتی ولی حسن بے شک — اس زمانے میں مفتی اکبر ہے
مہتمم کی مثال عنقا ہے — حسنِ اخلاق کا وہ مظہر ہے
شیخ ادریس کی عبادت واہ — جن کی ہر اِک ادا مطہر ہے
ابن مختار کی سخاوت سے — ہر گھڑی شکوہ سنج سمندر ہے
شاہ صاحب ہے محترم واللہ — علم وتقویٰ ،نسب میں بہتر ہے
شیخ لدھیانوی قلم بر کف — ملکِ تحریر کا سکندر ہے
شیخ بدیع الزماں کی خوشبو سے — پھول مہکے فضا معطر ہے
شیخ عبد الرزاق با اخلاق — آبِ شیریں و حوضِ کوثر ہے
جو بھی رہتا ہے اس حدیقہ میں — فلکِ نور پر وہ اختر ہے
شیخ پختہ وہاں محمد ہے — کانِ دیوبند کا وہ گوہر ہے
ہم سبق ہم نشین ہے میرا — نام نامی محمد انور ہے
شیخ عبد القیوم ، کیا کہنا — جس کا گرویدہ بندہ احقر ہے
خانہ کعبہ میں روح کی تسکین — بوستاں کا حسین تصور ہے

یہ ہے خوش قسمتی، ملا مجھ کو   حرم پاک جو منور ہے
مفتی خالد بھی ساتھ ہے میرے   جو بہت خوبیوں کا مصدر ہے
سب کے ہاتھوں میں جامِ کہنہ ہے   مے فروشوں کے پاس ساغر ہے
ساتھ ہے مفتی نظام الدین   علم و اخلاق میں بلند تر ہے
شیخ کامل فضل محمد ہے   نعرۂ جوش کا قلندر ہے
عرض ہے آپ بھولئے نہ مجھے
یہ رِضا بھی دعا کو مضطر ہے

۱۹۸۵ء میں اللہ تعالی نے حضرت استاذ مکرم کو عمرہ کے لیے جانے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے بعد حج کے لیے مکہ مکرمہ میں رہنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ چونکہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کی تدریسی زندگی چھوڑ کر حج و عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، اس لئے حرمین کی لذتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود جامعہ بنوری ٹاؤن میں اسباق شروع ہونے کے بعد جامعہ کی یاد ذہن کے دریچوں میں بادصبا بنتی رہی اور اساتذہ کرام کی محفلیں یاد آتی رہیں۔ انھیں ایام میں آپ نے اپنے ہم وطن ہم پیالہ وہم نوالہ مولانا قاری حافظ مفتاح اللہ صاحب مدرس جامعہ کو ایک مفصل خط لکھا جس میں ایک نظم کے تحت اساتذہ جامعہ کا مختصر تذکرہ بھی آ گیا تھا۔ اس نظم میں اساتذہ کرام کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ان حضرات کا ذکر خیر بھی ہے۔ کچھ مختصر تصرف واضافہ کے ساتھ یہ نظم نذر قارئین ہے۔

اس نظم میں جن اساتذہ کرام کا تذکرہ ہے ان کے اسمائے گرامی بالترتیب یہ ہیں:

۱- حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہ۔
۲- حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۳- حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ۔
۴- حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۵- حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۶- حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۷- حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مہتمم جامعہ۔
۸- حضرت مولانا محمد صاحب سواتی فاضل دیوبند۔
۹- حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب۔
۱۰- حضرت مولانا بدیع الزماں صاحب۔
۱۱- حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب۔
۱۲- حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ۔
۱۳- حضرت مولانا فضل محمد صاحب۔
۱۴- حضرت مولانا مفتی خالد صاحب۔

بزمِ ادب لینیشیا (۱)

یہ لینیشیا میں جو بزمِ ادب ہے   ضروری ہے قومی بقا کا سبب ہے
ہے اردو کا فیضِ رواں ہم نشینو   یہ لذت کا منبع سدا روز و شب ہے
سمندر کی تہہ میں جو موتی نہاں ہیں   ترے ہاتھ میں آئیں وہ کیا عجب ہے
ہمیشہ ترقی پہ بزمِ ادب ہو   یہ میری تمنا، تمنائے سب ہے
یہ فارسی کی ہمسر یہ عربی کی بیٹی   شریف النسب ہے کریم الحسب ہے
جو انگلش کی لذت کو اردو میں ڈھونڈے   یہ جنگل میں شہزادیوں کی طلب ہے
مسرت کے نغمے ہیں ہر اِک زباں پر   کہ آئی ہے اردو، یہ شور و شغب ہے
ہم آتے ہیں مشرق سے اور مشرقی ہیں   گر اردو نہ سمجھیں خدا کا غضب ہے
تمدن ہے یورپ کا تاریکیاں ہیں   محافظ ہمارا ہمیشہ سے رب ہے
جو عربی زباں ہے مری جان جاں ہے   یہ قرآن و گفتار اُمی لقب ہے
شریعت کا دامن سدا تھام لو تم   شریعت پہ چلنا ہمارا مذہب ہے
ہیں اردو کی کرنیں ضیا پاش ہر سو   فدا اس پہ سارا عجم اور عرب ہے
تم اردو کے بن جاؤ اس کے علاوہ
رِضا چھوڑ دو باقی لہو و لعب ہے

(۱) بعض احباب نے لینیشیا، جنوبی افریقہ میں ''بزمِ ادب'' کے نام سے ایک انجمن بنائی، جس کی پہلی میٹنگ میں حضرت استاذ مکرم کو بھی دعوت دی گئی تھی، اسی موقع پر بزمِ ادب کے لیے آپ نے یہ نظم کہی جو نذر قارئین ہے۔ ۱۲مرتب

''البدر'' کے نام [1]

نور پھیلے گا ہر سو یہاں سے　　آئے گی اب مدد آسماں سے
ہر سو پھیلاؤ تم رب کی عظمت　　دین کے دشمنوں سے ہو نفرت
دین بن جائے تیری طبیعت　　ہے مسلَّم مسلماں کی جرأت
نشرِ دیں ہوگا پیر و جواں سے　　یہ توقع ہے اس گلستاں سے

نور پھیلے گا ہر سو یہاں سے
آئے گی اب مدد آسماں سے

بدر ہے شعلۂ نورِ عرفاں　　یہ ہے ہمت عزیمت کا ساماں
یہ بزرگوں کی خوشبو کا فیضاں　　یہ ہے اخلاص و انوار و ایقاں
علم آیا قلم اور زباں سے　　کاٹو ناسور سیف و سناں سے

نور پھیلے گا ہر سو یہاں سے
آئے گی اب مدد آسماں سے

عشقِ احمد سے ہے تیری مستی　　کیسے ممکن ہے اب تیری پستی
جلدی آگے بڑھو چھوڑ سستی　　نعرۂ حق بنے تیری ہستی
آہ نکلے گی دردِ نہاں سے　　دھواں اٹھتا ہے بس ہر مکاں سے

---

(۱) ایک ملک میں ''البدر'' نامی تنظیم بنی، جس کا مقصد اپنی جان و مال اور دین کا دفاع تھا، تنظیم بنانے والے حضرات کی فرمائش پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم تحریر فرمائی۔ ۱۲ مرتب

نور پھیلے گا ہر سو یہاں سے
آئے گی اب مدد آسماں سے

جس نے شمعِ شجاعت جلائی　　اس کے دامن میں ہے ہر بھلائی
ظلم میں پستے ہیں تیرے بھائی　　منتظر تیری جنت طلائی
کیسے رخ پھیروگے بے کساں سے　　شعلہ لے لو رِضا ضو فشاں سے

نور پھیلے گا ہر سو یہاں سے
آئے گی اب مدد آسماں سے



مسجدِ ابرار [1]

یہ ابرار مسجد نوید سحر ہے　　تجلی کا مرکز عبادت کا در ہے
مبارک ہو مسجد کی تکمیل سب کو　　یہ اخلاصِ نیت کا شیریں ثمر ہے
جھکائے گا ہر دم مسلماں یہاں سر　　عجب نورِ عرفاں یہاں جلوہ گر ہے
بہت دلربا جامع مسجد کا منظر　　یہ اللہ والوں کا کحل البصر ہے
عبادت کا مشعل یہاں پر ہے روشن　　مکمل ہے مسجد جو زیرِ نظر ہے
عطا کردے بانی کو اللہ برکت　　کہ تکمیلِ مسجد پہ خوش ہر بشر ہے
کیا جس نے تعمیر میں کچھ تعاون　　تو فردوس میں اُس کا بھی مستقر ہے
یہ ہے باغِ جنت سکوں کا خزانہ　　ہو معمور دن رات جنت کا گھر ہے
ہو دنیا میں مسجد سے تیری محبت　　قیامت میں سایہ ترا منتظر ہے
یہ تقویٰ کا چشمہ، عبادت کا مخزن　　مگر مرد مومن بہت بے خبر ہے
یہاں پر عیاں ہوگا وحدت کا نقطہ　　مسلماں، مسلماں سے شیر وشکر ہے

رِضاؔ ختم ہو جائے گی فانی دنیا
یہ مسجد تو عقبیٰ کا زادِ سفر ہے

(۱) رستمبرگ، جنوبی افریقہ میں حافظ یوسف صاحب حافظ جی کی زیرنگرانی مسجد کی تکمیل ہوئی۔ مسجد کا نام حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کے نام پر ''مسجد ابرار'' رکھا گیا، حضرت استاذ مکرم نے ان کی فرمائش پر یہ نظم لکھی۔ ۱۲ مرتب

سلام الوداعی [1]

منور فضا میں پیام الوداعی　　سنو ہم نشینوں سلام الوداعی
رہی زندگی تو ملاقات ہوگی　　سحابِ محبت کی برسات ہوگی
خدا کی مدد بے پناہ ساتھ ہوگی　　ملاقات میں دین کی بات ہوگی

نہیں ہے فراغت یہ کام الوداعی
سنو ہم نشینوں سلام الوداعی

محبت سے تم نے گزارے ہیں لمحے　　تلاوت کی خنکی کتابوں کے سائے
علومِ رسالت میں گزرے شبینے　　جماعت کی رونق مشائخ کے جلوے

زباں پر ہے رقصاں کلام الوداعی
سنو ہم نشینوں سلام الوداعی

أَيَا دَارَنَا كُنْتِ غَيْثًا غَزِيْرًا　　سَقَيْتِ بَنِيكَ شَرَابًا طَهُورَا
فَنَشْكُرُكِ نَحْنُ شُكْرًا كَثِيرًا　　فَكُنْتِ كَأُمٍّ عَطُوفًا صَبُورَا

پلایا ہے ساقی نے جام الوداعی
سنو ہم نشینوں سلام الوداعی

(۱) دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ میں ہر تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے، جس میں فارغ التحصیل طلبہ کو اسناد اور دستار فضیلت دی جاتی ہے۔ حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم دسمبر ۱۹۹۸ء کے سالانہ جلسہ میں سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے کہی۔ ۱۲ مرتب

رہو نور افشاں ہماری دعا ہے — زمانے میں تجھ سے تلاطم بپا ہے
اٹھو نبض پر تیرا دستِ شفا ہے — تو شعلہ تو مرہم تو غنچہ کشا ہے

بہارِ چمن تیرا نام الوداعی
سنو ہم نشینوں سلام الوداعی

کتابوں کی زلفیں سنوارا کرو تم — شریعت سے کانٹے ہٹایا کرو تم
رہِ حق میں محنت خدا را کرو تم — دعا میں رِضاؔ یاد رکھا کرو تم

بنو راہِ حق کے غلام الوداعی
سنو ہم نشینوں سلام الوداعی



خداحافظ (۱)

تو عالم بنا یہ خدا کا کرم ہے — مگر مجھ کو تیری جدائی کا غم ہے
ہے علمِ شریعت محبت کا زینہ — دلوں کی طلب اور آنکھوں کا نم ہے
اکابر کی میراث، عشقِ محمدؐ — یہ بارانِ رحمت یہ ابرِ کرم ہے
مبارک ہو سیرابیٔ علم تم کو — کہ حاصل تمھیں علمِ شاہِ امم ہے
مگر علم پر ہے عمل بھی ضروری — عمل کے سوا علم کب محترم ہے
معطر ہے سارا جہاں علمِ دین سے — حقیقت میں یہ ارمغانِ حرم ہے
فدا ہو ہمیشہ تو علم و عمل پر — کہ تاریکیوں میں یہ شمعِ امم ہے
تو دنیا میں لہرائے گا دیں کا پرچم — تری یہ فضیلت بھی کیا کوئی کم ہے
پلایا ہے استاذ نے علمِ قرآں — احادیث کا علم تیرا علم ہے
چکھا ہے یہاں بورئے کا مزہ جب — تو دنیا کی رنگینی زیرِ قدم ہے
تو چمکا دے ہر ایک کو یا الٰہی — ہماری دعا بس یہی دم بدم ہے
ہے دل کا سکوں علم فخرِ رسل میں — یہ دنیائے فانی صنم ہے صنم ہے
تری حدِّ محنت ہو دیں کی بلندی — ترے ہاتھ میں جان لے جامِ جم ہے

رِضاؔ اپنی قسمت پہ نازاں ہے ہر دم
کہ مصروفِ خیرات اس کا قلم ہے

(۱) دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ میں ۱۹۹۶ء کے سالانہ جلسہ میں فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم کہی، جس میں مبارک باد کے علاوہ نصائح، مفید باتیں اور مستقبل کے لیے رہنما ہدایات شامل ہیں۔ ۱۲ مرتب

’’تم کو ہو حفظِ قرآں مبارک‘‘(۱)

تم کو ہو حفظ قرآں مبارک
خوشبوؤں کا گلستاں مبارک

رحمتوں کی ہے بارش مسلسل
دل کے کعبہ میں فیضاں مبارک

تم کو سائل سے بڑھ کر ملے گا
یہ خدا کا ہے پیماں مبارک

دل کی آنکھوں نے انوار چومے
قلب ہے نور افشاں مبارک

رہنما نردبانِ ترقی
برگِ گل شمعِ تاباں مبارک

پستیوں سے نکالے گا تم کو
ظلمتوں کا چراغاں مبارک

حق تعالیٰ سے ہے ہم کلامی
خوفِ حق دیدہ گریاں مبارک

بوجھ سے اونٹنی لڑکھڑائی
کتنا بھاری ہے فرماں مبارک

ہے تلاوت سے شیریں دہانی
انگبیں روح و ریحاں مبارک

تم کو دولت ملی دوجہاں کی
روحِ عالم کا درماں مبارک

یہ فضیلت بھی کیا کوئی کم ہے
لب پہ ہر لمحہ فرقاں مبارک

یہ نمازوں میں پڑھنے کی مستی
رات کو عشقِ رمضاں مبارک

گرمی نور حق رات دن ہے
یہ سحر یہ شبستاں مبارک

یہ شرف یہ دلوں کی جلا ہے
یہ شفاعت کا ساماں مبارک

حفظِ قرآن فقیری نہیں ہے
تاج ہے اِس میں پنہاں مبارک

اس خزینے میں خلعت چھپی ہے
یہ قیامت میں برہاں مبارک

اس چمن میں سکوں خیمہ زن ہے
رب کی جانب سے مہماں مبارک

ہیں دلوں میں مسرت کی لہریں
ختم سے چشمِ خنداں مبارک

مرتبہ آپ کا تا ثریا
ہے رِضاؔ تم پہ قرباں مبارک

(۱) بعض احباب کے بچوں کے حفظِ قرآن کی تکمیل کے موقع پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم تحریر فرمائی۔

’’مبارک ہو تم کو یہ ختم بخاری‘‘(۱)

ہمارے مدارس کا فیضان جاری
مبارک ہو تم کو یہ ختم بخاری

یہ دل کی تمنا یہ احساں ہے یارو
کہ ’’قال النبی‘‘ ہے فضاؤں میں ساری

علوم نبوت دلوں کی جلا ہے
پڑی آپ پر ذمہ داری ہے بھاری

جو عالم ہو دن رات کرتا ہے محنت
قرار و سکوں میں عجب بے قراری

مشائخ کی محنت عجب رنگ لائی
کہ عشاق پر بے خودی سی ہے طاری

علوم نبوت میں خوشبو کی لہریں
یہ پھولوں کا گجرا یہ بادِ بہاری

جو فارغ ہوئے جاگ اٹھی ان کی قسمت
شگفتہ گلوں پر ہوا فضل باری

ہو پیشِ نظر علم و اصلاحِ باطن
ہے تبلیغ و دعوت کی بھی ذمہ داری

خوشی بھی یہی ہے مزہ بھی یہی ہے
کہ گلشن کی ہردم کرو آبیاری

منور کرو شش جہت علم دیں سے
رِضاؔ یہ زمیں ہے فقط بس ہماری

(۱) جنوبی افریقہ کے ایک مدرسہ میں پہلی مرتبہ ختم بخاری شریف کے موقع پر اہل مدرسہ نے نظم کی خواہش ظاہر کی، حضرت استاذ مکرم نے ان کی خواہش پر یہ نظم تحریر فرمائی، جس میں طلبہ کے لئے قیمتی نصائح بھی شامل ہیں۔

”یہ فراغت تمھیں مبارک ہو“(۱)

آپ کے دل میں نور ہے بے شک ذہن میں بھی سرور ہے بے شک
یہ فراغت تمھیں مبارک ہو علم مشعل ضرور ہے بے شک
ہم ہیں خوش آپ ہوگئیں فارغ علم بہتر شعور ہے بے شک
دل ہے مغموم اب جدائی پر دردِ فرقت سے چور ہے بے شک
یہ دعا ہے کہ رب رہے راضی آہ رب کے حضور ہے بے شک
علم جنت کا اِک وسیلہ ہے جہل سے خلد دور ہے بے شک
کیجیے سب معاف آخر میں جو ہمارا قصور ہے بے شک
علم دیں حق کی اِک تجلی ہے علمِ دین کوہِ طور ہے بے شک
یاد رکھو رِضؔا دعاؤں میں
مجرم و پُرقصور ہے بے شک

(۱) ایک مدرسہ کے درجۂ مشکوٰۃ کی طالبات نے خواہش ظاہر کی کہ ہم فارغ ہونے والی طالبات کی خدمت میں الوداعی نظم پیش کرنا چاہتی ہیں، ان کی فرمائش پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم تحریر فرمائی۔۱۲مرتب

شادی مبارک(۱)

آپ کو ہو مبارک خوشی عمر بھر نور کی آگہی ہے طلوعِ سحر
دوست واحباب بھی ہیں خوشی میں مگن ہو نسیمِ سحر کا یہاں پر گزر
ہے یہ شادی یقیناً خوشی کی کرن پُرمسرت ہو مادر، برادر، پدر
خوشبوؤں میں ہے لپٹی ہوئی یہ فضا فرحتوں کے سمندر میں آئی لہر
یہ نکاح لذتوں کا پیالہ نہیں یہ ہے بے شک ریاضت عبادت کا در
عقدِ مسنون میں خیر و انوار ہیں یہ ہے وحدت کا نقطہ یہ کحل البصر
وہ ہے بہتر جو بیوی کا ہو خیر خواہ ہر گھڑی یاد ہو قولِ خیر البشر
نیک اولاد اللہ کردے عطا لذتوں سے بھرا ہو شجر کا ثمر
بیوی ہر لمحہ خدمت میں ڈوبی رہے پھر سکوں ہوگا ہر لمحہ ہی جلوہ گر
ہو رگوں میں محبت کا جوش شرر اور زمیں پر ہو جنت نشاں ان کا گھر
ہو رِضؔا ان پہ بادِ صبا کا گزر
عشقِ احمد میں لپٹا ہو بس یہ سفر

(۱) دارالعلوم زکریا سے فارغ التحصیل عالمِ دین مولانا احمد مدنی کی شادی کے موقع پر ان کی فرمائش پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم کہی، جو ناموں کے حذف کے بعد ہر شادی اور ہر جوڑے کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

صد مبارک[۱]

باطل کی گندگی کو مٹاتے ہیں اہلِ حق / بادِ صبا میں عطر ملاتے ہیں اہلِ حق
زرخیز سرزمین میں اگتے ہیں پھول وپھل / شورہ زمین میں پھول اگاتے ہیں اہلِ حق
دنیا میں سب ہمارے اکابر ہیں درخشاں / خنجر کو آبدار بناتے ہیں اہلِ حق
شامل ہے ان کے خون میں سنت کی تازگی / بدعت کو زیرِ خاک دباتے ہیں اہلِ حق
اُمت ہے جن کے کفر کے فتووں سے چور چور / کندھوں پہ ان کو کیسے اٹھاتے ہیں اہلِ حق
ترجیح راجحات مبارک ہو آپ کو / یہ نغمہ صبح وشام سناتے ہیں اہلِ حق
عشاق میں شرابِ عزیمت کے جام سے / ہر لمحہ بار بار لٹاتے ہیں اہلِ حق
افغانیوں کے دیس میں جاگے ہیں طالبان / گردن کو راہِ حق میں کٹاتے ہیں اہلِ حق
انوار آگہی کے چمکتے ہیں دور سے / آنکھوں میں کحلِ نور لگاتے ہیں اہلِ حق
راتوں کو ذکر وفکر ، دعاؤں کی رونقیں / اوردن میں شمعِ خون جلاتے ہیں اہلِ حق
آہ و بکا سے زنگ مٹاتے ہیں قلب کا / آنکھوں میں جام عشق پلاتے ہیں اہلِ حق
رحمٰن کے عزیز کی قربانیوں کو دیکھ / ہر لمحہ روشنی سے نہاتے ہیں اہلِ حق
فیضانِ شیخ دل میں ہے ہر وقت موجزن / ہر لمحہ ظلمتوں کو ہٹاتے ہیں اہلِ حق
اُمت پڑی ہے ہر جگہ غفلت کی گود میں / خوابیدہ ہمتوں کو جگاتے ہیں اہلِ حق
طوفاں کا خوف جب بھی سمندر میں اے رِضاؔ / آیا مسافروں کو بتاتے ہیں اہلِ حق

(۱) سید علوی مالکی کی کتاب "مفاهيم يجب أن تصحح" کے ترجمہ پر بعض علمائے دیوبند نے تقریظات لکھیں، ان میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا نام سب سے نمایاں تھا، اربابِ فتوی اور اکابر علمائے دیوبند نے اس کتاب کے مندرجات سے اختلاف کیا اور اسے بریلویت کا شاخسانہ قرار دیا، خیر ہوئی کہ مولانا نے اپنی تقریظ سے رجوع فرمالیا، اور الحمد للہ یوں یہ فتنہ سرد ہوا، حضرت استاذ مکرم نے مبارک باد کے سلسلہ میں یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔ ۱۲ مرتب

ترانہ دارالعلوم زکریا

تعلیم عارفانہ ، انداز ساحرانہ / یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ
تجوید کا ترنم، تحفیظ کی صدائیں / تدریس کی جوانی، تفسیر کی ہوائیں
علم و ادب کی محفل، رہتی ہے جاودانہ
یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

ہر سو میں دیکھتا ہوں تنویر کی فضا ہے / باطل کے میکدوں میں فریاد ہے بکا ہے
لہرائے گا فضا میں ، حق کا یہ تازیانہ
یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

خوشبو بسی ہوئی ، موسم بہت سہانا / بادِ صبا کے جھونکو، دنیا کو یہ بتانا
ہر وقت گونجتا ہے، توحید کا ترانہ
یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

یہ دیوبند کی کرنیں، ہیں شعلہ زن یہاں پر / عظمت کا ابرِ رحمت، سایہ فگن یہاں پر
اب تیری عظمتوں پر، حیران ہے زمانہ
یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

اِک ہاتھ میں شریعت، اِک ہاتھ میں طریقت / قربان جاؤں تجھ پر، سینے میں ہے حقیقت
شاہانہ بانکپن میں، دلق قلندرانہ
یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

سارے دلوں کی دھڑکن، ہر درد کی دوا ہے　　دائم رہے یہ کوثر، بیمار کی شفا ہے

اللہ سے دعا ہے، ہم سب کی عاجزانہ

یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ

یا طالب العلوم، رحمت کو لینے آؤ　　قسمت بدلنے آؤ، حکمت کو لینے آؤ

سن لیجئے رِضؔا سے یہ حرف ناصحانہ

یہ مدرسہ ہمارا، ہے علم کا خزانہ



دار العلوم زکریا کا بیرونی منظر

ترانہ مدرسہ انعامیہ[1]

کہسار کی بلندی، عظمت نشاں ہمارا　　انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

قائم رہے ہمیشہ، یہ دین کا گلستاں　　افریقۂ جنوبی، کا ذرہ ذرہ تاباں

ظلمت کدہ میں سمجھو، یہ شمع آشکارا

انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

تبلیغ کی نوائیں، انعام کی دعائیں　　قرآن کی تلاوت، تعلیم کی صدائیں

علم و عمل درخشاں، ہر لمحہ یہ نظارہ

انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

تجوید کے ہیں نغمے، تفسیر کے ترانے　　فقہ و حدیث سیکھو، ہر علم کے خزانے

افریقۂ جنوبی، میں نور کا منارہ

انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

اسلام کی ہے شوکت، باطل کے دل پہ ہیبت　　پیمانۂ شریعت، یہ بادۂ محبت

بدلے گا جلدی تیرا، پھر زندگی کا دھارا

انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

یہ طور کی تجلی، یہ بادۂ مدینہ　　یہ نکہتِ معنبر، یہ نوح کا سفینہ

طلاب کا رِضؔا یہ، اب بن گیا سہارا

انعامیہ ہے بے شک، انوار کا ستارہ

(۱) جنوبی افریقہ کے مشہور شہر ڈربن کے نزدیک بعض احباب نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ استاذ مکرم نے منتظمین مدرسہ کی مدرسہ کے لیے مختصر ترانہ کی بار بار فرمائش پر مذکورہ بالا ترانہ تحریر فرمایا۔ ۱۲ مرتب

بنام جامعہ احسن العلوم (۱)

یہ چشمۂ فیضان ہے یہ نورِ سحر ہے
یہ جادۂ اسلاف ہے یہ نورِ قمر ہے

ہے گلشنِ اقبال میں فردوس کا منظر
مستقبلِ روشن کے لئے راہ گزر ہے

یہ مدرسہ ہے چہرۂ گیتی پہ تبسم
اس نور سے معمور سدا قلب وجگر ہے

بنتے ہیں اسی علم کے مرکز میں مجاہد
پروانۂ رحمت کی کیا تجھ کو خبر ہے

اس قصرِ معلیٰ میں دریچے بھی کھلے ہیں
اس گلشنِ تعلیم میں خوشبوئے عطر ہے

تھے اس کے لیے احمدِ رحمٰن دعا گو
دیکھو یہ بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے

روشن ہے یہ مینار تو بانی کو بھی دیکھو
یہ زرولی خاں شیخ کی محنت کا اثر ہے

لاریب کراچی میں ہے یہ حق کا منادی
سنت کی اشاعت کے لیے شیر ببر ہے

بدعات نے جب بھی کیا مسموم فضا کو
برہان کے ہتھیار سے وہ سینہ سپر ہے

گہرائی بھی سن لیجئے گیرائی بھی دیکھیں
یہ پختگی علم ہے یا نقشِ حجر ہے

ہے شیخ کی مہمان نوازی بھی مثالی
تعلیم سے مسرور بھی ہر فردِ بشر ہے

ہر سمت سے دیکھو گے طلبگار ستارے
رمضان میں تفسیر بھی مطلوبِ سفر ہے

اس آتشِ سوزان نے باطل کو مٹایا
یہ خرمن باطل کے جلانے کا شرر ہے

ہے علم کی تقسیم بھی سونے کی ولایت
اک ہاتھ میں تدریس ہے اک ہاتھ میں زر ہے

دائم رہے یہ فیض، جہانگیر وسلامت
اس نور کا ہر طالب حق دست نگر ہے

عاجز کی دعائیں ہیں کہ دائم رہے یہ فیض
اللہ کے دربار میں افگندہ بسر ہے

اس نور کی قندیل سے اطراف ہیں روشن
یہ نظم رضاؔ جامعہ احسن کی نذر ہے

(۱) جامعہ احسن العلوم، گلشن اقبال، کراچی کے مہتمم وبانی مولانا زرولی خان کی شب وروز محنتوں سے متاثر ہوکر یہ نظم لکھی گئی۔

قائم رہے ہمیشہ یہ تعلیمِ صالحات (۱)

قائم رہے ہمیشہ یہ تعلیمِ صالحات
رنگیں ہو اس بہار سے فردوس کائنات

تعلیم ہو یہاں پہ شریعت کی بے مثال
ہر صالحہ ہو زیورِ تقویٰ سے مالا مال

علم وعمل، خلوص و امانت میں ہو کمال
ہر ایک کو قبول کرے رب ذو الجلال

صرصر کے حادثات میں ہو دین پر ثبات
لغزش نہ دیں قدم کو بھی یورپ کے حادثات

قائم رہے ہمیشہ یہ تعلیمِ صالحات
رنگیں ہو اس بہار سے فردوس کائنات

تبلیغِ حق کی دے گا دمِ حشر رب جزا
قرآن اور حدیث سے دو ذہن کو جلا

لذت ہے اس کی خوب دو بالا ہے یہ مزا
اب یہ تمیز ہوگی یہ جائز یہ ناروا

پیدا ہوں تم میں رابعہ بصریہ کی صفات
دائم رہے ہمیشہ سعادت کا یہ قنات

قائم رہے ہمیشہ یہ تعلیمِ صالحات
رنگیں ہو اس بہار سے فردوس کائنات

غنچہ کشا ہے اور مرضِ جہل کی شفا
حیرانیوں کے دشت میں چلتی ہے یہ صبا

گم گشتگانِ علم و عمل آؤ مرحبا
کرتا رہے ترقی رضاؔ کی ہے یہ دعا

ہے موت جہل اور صفتِ علم ہے حیات
علم وعمل سے کرلو مزین تم اپنی ذات

قائم رہے ہمیشہ یہ تعلیمِ صالحات
رنگیں ہو اس بہار سے فردوسِ کائنات

(۱) ”اصلاح البنات“ جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں قائم بچیوں کا مدرسہ ہے۔ ارباب مدرسہ نے حضرت استاذ مکرم سے ایک نظم لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے ان کی فرمائش پر یہ نظم تحریر فرمائیں۔ ۱۲ مرتب

یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد [۱]

ہر لمحہ ترقی کرے ہر وقت رہے شاد — یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد
مٹ جائے جہل، علم کی مضبوط ہو بنیاد — بن جائے یہاں طالب دیں صاحبِ ارشاد
دیوبند کے مشائخ کا چمکتا ہوا یہ نور — اس نور سے ہے ذہن کا ہر زاویہ معمور
گہوارۂ انوار سے ہر فرد ہے مسرور — یہ فیض کا سرچشمہ ہے عشاق ہیں مخمور
یہ فیضِ محمدؐ ہے یہ اللہ کی امداد — طلاب کو منظور ہو خوشنودیٔ اُستاد

ہر لمحہ ترقی کرے ہر وقت رہے شاد
یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد

تحصیلِ علم خیر و فضیلت کا ہے ساماں — لوساکا میں روشن رہے یہ شمعِ فروزاں
اب خوانِ علم بچھ گیا یہ رب کا ہے احساں — اے علم کے طلاب یہاں آؤ خراماں
لگ جائے سدا علم کی تحصیل میں صیاد — اللہ بڑھادے یہاں طلاب کی تعداد

ہر لمحہ ترقی کرے ہر وقت رہے شاد
یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد

یہ سر بفلک جامعہ ہم سب کی دعا ہے — دن رات یہ بیمارِ جہالت کی شفا ہے
یہ مرکزِ انوار ہے یہ دل کی دوا ہے — یہ منزلِ عشاق ہے یہ نورِ ہدیٰ ہے

(۱) جامعہ اسلامیہ، لوساکا، زامبیا، جو حضرت استاذ مکرم کے بعض دوستوں نے قائم کیا اور مدرسہ کے لیے ترانہ کی فرمائش کی، آپ نے ان کی فرمائش پر یہ ترانہ تحریر فرمایا۔۱۲ مرتب

تابندہ رہے روشنی ظلمت رہے برباد — پابندِ سلاسل ہو جہل، علم ہو آزاد
ہر لمحہ ترقی کرے ہر وقت رہے شاد
یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد

بن جائیں جماعات یہ بڑھتے ہوئے افراد — اس مرکز فیضان میں بنتے رہیں زہاد
ہے آپ سے بس بندۂ عاجز کی یہ فریاد — مقبول دعاؤں میں رضؔا کو بھی کرو یاد

ہر لمحہ ترقی کرے ہر وقت رہے شاد
یہ جامعہ اسلامیہ آباد ہو آباد



''علم وحکمت کے خزانوں کو بہت یاد کیا''(۱)

علم وحکمت کے خزانوں کو بہت یاد کیا   عصرِ ماضی کے دریچوں کو بہت یاد کیا
امتحانات میں ہر وقت پڑھائی کا خمار   رہنے سہنے کے اصولوں کو بہت یاد کیا
میں تھا مشغولِ نظارہ میری لیلیٰ(۲) ہمدم   اس کی بکھری ہوئی زلفوں کو بہت یاد کیا
ہر گھڑی نور کی ندی میں نہا لیتا تھا   ابر میں مست ہواؤں کو بہت یاد کیا
تیری محفل تیرا منظر میں کہاں سے لاؤں   میرے ساقی تیرے نغموں کو بہت یاد کیا
جب کبھی ڈانٹ پلاتا تو مجھے پیار آتا   میں نے شفقت کی اداؤں کو بہت یاد کیا
تھا کبھی حسن وجمال اور کبھی جاہ وجلال   جاہِ شاہی میں فقیروں کو بہت یاد کیا
خوب مشغولِ محبت تھا میرا جوشِ جنون   عشقِ احمد کے ترانوں کو بہت یاد کیا
خوابِ خرگوش میں گزرا تھا زمانہ میرا   عہدِ غفلت کی خطاؤں کو بہت یاد کیا

عہدِ انوار رِضاؔ یاد بہت آتا ہے
روشنی لی ہے چراغوں کو بہت یاد کیا

(۱) دارالعلوم زکریا میں ابنائے قدیم کا جلسہ ہوا، اس موقعہ پر انھوں نے اپنے مرکزِ علمی کو کیسے یاد کیا؟ اس غزل میں پڑھیے۔
(۲) لیلیٰ سے مراد کتاب اور زلفوں سے حواشی وتعلیقات ہیں۔

دیوبندوا کابرِ دیوبند(۱)

یہ دیوبند قلعۂ دیں اس کی ہیبت مٹ نہیں سکتی   فروغِ دیں اسی سے ہے یہ قوت مٹ نہیں سکتی
یہ ہے بارانِ رحمت دینِ احمد کی بلندی ہے   یہ شمعِ بے بدل اس کی تمازت مٹ نہیں سکتی
یہی دیوبند تھا باطل کے طوفانوں سے ٹکرایا   ذرا تاریخ دہراؤ شجاعت مٹ نہیں سکتی
یہی سنت کا مظہر ہے یہ کوہِ طور کا جلوہ   یہ شعلہ بجھ نہیں سکتا، حرارت مٹ نہیں سکتی
ہے جس کی روشنی شمس وقمر سے بھی بہت بالا   قرینِ عرش ہے یارو یہ عظمت مٹ نہیں سکتی
محبت دل میں پیوستہ ہے، ہوں دیوبند کا عاشق   رقیبو راہ لو اپنی محبت مٹ نہیں سکتی
ارسطو چل بسا حکمت بھی اس کی ہوگئی باطل   دلوں پر نقش ہے قاسم(۱) کی حکمت مٹ نہیں سکتی
افق پر اولیا کے قطب مولانا رشید احمد (۲)   تھے مثلِ بدرِ کامل ان کی رفعت مٹ نہیں سکتی
یہ مسلک اہلِ حق کا ہے بقائے دین ودنیا ہے   خدا شاہد ہے شیخ الہند(۳) کی محنت مٹ نہیں سکتی
فرنگی بت کدوں میں دیں اذانیں شیخ ہندی نے   ابھی تازہ ہے، مالٹا کی اسارت مٹ نہیں سکتی
ذکاوت میں خلیل احمد(۴) تھے یکتائے زماں بے شک   مخالف پر سخن میں ان کی سبقت مٹ نہیں سکتی
تھے شیخ الکل حسین احمد(۵) کیا انگریز کو باہر   یہ تاریخی حقیقت ہے حقیقت مٹ نہیں سکتی
تھے پاکستان کے روحِ رواں شبیر عثمانی(۶)   کسی کے دل سے عثمانی خطابت مٹ نہیں سکتی

(۱) اس نظم میں جن اکابر علما کا تذکرہ ہے ان کے اسمائے گرامی بالترتیب یہ ہیں:
۱- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ۔ ۲- قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ۔
۳- شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ۔ ۴- حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ۔
۵- شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ۔ ۶- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ۔

دلوں کے زنگ کو قلبِ منور سے جلا بخشی
دلِ عارف سے اشرف (۷) کی شرافت مٹ نہیں سکتی

طریقت کا یہ سرچشمہ، شریعت کا یہ مرکز ہے
اسی کا فیض ہے جاری شریعت مٹ نہیں سکتی

إمامُ العَصْرِ دُرَّةُ عَهْدِهِ مَنِ اسْمُهُ أَنْوَرْ (۸)
وہ یکتائے جہاں ان کی ذکاوت مٹ نہیں سکتی

رہیں گے تا ابد تابندہ مولانا ظفر احمد (۹)
ہے روشن رائے پوری (۱۰) ان کی خدمت مٹ نہیں سکتی

انھوں نے علم کو دنیا کے ہر کونے میں پھیلایا
سخاوت لٹ گئی لیکن سخاوت مٹ نہیں سکتی

جنھوں نے ابن آدم کے جسد میں روحِ نو پھونکی
وہ شیخ الیاس (۱۱) کی تبلیغ ودعوت مٹ نہیں سکتی

اسی دیوبند نے پیدا کئے اعزاز (۱۲) وابراہیم (۱۳)
دِگر مفتی شفیع (۱۴) جن کی فقاہت مٹ نہیں سکتی

فقیری میں بھی جس نے خسروی کی شان اپنائی
بنوری (۱۵) شاہِ انور کی علامت مٹ نہیں سکتی

تَذَكَّرْ أَيُّهَا النَّاسِي إِمَامَ الْأَتْقِيَا أَيْضًا
هُو الشَّيخ زَكَرِيا (۱۶) جن کی برکت مٹ نہیں سکتی

شہیدِ علم شیخ ادریس (۱۷)، مولانا رسول خاں (۱۸) بھی
زبانِ شاہ بخاری (۱۹) زیبِ ملت مٹ نہیں سکتی

یہ لاہوری (۲۰) کا گلشن ہے بخاری (۱۹) کی خطابت ہے
بلندی پر ہے محمودی (۲۱) سیاست مٹ نہیں سکتی

فلاسفر کہہ رہے ہیں چشمۂ حکمت ہیں افغانی (۲۲)
ہیں سب انگشت بدنداں ان کی حیرت مٹ نہیں سکتی

سبھی تھے علم کے پیکر برابر اول و آخر
مسیح الملۃ البیضا (۲۳) کی سیرت مٹ نہیں سکتی

۷-حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ۔
۸-حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ۔
۹-شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ۔
۱۰-حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ۔
۱۱-حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۱۲-شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۱۳-حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی نور اللہ مرقدہ۔
۱۴-حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۱۵-حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوری صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۱۶-شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔
۱۷-حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔
۱۸-حضرت مولانا رسول خان صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۱۹-امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ۔
۲۰-حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ۔
۲۱-حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۲۲-حضرت مولانا شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ۔
۲۳-حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ۔

جگاتے ہیں دلِ خوابیدہ کو محمود گنگوہی (۲۴)
فدائے قوم اطہر (۲۵) کی سعادت مٹ نہیں سکتی

صفوں میں اہل باطل کی صفِ ماتم بچھائی ہے
کہ صفدر (۲۶) شیخ کی تردید بدعت مٹ نہیں سکتی

مئے توحید میں تھے مست مولانا حسین علی (۲۷)
زمیں سے یوسف (۲۸) داعی کی شہرت مٹ نہیں سکتی

اسی دیوبند کے ماہتاب درخواستی (۲۹) چمکتے ہیں
ولی کامل کی تفسیری مہارت مٹ نہیں سکتی

سکندر مٹ گیا دنیا سے دارا بھی ہوا فانی
مگر فتویٰ میں تحریر کفایت (۳۰) مٹ نہیں سکتی

اسی کارواں میں مفتی حسن (۳۱) امرتسری بھی تھے
دوائے دردِ مشتاقانِ ملت مٹ نہیں سکتی

بنایا خیر (۳۲) نے ملتان میں خیر المدارس بھی
وفاق علم میں حضرت کی سبقت مٹ نہیں سکتی

تھے شیخ اعظمی (۳۳) اعلی محدث قلزمِ عرفاں
حدیثِ پاک میں ان کی ثقاہت مٹ نہیں سکتی

خطابت اور سیاست سب علومِ دین میں ماہر
فضا سے حفظ رحمانی (۳۴) بصیرت مٹ نہیں سکتی

اسی کانِ عبادت سے سلیمان (۳۵) وعلی (۳۶) نکلے
شہ تقریر طیب (۳۷) کی خطابت مٹ نہیں سکتی

معلم پیکر علم وحیا، کامل (۳۸) تھے پورے تھے
مظاہر سے کبھی ان کی صدارت مٹ نہیں سکتی

مناظر تھے مصنّف بے بدل منظور نعمانی (۳۹)
دلوں سے نورِ تابندہ کی سطوت مٹ نہیں سکتی

امامِ اہل سنت خادمِ دیں لکھنوی فاضل (۴۰)
تشیع کے مقابل ان کی محنت مٹ نہیں سکتی

۲۴-حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ۔
۲۵-حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نور اللہ مرقدہ۔
۲۶-حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ۔
۲۷-حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۲۸-حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔
۲۹-حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ۔
۳۰-حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہ۔
۳۱-حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہ۔
۳۲-حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ۔
۳۳-حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نور اللہ مرقدہ۔
۳۴-حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نور اللہ مرقدہ۔
۳۵-علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ۔
۳۶-حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ۔
۳۷-حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۳۸-حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری نور اللہ مرقدہ۔
۳۹-حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نور اللہ مرقدہ۔
۴۰-حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نور اللہ مرقدہ۔

غلامِ غوث[41] تھے دلق فقیری میں شہ کامل — مسلّم سب کو ہے ان کی قناعت مٹ نہیں سکتی
محدث دیدہ ور فاضل نصیرالدین غورغشتی[42] — چمن کے باغباں ان کی جلالت مٹ نہیں سکتی
تصور کا دبستاں کھل گیا روحِ غفوری[43] میں — مدینہ کی فضاؤں سے یہ نسبت مٹ نہیں سکتی
مناظر خوب احسن مثلِ شبنم شیخ گیلانی[44] — انھیں کی ہر ادا زندہ سلامت مٹ نہیں سکتی
غلام اللہ[45] صاحب غرق تھے توحید وسنت میں — نظر مثلِ شرر بجلی کی سطوت مٹ نہیں سکتی
مدینہ کے مہاجر متقی عاشق الٰہی[46] ہیں — مرے دل سے کبھی حضرت کی شفقت مٹ نہیں سکتی
خلیفہ شیخ کے یوسف متالا[47] مردِ دانا ہیں — کبھی انگلینڈ میں اس گل کی نکہت مٹ نہیں سکتی
چمکتے ہیں فتاویٰ مفتیِ گجرات[48] کے ہر سو — مکرم مسند افتا کی زینت مٹ نہیں سکتی
وہ یکتا بے مثال وسر پرستِ طالباں بھی ہیں — رشید احمد[49] مدقق کی لطافت مٹ نہیں سکتی
زمیں پر رشک عالم شیخ موسیٰ[50] ماہرِ ہر فن — فنا فی العلم ہیں ان کی جلالت مٹ نہیں سکتی
مدارس کے وفاقِ عام کی آنکھیں ہوئیں روشن — سلیم اللہ[51] صاحب کی وجاہت مٹ نہیں سکتی

رِضا تھا تشنہ لب آیا، پیا اس حوض کوثر سے
اب اس کے دل سے دیوبندی حلاوت مٹ نہیں سکتی

نوٹ: اس نظم میں اکابرِ دیوبند کے ناموں کا احاطہ مقصود نہیں، اس میں بہت سارے اساطینِ ملت کے اسمائے گرامی رہ گئے ہیں، بس جن جن حضرات کے نام یاد آئے ان کا ذکر کر دیا؛ اس لیے بعض ان اکابر جن کے علم وعمل کی کرنیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں کا تذکرہ نہ کرنے پر بندہ عاجز معذرت خواہ ہے۔

۴۱- حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہ۔
۴۲- حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی نور اللہ مرقدہ۔
۴۳- حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی نور اللہ مرقدہ۔
۴۴- حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ۔
۴۵- حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ۔
۴۶- حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری نور اللہ مرقدہ۔
۴۷- حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا دامت برکاتہم۔
۴۸- حضرت مولانا سید عبدالرحیم لاجپوری نور اللہ مرقدہ۔
۴۹- حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ۔
۵۰- حضرت مولانا محمد موسی خان روحانی بازی نور اللہ مرقدہ۔
۵۱- حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم۔

ساقی نامہ[1]

ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے — پھر ہوش نہیں رہتا، مستانہ بناتا ہے
یہ فیض خلیلی ہے، یہ بادِ بہاری ہے — مخمور نگاہوں کا، یہ بادہ خماری ہے
ہر ظرفِ سفالی کو، پیمانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

ہر علم میں جولانی، ہر سانس میں رحمت ہے — اس پھول کی خوشبو میں، پوشیدہ لطافت ہے
شفقت سے ستم گر کو، جانانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

بیمارِ محبت کو، جی بھر کے پلاتے ہیں — عصیاں کے مریضوں کو، سینے سے ملاتے ہیں
اَغیار کو اُلفت کا، پروانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

گنگوہ کا فیضاں ہے، یہ شیخ کی نسبت ہے — یہ ابر ہے محمودی، بارانِ محبت ہے
دنیا کی محبت سے، بیگانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

(۱) یہ نظم بنام ''ساقی نامہ'' حضرت استاذ مکرم نے اپنے محبوب شیخ ومرشد حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر کہی، جس میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی اعلی صفات، خصوصیات اور کمالات کو حسین پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

ہر وقت ضیا پاشی ، خلوت میں مسیحائی　　ہر لمحہ عطر بیزی، جلوت میں بھی تنہائی

عرفاں سے تہی دل کو، میخانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

ہے پیر یہاں کامل، جو علم پہ ہے عامل　　صیاد ذرا دیکھو، ہر مرغ یہاں بسمل

شبہات کے جنگل کو ، ویرانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے

جب مرشدِ کامل ہے، پھر تجھ کو کیا غم ہے　　امت کے فقیہوں میں وہ مفتیِ اعظم ہے

یہ نظمِ رضؔا ان کا ، نذرانہ بناتا ہے
ساقی ترا کیا کہنا، دیوانہ بناتا ہے



”محمودِ قوم مفتیِ اعظم خوش آمدی“(۱)

آپ کے تشریف لانے سے عمل زندہ ہوا　　ساؤتھ افریقہ میں سنت سے محبت آ گئی
مفتیِ اعظم آپ کی آمد مبارک بار بار　　آپ کی آمد سے ہر جانب سعادت آ گئی

محمودِ قوم، مفتیِ اعظم خوش آمدی　　اے فخرِ ہند، علمِ مجسم خوش آمدی
ما کردہ ایم دیدہ و دل فرشِ راہ تو　　ایں مدرسہ بدید تو خرم خوش آمدی

ساؤتھ افریقہ میں حضرت شیخ کی نسبت سجی　　ہر بشر ہے پر مسرت، ہر بشر نازاں ہے
دوستو! سمجھو جو افریقہ بنا جنت نظیر　　شک نہیں یہ بھائی ابراہیم کا احسان ہے



(۱) یہ تین قطعات بھی حضرت استاذ مکرم نے اپنے محبوب مرشد کی جنوبی افریقہ آمد کے موقع پر کہے۔۱۲مرتب

محفلِ محمود (۱)

دلوں پر تم فقیروں کی حکومت دیکھنے آؤ
فقیہِ بے بدل کا تاجِ عظمت دیکھنے آؤ

بہت پیاری ہے یارو مفتی محمود کی مجلس
اگر کچھ ذوق دل میں ہے حلاوت دیکھنے آؤ

پریشاں حال کو ملتی ہے تسکین ان کی محفل میں
کہ کامل شیخ سے رکھتے ہیں نسبت، دیکھنے آؤ

یہ غنچوں کی چٹک، گل کی مہک، عنبر صفت محفل
بہارِ آخرت، ذوقِ عبادت دیکھنے آؤ

یہ ضبط و حافظہ وہبی ہے یہ کسبی نہیں ہرگز
کرامت گر نہ دیکھی ہو، کرامت دیکھنے آؤ

شریعت جسم پہ نافذ، طریقت قلب پہ فائض
شریعت ساتھ ہو ایسی طریقت دیکھنے آؤ

عجب پُر نور روحانی غذا ہے ان کے جلووں میں
مسرت اور سعادت، دل کی راحت دیکھنے آؤ

سنی ہوگی قیامت کی پریشانی خطیبوں سے
ذرا ایوانِ بدعت میں قیامت دیکھنے آؤ

انہی کے ذہنِ عالی میں مسائل رقص کرتے ہیں
شعر پہ شعر کہتے ہیں، یہ قدرت دیکھنے آؤ

یہ استحضار، یہ حاضر جوابی، نکتہ سنجی میں
ہے عقل ابنِ سینا محوِ حیرت دیکھنے آؤ

انہی کا فیض ہے جاری، انہی کی ہر ادا پیاری
انہی کا علم ہے بھاری، یہ ہیبت دیکھنے آؤ

مسائل اور عباراتِ اکابر ان کو ہیں ازبر
میرے پیارو! فقاہت میں نزاکت دیکھنے آؤ

بلند ہے مرتبہ ان کا، تواضع کا یہ عالم ہے
کہ مجھ احقر پہ فرماتے ہیں شفقت دیکھنے آؤ

بزرگوں سے محبت ہر وقت دل میں مہکتی ہے
رضاؔ کے دل پہ محمودی حکومت دیکھنے آؤ

(۱) مذکورہ بالا نظم میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی مجلس مبارک کی منظر کشی کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین بھی اس روحانی دسترخوان میں تصوراتی شرکت فرمائیں۔۱۲ مرتب

قدومِ ابرار (۱)

زمیں کے کنج میں اِک آسماں اُتر آیا
نظر نے چوم لیا کہکشاں اُتر آیا

یہ نورِ علم و عمل، یہ تمازتِ اذکار
یہ خوشبوؤں کا سفر بوستاں اُتر آیا

ہے پُر بہار فضا عندلیب آجاؤ
ہزاروں پھول لئے گلستاں اُتر آیا

حیاتِ سُنّتِ خیر الوری میں کوشاں ہیں
نقیب راہِ سفر میہماں اُتر آیا

رموزِ عشق کے دفتر کھلے جب وہ آیا
خمارِ عشق کا روحِ رواں اُتر آیا

ہمارے باغ میں پژمردگی سی چھائی تھی
خدا کا شکر ہے اب باغباں اُتر آیا

چھٹی ہے ظلمتِ شب روشنی اتر آئی
فضائے نور میں ڈوبا جہاں اُتر آیا

ہے فضل رب کا، بزرگوں کی بھی توجہ ہے
کہ فنِ شاعری میں بے زباں اُتر آیا

خوشی نہ پوچھئے، بیحد ہے حضرتِ ابرار
ہمارے ملک میں جنت نشاں اُتر آیا

نگاہِ قدر سے دیکھو خفا نہ ہو جائے
کرم ہے رب کا کہ یہ ارمغاں اُتر آیا

بہارِ زیست ملی نقشِ اشرفی دیکھا
رضاؔ نے پایا سکوں شادماں اُتر آیا

(۱) محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالی خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کی ۱۹۹۸ء میں جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر حضرت استاذ مکرم نے یہ نظم کہی۔۱۲ مرتب

قدومِ اختر (۱)

آج آئے یہاں عالم باعمل   شاعرِ دیدہ ور عارفِ بے بدل
ان کی آمد سے بزمِ تصوف سجی   دل بنے گلستاں ، غفلتیں مضمحل
دل کے آئینے کو تم جلا بخش دو   ہیں وہ تشریف فرما یہاں آج کل
بلبلیں ہیں نوا سنج ہر سو بہت   جھوم کر گا رہی ہیں کمالاتِ گل
آگہی مشکل است، مرشدے بایدت   ہوگے ہر چند تم عقلِ کل عقلِ کل
دیدہ ہا پرزنم، علم و حکمت بہم   شمعِ تاباں کی ضو، نورِ دل مشتعل
کہتے ہیں تم نظر کی حفاظت کرو   تم سنبھالو نگاہ اور خود بھی سنبھل
قلب کی روح ہے ذکرِ حق ذکرِ حق   پاک ہوگا سدا تیرے دل کا محل
مثنوی کی وضاحت اگر چاہئے   شیخ اختر کے ہاں پاؤ گے اس کا حل
نثرہٗ کالدُّرَر، شعرہٗ کالغرر   وجہہٗ کالقمر، شانہٗ کالجبل
قلب افراط وتفریط سے پاک ہے   اِن کی تعلیم ہے معتدل معتدل
چشمۂ معرفت سے پیو ساتھیو   زخمِ عصیان ہوگا بہت مندمل
وہ سراپا محبت یہاں آئے ہیں   حکمتوں پر ہے ان کا بیاں مشتمل

فانی دنیا ہے بے شک خدا کی قسم
اے رِضؔا مت لگاؤ کبھی اس میں دل

(۱) یہ نظم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر کہی گئی۔۱۲مرتب

آقا خوش آمدی (۱)

دل کا سرور آپ ہیں، آقا خوش آمدی   مجلس کا نور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
افریقۂ جنوب ہے تارا بنا ہوا   باعث ضرور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
پیر و جواں خوش ہیں کہ اُترا ہے کہکشاں   دل میں حضور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
اے شیخ خوشبوؤں میں نہائی ہے یہ فضا   بہتر بخور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
امراض کے ہجوم میں ہے دور کا سفر   شفقت وفور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
ہوتا ہے صاف صحبتِ کامل سے دل کا میل   آبِ طہور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
آئے جو آپ فیضِ محبت مہک اُٹھا   فیض الغفور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
پیر است باکمال، محبت مجسم است   شیخِ غیور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
جو عظمت و وقار و مروت میں طاق ہوں   وہ کوہِ طور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
بادِ صبا کے رقص میں مستی کا شور ہے   وجہِ غرور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
مستی ملی ہے طالبِ اسرار کو یہاں   علم و شعور آپ ہیں، آقا خوش آمدی
کوتاہیاں ہوئی ہیں ہمیں معاف کیجئے   شیخِ صبور آپ ہیں، آقا خوش آمدی

کافور ہوگئی ہیں رِضؔا شب کی ظلمتیں
دن کا ظہور آپ ہیں، آقا خوش آمدی

(۱) حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب باوجود ضعف وعلالت کے جنوبی افریقہ تشریف لائے اور دار العلوم زکریا میں قدم رنجہ فرمایا، اس موقع پر یہ چند اشعار کہے گئے جنھیں بے حد پسند کیا گیا۔۱۲مرتب

آمد حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم (۱)

ہو مبارک سب کو شیخِ دیدہ ور آہی گئے
ہر طرف بادِ صبا کا ہے گزر، آہی گئے

پرمسرت ان کی آمد، پرسعادت ہے قدوم
ہاں امیر الہند، سید معتبر، آہی گئے

ان کی آمد سے ہوا ہے ذرہ ذرہ آفتاب
صاحب علم وعمل ، بالغ نظر، آہی گئے

جوشرافت کے فلک پر درخشاں ہیں روز وشب
وادیٔ شفقت ہے جن سے تربتر، آہی گئے

رہنما و رہبر و دین نبی کا باغباں
جس نے باطل کو کیا زیر وزبر، آہی گئے

سب نے ان کو چن لیا ہے وہ امیر الہند ہیں
قوم کے احوال سے وہ باخبر آہی گئے

پر وقار و قائدِ حق، شیر دل، شیریں زباں
قوم وملت کے لئے ان کا سفر، آہی گئے

ان کے فیضِ عام سے سیراب ہے ہر خاص وعام
پرتوِ انوار وہ رشکِ قمر، آہی گئے

یا الٰہی! تو عطا کر دے انھیں عمر دراز
یہ ہماری ہے دعا شام وسحر، آہی گئے

قوم وملت کے لئے اللہ یہ محنت، یہ غم
پی رہے ہیں دم بدم خونِ جگر، آہی گئے

يَا فَقِيدَ المِثْلِ في الأَكْنافِ قَوَّادَ الوَرَى
مُنْذُ أَيَّامٍ فكُنتَ المُنتَظَرْ، آہی گئے

ذاكَ نَجلُ الشَّيخِ مَولانا حُسَينْ أحمدْ فَدا
عُرْوَةٌ وُثْقَى وأَنْسانُ البَصَرْ، آہی گئے

ساؤتھ افریقہ کی ساری ملتِ بیضا انھیں
کہہ رہی ہے خیر مقدم، خوب تر، آہی گئے

حیطۂ تحریر میں آتی نہیں ان کی صفات
پیکرِ اخلاص، قصہ مختصر، آہی گئے

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے آپ کو خوش آمدی
خیر مقدم کہہ رہے ہیں بحر وبر، آہی گئے

حاملِ علمِ شریعت، ہیں سیاست کے امام
اے رضاؔ شیخِ طریقت نامور، آہی گئے

(۱) حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی جنوبی افریقہ آمد کے موقع پر حضرت استاذ مکرم نے یہ استقبالیہ نظم کہی۔

آمد حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب دامت برکاتہم (۱)

تنویرِ علم، حسنِ تکلم خوش آمدی
بادِ بہار، علمِ مجسم خوش آمدی

پگھلا دیا ہے آپ نے علمی جمود کو
کہتے ہیں سب یہ شیخِ مکرم خوش آمدی

پلکیں بچھا رہے ہیں زمان وزمیں فلک
شیخ الحدیث حضرت سالم خوش آمدی

لبریز جام حسنِ عقیدت کا ہے یہاں
افریقۂ جنوب میں ہر دم خوش آمدی

دیوبند کا چہرہ آپ کے دم سے درخشاں
دُرِّ عدن سلالۂ قاسم خوش آمدی

توڑا ہے خانوادۂ طیب نے جہل کو
باقی ہے اب بھی عزمِ مصمم خوش آمدی

نانوتویؒ کی نسل میں حکمت کے رازداں
اسرارِ دیں کے شارحِ اعظم خوش آمدی

حکمت ہے قاسمیؒ جو چمکتی ہے آپ میں
اے رشکِ ماہِ کامل وانجم خوش آمدی

وعظ ونصیحت آپ کی خنکی ہے قلب میں
رخسارِ گل پہ پڑتی ہے شبنم خوش آمدی

عظمت کا تاج آپ کے سر پر ہے خوب تر
علم وعمل ہے نیز مسلم خوش آمدی

ہو باظفر کہ ماہِ صفر میں سفر ہے یہ
بیتا ہے اضطرابِ محرم خوش آمدی

سن لو رضاؔ کہ ان کی خطابت کے حسن سے
کلیوں میں کھیلتا ہے تبسم خوش آمدی

(۱) حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب دامت برکاتہم کی صفر ۱۴۱۸ھ میں جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر بعض احباب کی فرمائش پر حضرت استاذ مکرم نے یہ استقبالیہ نظم کہی، جو حضرت کی خدمت میں پیش کی گئی۔ ۱۲ مرتب

’’کہتے ہیں سب کہاں سے یہ سحبان آگئے‘‘(۱)

مدحِ رسولِ پاک کی پہچان آگئے — افریقہ میں جو حضرت سلمان آگئے
باغِ رسولِ پاک کے بلبل ہیں خوشنوا — نعتِ نبی کو چن لیا حسان آگئے
صد شکر ہے کہ مولوی یحییٰ ہیں اُن کے ساتھ — کہتے ہیں سب کہاں سے یہ سحبان آگئے
اس دورِ پُرفتن میں مسلمان ہیں ذلیل — تم قدر کرلو صاحبِ برہان آگئے
مدحت تھی اس کے ساتھ خطابت بھی مل گئی — صدق و صفا کے لؤلؤ و مرجان آگئے
شعلوں کی خوشبوؤں سے معطر ہے ان کی جان — ہر لمحہ جو ہیں دین پہ قربان آگئے
آنکھیں ترس رہی تھیں محبت تھی موجزن — پلکیں بچھاؤ دور سے مہمان آگئے
دنیا میں ان کی گرمیٔ گفتار دیکھ لو — دشمن ہے جن کے جوش سے ترسان آگئے
خورد و کلاں خوش ہیں تبسم کناں ہیں — دو حق پرست صاحبِ عرفان آگئے
انوار کے نقیب ہیں وہ ارضِ پاک میں — حق کے رفیق دو جلی عنوان آگئے

ہے شکر اے رِضاؔ یہاں دار العلوم میں
اِک کانِ شعر دوسرے ذی شان آگئے

(۱) ممتاز شاعر سید سلیمان گیلانی اور مولانا یحییٰ عباسی کی دار العلوم زکریا آمد کے موقع پر حضرت استاذ مکرم نے یہ اشعار کہے۔

آمد حضرت مولانا سید سلمان ندوی الحسینی دامت برکاتہم (۱)

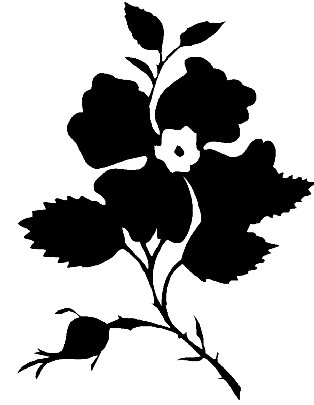
جب آئے ہند سے مہمان وقت نو بہار آیا
خوشی کی لہر دوڑی اور دلوں کو بھی قرار آیا
عجم سب دم بخود ہیں اور عرب بھی مرغِ بسمل ہیں
فصاحت کیف میں ڈوبی بلاغت کو خمار آیا
اگر حکمت میں لقماں ہیں، فصاحت میں بھی سحباں ہیں
مگر یہ شیخ سلماں ہیں زباں پر بار بار آیا
کریدے ناخنِ تحقیق سے ہر فن کے شہ پارے
محبت کا منادی صاحبِ دل با وقار آیا
یہاں زیب چمن آیا وہ یکتائے زمن آیا
انھیں شبنم کہوں، مرہم کہوں، یا شعلہ بار آیا
عرب بھی جرعہ نوشاں ہیں، عجم بھی دست بستہ ہیں
ہے ہر سو مشک کی خوشبو یہ عطر مشکبار آیا
ہے ندوہ کا نمائندہ ستارہ جیسے تابندہ
لبوں پر رات دن علم وعمل کا آبشار آیا

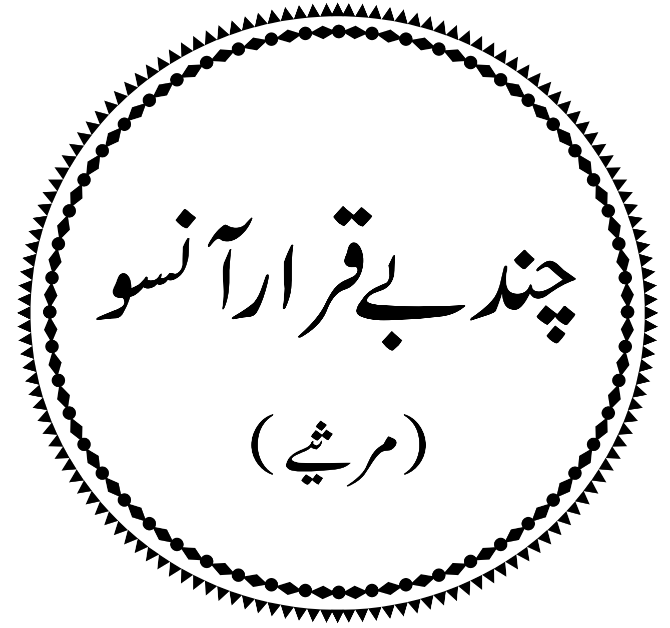
(۱) حضرت مولانا عربی واردو زبان کے ماہر عالم ہیں، خصوصاً عربی ادب میں مشہور ہیں۔

اِدھر دشت جنوں میں رات دن صحرا نوردی ہے
ادھر تحقیق میں سرگرم وہ لیل و نہار آیا

رلاتی ہے انھیں ہر وقت امت کی زبوں حالی
شکر خندہ بھی اس امت کے غم میں اشکبار آیا

مگن ہے ہر گھڑی وہ وحدت ملت کی کوشش میں
رِضؔا حسرت ہے امت کا گریباں تار تار آیا




چند بے قرار آنسو
(مرثیے)

مرثیہ وقطعۂ تاریخ

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ

بزمِ علوم و روحِ صداقت چلی گئی
محفل سے نور و شمعِ ہدایت چلی گئی

شاہد خدا ہے جب سے سنی میں نے یہ خبر
دنیا کی نعمتوں کی حلاوت چلی گئی

نے تابِ صبر ہست نہ یارائے گفتن است
کر رحم اے خدا میری ہمت چلی گئی

رازی کا فلسفہ تھا غزالی کی حکمتیں
ایجاز کا امام ، بلاغت چلی گئی

قرآن کا مفسر و شارح حدیث کا
روتے ہیں لوگ دین کی عظمت چلی گئی

وہ جس نے زور توڑ دیا کفر و شرک کا
نصرت کرے خدا کہ وہ طاقت چلی گئی

پرویزیوں کا جس نے کیا قلب پاش پاش
دنیائے آب وگل سے وہ ہیبت چلی گئی

جس کی نگاہِ قہر نے ربوہ جلادیا
سوئے جنان ایسی کرامت چلی گئی

صاحبِ دِلے بمدرسہ آمد زخانقاہ
گفتہ ز ارضِ پاک سعادت چلی گئی

ساغر تھا جس کے ہاتھ میں حبِ رسول کا
رندوں کے میکدوں سے محبت چلی گئی

اللہ نے دیا تھا ہر اِک وصف میں کمال
تقویٰ، سخا وعلم و قناعت چلی گئی

تیرا کمال خوب، ترا فضل بالیقین
روتا ہوں مصر علم کی عزت چلی گئی

عالم کا ذرہ ذرہ ہے اس غم میں سوگوار
کہتا ہے ذو الجلال کی نعمت چلی گئی

خوفِ خدا سے چشمِ تر و قلب موم تھا
عشقِ رسول و شانِ عبادت چلی گئی

تھے پُر وقار، روحِ ادب، مخزنِ کمال
بجلی سے تیز حفظ و ذکات چلی گئی

دنیا بنی ہے اب تیری رحلت سے غمکدہ
مہتابِ نور، دل کی مسرت چلی گئی

شام وسحر تھا جس سے میسر سکونِ دل
اب کیا کروں خدا کہ وہ صورت چلی گئی

جس نے عرب میں علم کا سکہ جما دیا
تسخیرِ کائنات کی حکمت چلی گئی

کر رحم بر مزارِ ولایت پناہ خدا
تیری رضا میں تیری امانت چلی گئی

تاریخ کی تھی فکر تو ہاتف نے دی ندا
احسان رب روح شرافت چلی گئی

(۹۸۱)(۲۱۴)(۲۰۲)
۱۳۹۷

منطق ہوئی تباہ کہ افراد رہ گئے
آنسو بہا رضاؔ کی حقیقت چلی گئی



غروبِ آفتاب وقمر

رثاء الشیخین مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ومحدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ

خزاں آمد و گل رفت و نو بہار نماند — سرورِ قلب چہ شد، مطلعِ انوار نماند

قرار رفت بترحال مفتیٔ اکبر — زچشم نم رود و قلب را قرار نماند

در یکتا دل بے ہودہ شد تلاش مکن — شرف بے بدل و نور در اقطار نماند

زخمہائے دل بیتاب زمن می پرسند — مرہمِ زخم شفائے دلِ بیمار نماند

کیست درعہد زبعدش برائے حل عویص — مرشد و صاحبِ دل، مونس و غمخوار نماند

غائب از دیدۂ ما گشت فقیہ دوران — ہائے افسوس بریں عمر اعتبار نماند

بود روشن وطن از روئے یوسف ثانی — گم شدہ کاروان مصر وفادار نماند

رفت بلبل ز گلستانِ علوم نبویؐ — چشم گریان کہ بستان را ہزار نماند

روئے آں یار گلعذار بمن یاد آمد — دلِ من پرس ز بادِ صبا نگار نماند

بگفت بلبل گریاں بحال نومیدی — کہ در فضائے چمن بوئے مشکبار نماند

برفت از درِ ما درسِ احادیث ایں دم — شمیم عنبر و ریحان در کنار نماند

علوم انوری را عکس بود بنوری — امین و صادق گنجینۂ اسرار نماند

قلب روشن شدہ از علم حضرت انور — کجا است علمِ اکابر بجز آثار نماند

مثیلِ شیخ تو اے خاک زما پوشیدی — مزار ماند مگر علم را مزار نماند

برائے شوکتِ دیں مرد بطل درکاراست — کہ بہرِ فتنۂ قادیانیان خار نماند

نیست امروز ہمہ جوہریاں در بازار — بنال علم کہ امروز کار و بار نماند

بادہ خواران ازیں محفل می برخاستند — چہ کنم، صبر کنم، ہائے اختیار نماند

بود بر روئے شما رقص کناں علم و عمل — ایں چنیں بزمِ ادب محفلِ ابرار نماند

ہر دو خورشید، و ہر دو خلیفۂ اشرف — مسند علم و احادیث را وقار نماند

بود مخمور از عبیر دبستانِ ادب — نسیم گفت مرا نافۂ تاتار نماند

ہر دو انہار ز دریائے قاسمی بودند — جام در دست گدا، منبع انہار نماند

گوید اسلام بتائید بیائید ایں جا — کہ در دیار مرا عزت وانصار نماند

شبِ تاریک مرا طلعتِ انوار کجا — زبان گنگ مرا طاقتِ اظہار نماند

شنیدہ ایم کہ گفتند دوستاں ایں دم — کہ دین وعلم را مجاہد و حصار نماند

نہ ماند شیخ محدث فقیہ بنوری — مفتیٔ اعظم کامل دریں دیار نماند

نہ حسنِ یار مقابل نہ ساغر و مینا — عاشقا! محفل تو رفت روئے یار نماند

بگو ببلبلِ غافل کہ ناز و عشوہ مکن — برو ز باغ کہ بستانِ افتخار نماند

فرشتہ برد زما بادشاہِ علم و عمل — گلابِ علم و عمل آہ بگلزار نماند

ملول خاطر و اندوہ گیں خریدار اند — عتیق و گوہرِ بے مثل ببازار نماند

دلِ من پارہ پارہ گشت صبر مشکل شد — شفیق و محسن، غمخوار و غمگسار نماند

رضاؔ بگیر تصانیف ایں بزرگان تو

چراغِ نور ضیا بخش شبِ تار نماند

مرثیہ

مسیح الامت حضرت شاہ محمد مسیح اللہ صاحب علی گڑھی نوراللہ مرقدہ

گئے دین کے ترجماں اللہ اللہ   بہاروں پہ چھائی خزاں اللہ اللہ
شریعت،طریقت،حقیقت کے جامع   محقق مسیحِ زماں اللہ اللہ
زمانے کی گردش بلا خیز دیکھی   لئے گود میں آسماں اللہ اللہ
پہن کر کفن ہم کو تڑپا گئے ہیں   وہ رُخ موڑ کر شادماں اللہ اللہ
چلے سوئے خلدِ بریں سب کے پیارے   اکابر کا عزت نشاں اللہ اللہ
یہ آنسو ہیں یارو بہے جارہے ہیں   یہ کرتے ہیں غم کا بیاں اللہ اللہ
طریقت کا پُر نور مرشد کہاں ہے؟   یہی کہہ رہی ہے زباں اللہ اللہ
تواضع کا پیکر گنوایا ہے ہم نے   تھی روح اُن کی ذِکر وقرآں اللہ اللہ
وہ ذکرِ الٰہی، وہ محفل کی گرمی   بلاغت کا سیل رواں اللہ اللہ
عجب مجلسیں تازہ دم تھیں مگر اب   ہے یاد ان کی بس حرزِ جاں اللہ اللہ
پروتا ہوں غم آنسوؤں کی لڑی میں   اٹھی ہوکِ دل بے گماں اللہ اللہ
اجالا گیا اب تو تاریکیاں ہیں   ہوا تار سارا جہاں اللہ اللہ
شریعت کے پروانے مرتے نہیں ہیں   بدلتے ہیں بے شک مکاں اللہ اللہ
مسیح القلوب، مُزیل الریوب   جو تھے سب کے روحِ رواں اللہ اللہ

تھی اشرف کی نسبت رشیدی ہدایت   تھے ہر خیر کے پاسباں اللہ اللہ
الٰہی تو برسادے رحمت کی بارش   کہ قبر اُن کی ہو گلستاں اللہ اللہ
سرِ شام جنت سے یہ التجا ہے   بلا لو وہاں مہرباں اللہ اللہ

حقیقت یہی ہے کہ ڈوبا رِضاؔ اب
ستارہ جو تھا درخشاں اللہ اللہ



مرثیہ

شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہ

خلیفۂ خاص مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی موت سے، دم بخود ہر بشر
چن لیا آپ نے آخرت کا سفر

حاجی فاروقؒ تھے، مردِ صدق و صفا
ہائے افسوس ہے، گم ہوا اِک گہر

جسم بیمار میں، روحِ تابندہ تھی
ہر گھڑی معرفت سے وہ تھی بہرہ ور

اَبرِ شفقت گیا، رحمتِ حق گئی
مضطرب اہلِ دل، خستہ اہلِ نظر

اُن کا مقصود تھا، تزکیہ، تربیت
گرچہ تھا ہر سفر، پُر خطر پُر خطر

پیکرِ نور میں، دُرِّ نایاب تھے
خضر راہِ طریقت، نسیمِ سحر

شش جہت کی فضا کو معطر کیا
گرچہ تھی زندگی آپ کی مختصر

عبدیت میں فنا، مردِ راہِ وفا
جنتیں منتظر، آپ ہیں منتظر(۱)

مسند رشد سکھر میں خالی ہوا
عاشقوں کے لئے اب سکھر ہے سقر

سب کو گرما گئے، پھول برسا گئے
خوگرِ جہل کو کردیا باخبر

عشقِ احمدؐ میں ڈوبے تھے وہ روز وشب
حج و عمرہ بکثرت تھا اس کا اثر

بے بصر کو بصیرت کا سرمہ دیا
دل کی آنکھوں کا لقمان و نورُ البصر

ان کی تھی یہ صدا، کہتے تھے برملا
معصیت ہے بلا، الحذر الحذر

ان کی تقریر تھی، ان کا فرمان تھا
مت بنو بد زباں، مت بنو بد نظر

پُرکشش ہر ادا، نازِ بادِ صبا
نزدِ شیخ جلالی(۲)، بہت معتبر

وقت کی قدر میں آپ ضرب المثل
وقت پر ہر عمل، آپ کا مستمر

عجز میں خاک تھے، عشق میں آگ تھے
ہر دعا میں اثر، ہر صدا میں شرر

بے غرض، خدمت خلق میں منہمک
زندگی میں غریبوں کے تھے چارہ گر

غم میں ڈوبا فقط، عبد باری(۳) نہیں
ہر طرف چھاگئی، دوڑی غم کی لہر

افریقہ امریکہ، فرانس انگلینڈ بھی
تیری عظمت سے ہیں، شش جہت باخبر

در دِفرقت میں عشاق روتے ہیں سب
پوچھتے ہیں کہاں چل دیئے دیدہ ور

دیدہ ہا پر زنم، دل میں فرقت کا غم
رات ہے پر ظلم، پر خطر رہگذر

مجلسیں ان کی تھیں پر اثر منضبط
چاہئے ان کی روشنائی ہو آبِ زر

رہنما پارسا، ایک مردِ خدا
ان کے پروانے حیران ہیں در بدر

باغباں اٹھ گیا، اب خزاں چھاگئی
سوگ میں مبتلا، ہر چمن ہر نگر

جو تڑپتے تھے خود، سب کو تڑپا گئے
پہنچا دستِ قضا لے لیا نامور

ہے ہماری دعا، کر قبول اے خدا
جنتوں کو بنا، ان کا تو مستقر

جب رسولِ خدا، اِس جہاں سے گئے
اے رِضاؔ موت کے پُل سے کس کا مفر

مَاتَ زَيْنُ الوَرَى، غَابَ نُوْرُ القَمَرْ
فَاتَ رُوْحُ التُّقَى يَا رِضَاؔ فَاصْطَبِرْ

---

(۱) ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) مراد آپ کے پیر و مرشد مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔۱۲مرتب

(۳) مراد احقر مرتب عبدالباری عفی عنہ۔

مرثیہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سید اَبرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نے عقبیٰ میں رغبت کا ارادہ کرلیا — روٹھ کر دنیا سے جنت کا ارادہ کرلیا
لذتِ فانی کو چھوڑا، مسکرا کر چل دیئے — سارے جھگڑوں سے فراغت کا ارادہ کرلیا
تو نے نگلا اے زمیں دُرِّ عدن، نکتہ شناس — تو نے ہم سے بس رقابت کا ارادہ کرلیا
شیخِ کامل، متقی، ابرار احمدؒ جا بسے — قبر نے بھی ان پہ شفقت کا ارادہ کرلیا
کون کہتا ہے مرے ہیں، یہ حقیقت ہی نہیں — موت کے پردے میں رحمت کا ارادہ کرلیا
آپ کے ہمراہ علمِ دین کی خوشبو چلی — آپ نے کیوں شیخ رحلت کا ارادہ کرلیا
علمِ دیں پر ہے خزاں یہ دہر ہے قحط الرجال — آپ نے کس کی خلافت کا ارادہ کرلیا
جو فلاحی[۱] میکشوں کا عمر بھر ساقی رہا — حور کے ہاتھوں سے شربت کا ارادہ کرلیا
کھوج میں اسرار کے وہ رات دن مشغول تھا — لمحہ ہائے چند فرصت کا ارادہ کرلیا
پھول چننے کے لئے تشریف لے جا کر وہاں — شاہ وصی اللہؒ کی صحبت کا ارادہ کرلیا
کہہ رہے ہیں مفتیٔ گجرات فرقت گاہ میں — زیست پا کر بس حقیقت کا ارادہ کرلیا
یا الٰہی کر عطا جنت میں تو رتبہ بریں — غمکدہ سے جس نے نفرت کا ارادہ کرلیا

(۱) مراد دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ہے؛ علاقہ گجرات کا مشہور ومعروف دینی ادارہ ہے، جس کے فیض یافتگان دنیا بھر میں اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یا الٰہی ارزُقہ فی الجناتِ عیشاً راغداً — زندگی میں جس نے سرعت کا ارادہ کرلیا
کر رہے تھے تجھ پہ قرباں معتقد سب جان ودل — آپ نے کیوں ان سے فرقت کا ارادہ کرلیا
کون اب سلجھائے گا علم وعمل کی گتھیاں — قبر میں جب تو نے رغبت کا ارادہ کرلیا

دم بخود ہے اب رِضؔا بیٹھا ہے فرقت گاہ میں
شیخ نے جنت کی نکہت کا ارادہ کرلیا



''بر رَوانِ پاک اُوکن رحم اے رب رحیم''

(اپنے چند اساتذۂ کرام مرحومین کا تذکرہ)

ساقیاں رفتند از دنیا تہی میخانہ شد
ماند تشنہ ہر بشر گم گشتہ چوں پیمانہ شد

نیست در دنیائے فانی راحتے نے فرحتے
زندگی در کاخِ خاکی آخرش افسانہ شد

نے سرورِ قلب ماندہ نے غذائے روحِ ما
بادہ خواراں تشنہ لب مخمور چوں خم خانہ شد

میکند آہ و فغاں از دردِ ہجرش ہر بشر
از فراقِ شاہ امین گل ہر نفس دیوانہ شد

شد بجنت شیخ ما آخر ازیں دنیائے دوں
خالی از مہتابِ کامل آہ ایں کاشانہ شد

در حدیث و فقہ، و در تفسیر قرآں بے نظیر
شمع ختم المرسلین را عاشق و دیوانہ شد

بود از فیضان او شاداب بستانِ علوم
رفت شادابیِ زبستانِ ادب ویرانہ شد

چوں بیامد شورِ باطل از قصورِ فاسقاں
محو کردہ حیلہا ویران ایں بت خانہ شد

آنکہ بخشیدہ ہمیشہ مردہ دل را زندگی
شیخ ما فضل الرحیم است خوش بنعمت خانہ شد

آنکہ بخشیدہ ہمیشہ نورِ علمِ دین را
شیخ ما فضل الٰہی او زما بیگانہ شد

تشنہ را آبِ حیات و بے نوا را غمگسار
زخم را مرہم، پریشاں قلب را اُو شانہ شد

صرف کردہ عمر در شرحِ حدیث مصطفیٰ
عمر در اسرارِ دیں نذرانہ شد نذرانہ شد

عاشقِ صادق و یکتا در گلستانِ جمال
بادشاہ گل رفت جاہ و حشمت شاہانہ شد

پند اُو دارُوئے دل گفتار اُو دارُوئے روح
وعظ اُو گفتار ما را نعرۂ مستانہ شد

تابود عبرت کدہ نامش بود تابندہ تر
ذکر اُو گفتار اُو پند و نصیحت دانہ شد

آنکہ دنیا را بہشت و رفت اُو سوئے بہشت
بود آں شیخی معاذ او فاضل و فرزانہ شد

بر رَوانِ پاک اُو کن رحم اے ربِّ رحیم
شد خلاص از قید وحدت واصلِ جانانہ شد

زندگی شد بر رِضاؔ تاریک و تنگ بے روئے اُو
رفت از خود خاک برسر از خرد بیگانہ شد

مرثیہ

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

صدر مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، پاکستان

گو بظاہر عالمِ اسلام میں گمنام تھے
ہاں مگر تدریس میں وہ صاحبِ الہام تھے

پختگی تھی درس میں، تحقیق میں، تدقیق میں
نکتہائے دلربا ان کے صلائے عام تھے

عود کی مانند تھے اور پختگی میں بے مثال
ہائے مے نوشوں کی خاطر وہ لبالب جام تھے

تھے بہادر بالیقیں لیکن حلیم و باوقار
جادۂ تحقیق کے ہر دم اسیرِ دام تھے

جامع مسلم ہو یا تفسیر بیضاوی کی ہو
مسندِ تدریس پر وہ قاطعِ اوہام تھے

تھے وہ یکتائے زمن تلویح کی تحقیق میں
عظمتِ ہر فن تھے بے شک رونقِ اسلام تھے

طالبِ لائق کی خاطر جان دیتے تھے سدا
کاہلوں کے واسطے بس موت کا پیغام تھے

جامعہ حقانیہ روشن تھا ان کے نور سے
صرصرِ امراض میں بیگانۂ آرام تھے

سرحد و افغانیوں میں نور کا مینار تھے
درس کی تحقیق میں مصروف صبح وشام تھے

خندہ پیشانی تھی ان کی الجھنوں میں بھی عیاں
محفلِ امراض میں وہ صاحبِ آلام تھے

ہر گھڑی تھے خدمتِ اسلام میں بے تاب وہ
دین کی خدمت میں تیز و تند وہ دوگام تھے

جسم میں رکھتے تھے دل دانا نگاہِ دلبری
ذکر و تدقیق و عمل، تدریس ان کے کام تھے

حاملِ تفسیر، اس کی عظمتوں کے تھے امیں
صاحبِ تدبیرِ محکم، قلزمِ ہر خام تھے

اے رِضاؔ دنیا سے اب نخلِ ثمر غائب ہوا
رہبر طلاب تھے اللہ کا انعام تھے

مرثیہ

ممتاز شاعر استاذ محترم حضرت مولانا فضل حق ممتاز صاحب رحمہ اللہ تعالی

میدانِ حوادث کا وہ جانباز کہاں ہے؟ / تھا سب میں جو ممتاز وہ ممتاز کہاں ہے؟
سجتا تھا تغزل کا قبا اس کے بدن پر / اب حسنِ تغزل کا وہ انداز کہاں ہے؟
تھا شیخ مشائخ میں تو رندوں میں وہ اِک رند / شہبازِ سخن شعر کا اعزاز کہاں ہے؟
اخلاق و کمالات کے خاتم کا نگینہ / وہ چارہ گر و مونس و دمساز کہاں ہے؟
تھا سایہ فگن مجھ پہ وہ ایک چتر کی مانند / ہر گام پہ وہ ہمدم و ہمراز کہاں ہے؟
تھے سلطنتِ علم میں تھے وہ شاہِ روزگار / باطل شکن کہاں ہے؟ وہ شہباز کہاں ہے؟
ہر لفظ اس کے نطق کا تابانیوں سے پُر / اس دور کا وہ حافظ شیراز کہاں ہے؟
بچوں کے لیے باپ بزرگوں کا برادر / ہر اِک کا اٹھاتا تھا سدا ناز کہاں ہے؟
وہ بحرِ لطف ، موج کرم ، مخزن سخا / شعر و ادب کا منبع و آغاز کہاں ہے؟
سحبانِ وقت سعدیٔ دوراں تھا بالیقین / رومی کی طرح سوز دروں ساز کہاں ہے؟
دشمن کے لیے دل میں تھی صحراؤں کی وسعت / کاوش میں گرم روح تگ و تاز کہاں ہے؟
طوفانِ حوادث میں تھا پامرد ہمیشہ / اور ابتلا میں صبر کا اعجاز کہاں ہے؟

تھے عہدِ بیکسی میں رضؔا کے وہ غمگسار
تاریکیوں میں پیار کی آواز کہاں ہے؟

مرثیہ

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی

تحریر کے امیر ہر اِک دل میں جاگزیں / خلدِ بریں کا حضرت لدھیانوی مکیں
تاریکیوں کے دور میں وہ تھے نقیب حق / اب بن گئے ہیں اہلِ فلک کے وہ ہم نشیں
اخلاق دل پسند تھے، اعمال بھی بلند / تحریر میں چھپا ہوا تھا ذوق انگبیں
اُن کے قلم کے پھول تھے، ہر طبقہ میں قبول / افکار کی بلندیاں افلاک کی قریں
مرقد میں دوستوں نے اتارا نہیں انھیں / اتری ہے آج جرأتِ اظہار در زمیں
کتنے مریض روح شفا یاب آپ سے / کتنوں کے دل کے ظرف میں پیدا ہوا یقیں
صفحات بینات[۱] کی سطریں ہیں غمزدہ / اور جامعہ کے خون سے تربتر زمیں
حضرت کے سر پہ تاجِ خلافت تھا ضوفشاں / دن رات کر رہے تھے وہ اصلاحِ تائبیں
افسوس قاتلوں کے ظلم کی ہے انتہا / گونجا فغان وشور کہ قاتل ہیں بدتریں
حضرت کی ذات ختم نبوت کی پاسباں / تحریر ان کی ختم نبوت پہ دل نشیں
صفحاتِ ''جنگ''[۲] روز جمعہ یاد آگئے / جویائے حق کو آپ دکھاتے تھے راہِ دیں
عبد الرزاق شیخ ہے مجروح و غمزدہ / مفتی جمیل بھی ہیں شب و روز اب حزیں
دے دی حیات، عشق کو بخشی حیاتِ نو / دار و رسن کو چوم لیا تو نے آفریں
روشن ہوا زمانہ ''بصائر''[۳] کے نور سے / یوسف تھے دوم یوسفِ اول[۴] کے جانشیں

کیا خوب تزکیہ تھا، تھی تقریر دلپذیر — تدریس عالی شان تھی تصنیف بہترین
اللہ سے دعا ہے عطا کردے مغفرت — جنت میں منتظر ہوں ترے حور نازنیں
دن رات کام کرنے میں اُن کا سکونِ دل — باطل کے انتقاد میں چلتی رہی مشیں
حضرت کی زندگی میں تھا ماحول پُر بہار — پُر نور مجلسیں تھیں، صحافت تھی مہ جبیں
عشقِ نبی کا نغمۂ شیریں تھا بر زباں — ہاتھوں سے پھیلتی رہی خوشبوئے عنبریں

آوازِ حق تھی شیخ کی باطل شکن رضاؔ
اُن کے قلم کی نوک میں تھا نورِ آتشیں



---

(۱) **بنیات:** اس سے مراد ماہنامہ بینات ہے، جس کے حضرتؒ مدیر تھے۔
(۲) **صفحات جنگ:** آپ چونکہ رزنامہ جنگ کے اسلامی صفحہ سے وابستہ تھے اور ایک خلق کثیر اس سے فیض یاب ہوئی۔ یہ صفحہ اخبار جنگ میں جمعہ کے روز شائع ہوتا ہے اور اب بھی اسے دیکھ کر حضرتؒ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔
(۳) **بصائر:** ''بصائر وعبر'' کے عنوان سے آپ کی تحریریں ماہنامہ بینات میں شائع ہوا کرتی تھیں۔
(۴) **یوسف تھے دوم یوسف اول کے جانشین:** یعنی فی الحقیقت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے جانشین تھے۔

مرثیہ

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب امیر جماعت تبلیغ سعودی عرب

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ — دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ
آتا ہے یاد ہم کو قلب و جگر کا مرہم — ہوتا تھا دور جن سے داعی کے دل کا ہر غم
حق کے لیے تسلی، باطل تھا ان سے برہم — جھڑتے تھے منہ سے موتی، ہاتھوں میں حق کا پرچم
دعوت کے رخ کا غازہ، زلفوں کو بھی سنوارا — جس نے مشقتوں کو ہر دم کیا گوارہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ

پیکر تھے سنتوں کے، وضع ولباس سادہ — اعلیٰ تھی قابلیت، اشرف تھا خانوادہ
حضرت کی محنتوں سے واضح ہوا ہے جادہ — پُر لطف وپُر مزہ ہے دعوت کا جام بادہ
دیتے رہے ہمیشہ اس کام کو سہارا — شعلہ بنا عرب میں تبلیغ کا شرارہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ

ساقی جو چل دیا ہے، روتے ہیں جرعہ نوشاں — جاری ہے ان کا چشمہ، ہر سمت ان کا فیضاں
سیرت میں وہ تھے یکتا اور حکمتوں میں لقماں — اسرار دیں سے واقف، تقریر مثل سحباں
تم نکلو راہِ حق میں، کہتے رہے خدا را — باطل پہ تم چلاؤ ہمت کا تیز آرہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ

علم وعمل کا پتلا، اس کو کبھی نہ چھوڑا — تھے سادگی میں یکتا، اس نے نہ رخ کو موڑا
اپنے وطن کو چھوڑا، مولیٰ سے رشتہ جوڑا — تھے آفتاب فیضاں، کرنوں کو ہی نچوڑا
فقر و رضا سے ان کا ہوتا رہا گزارہ — روشن کیا عرب میں تبلیغ کا ستارہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ

ہستی تھی اُن کی بے شک، ہر طبقہ میں مکرم — فیض و وقار و تقوی اور فہمِ دیں مسلم
روح سعید یا رب، ہو آخرت میں منعم — مرقد پہ ان کے یا رب ہو رحمتوں کی شبنم
اللہ دیدے ان کو فردوس کا نظارہ — ریحان و سنبل و گل، جنت کا آب پارہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ

ہر لمحہ ان کے سر پہ بھاری تھی ذمہ داری — تبلیغ جانِ جاں تھی یہ باد ہے بہاری
اُمت کا درد دل میں اور سر میں بے قراری — تبلیغ کا نشہ تھا ہر وقت ان پہ طاری
کہتے رہے ہمیشہ: ہر ملک ہے ہمارا — چلتے رہے رِضا وہ ہر وقت مثل پارہ

ہے شیخ کی جدائی سب کے لیے خسارہ
دعوت تھی جس سے روشن ڈوبا ہے وہ ستارہ



مرثیہ

مفتی اعظم گجرات ہند حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری

وحضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہما اللہ تعالی

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے — اور مسائل کے لیے ایک مستند عنوان تھے
صاحبِ علم و فتاوی، مفتی عبد الرحیم — ماہر افتا تھے ان پر مہربان رب کریم
حافظ و قاری فقیہ، وصاحب قلب سلیم — پائی لمبی عمر جس میں کر گئے خدمت عظیم
سید عالی نسب اور صاحبِ فیضان تھے — مشکلاتِ دہر میں ہر درد کا درمان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

ظلمتِ بدعت مٹائی، شیخ مثلِ نور تھے — کوثرِ آفاق، جامِ فقہ سے مخمور تھے
عنبرِ بادِ صبا تھے خوشبوئے لاجپور تھے — ان کے فتوے ہر جگہ مقبول تھے منظور تھے
تھے حوالے یاد، وہ مفتی عظیم الشان تھے — حکمتوں کے شہر میں وہ موتیوں کی کان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

جوہری محتاج تھے سب گوہر سادات کو — لے لیا دستِ قضا نے مفتیٔ گجرات کو
چاہتے تھے شیخ اجمیری بھی ان کی ذات کو — فیض پہنچایا ہے اس دھرتی پہ مخلوقات کو
عندلیب خوشنوا تھے نازشِ بستان تھے — کتنے پروانے تھے ان کی ذات پر قربان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

آپ کی تحریر میں تفصیل تھی تفسیر تھی — جہل کی ظلمت میں وہ مہتاب کی تنویر تھی
آپ کی فتوی نویسی لذت انجیر تھی — دین کی تشریح میں انوار کی تصویر تھی
سب ہیں اب وقفِ بکا وہ چل دیئے خندان تھے — ہر جگہ ہے یہ صدا وہ صاحبِ فیضان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

شیخ اجمیری کا چہرہ برق تھا عناب تھا — شیخ راندیری بھی اندھیروں میں اِک مہتاب تھا
اِک چمکتا بدر تھا اور دوسرا آفتاب تھا — وہ زمانہ کیا تھا بیداری میں مثل خواب تھا
گرچہ دونوں اجنبی راندیر میں مہمان تھے — پھر بھی نشرِ علم میں مشغول وہ ہر آن تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

بالیقیں ڈوبا ہے علمِ دین کا مہر مبیں — فقہ کے انوار سے روشن رہی جن کی جبیں
آخرت کو وہ سدھارے دل میں ہیں بیشک مکیں — یا الٰہی کر عطا جنت میں فردوس بریں
سالکوں کے دل کی دھڑکن دلبر و جانان تھے — معرفت کی منزلیں طے کیں عجب انسان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے

خدمتِ افتا میں گذرا وقت ان کا بیشتر — موت سے دنیا میں ہرگز ہو نہیں سکتا مفر

عاشقوں پہ صاعقہ بن کر گری ہے یہ خبر — ہے رِضا کی یہ دُعا فردوس میں ہواُن کا گھر
مظہرِ شفقت تھے اور اللہ کا احسان تھے — مفتیٔ راندیر افتا کے لیے بس جان تھے

صوبۂ گجرات میں وہ نیر تابان تھے
اور مسائل کے لیے اِک مستند عنوان تھے



مرثیہ

شیخین: حضرت والد ماجد مولانا شمس الہادی صاحب

اور تایا مولانا فضل الٰہی صاحب رحمہما اللہ تعالی

وہ نکتہ دان مونس و کہسار ہے کہاں؟　　ظلمت میں نور علم کا، مینار ہے کہاں؟
تھے بحر علم ساغرِ عرفاں لئے ہوئے　　سینے میں وہ تھے نیر تاباں لئے ہوئے
وہ خوش مقال درد کا درماں لئے ہوئے　　شر کو مٹاتے خیر کا داماں لئے ہوئے

منہ ہم سے موڑا، علم کا گلزار ہے کہاں؟
عشق نبی سے، سینۂ سرشار ہے کہاں؟

سینے میں ان کے عشق کا میخانہ روز وشب　　دین نبی کی شمع کا پروانہ روز و شب
تدریس میں تھی ہمت مردانہ روز وشب　　بیگانہ سب سے علم کا فرزانہ روز و شب

وہ کہکشان اور دلِ بیدار ہے کہاں؟
دین نبی کا مطلعِ انوار ہے کہاں؟

میخانۂ عبد الغفور شیخ کا گوہر　　وہ چشمۂ فیضان تھا اور چہرۂ انور
منزل گہ عشاق تھا وہ نور کا پیکر　　ہرفن میں مہارت تھی احادیث تھیں ازبر

کوہِ گراں صاحبِ کردار ہے کہاں؟
روتے ہیں ہر گھڑی در و دیوار ہے کہاں؟

سیرت بھی ان کی پاک تھی، صورت بھی خوشنما　　تھا رعب بے پناہ، خصائل بھی دلربا
ہر شخص ان کے علم و تصوف پہ تھا فدا　　اللہ کا فیصلہ، ہے ہر اک کے لئے فنا

موتی لٹا رہے تھے، گہر بار ہے کہاں؟
آئی ندا فراق ہے، دیدار ہے کہاں؟

طلاب نے پلکوں پہ سجائے ہیں ستارے　　منصور کی بستی میں، تھے شیخین دُلارے
روتے ہیں کہاں چل دئے استاذ ہمارے　　وہ نور کے پتلے تھے، کہاں چھپ گئے پیارے

مشفق کریم صاحبِ اسرار ہے کہاں؟
دل کی دوا تو چاہئے بازار ہے کہاں؟

دیکھا تھا ہم نے اُن کی ضیا پاشیوں کا نور　　مجلس میں اُن کے ذکر کی تابانیوں کا نور
جلوت میں ان کی خلوت وتنہائیوں کا نور　　بادل میں بجلیوں کی توانائیوں کا نور

سب پوچھتے ہیں، مرجعِ اَخیار ہے کہاں؟
ہم تشنہ لب ہیں، مجمع انہار ہے کہاں؟

تھے مرد حق پرست، شجاعت تھی بے بدل　　مہمان نواز خوب، سخاوت تھی بے بدل
دم کرتے تھے، لعاب میں صحت تھی بے بدل　　تاثیر تھی عجیب، بلاغت تھی بے بدل

حیران قافلہ ہے کہ سالار ہے کہاں؟
ہادی کا شمس رہبر اَخیار ہے کہاں؟

اُن کی نوائے ذکر سے تھی گرمئ سحر　　قدسی صفت تھے جانتے تھے قلب کا ہنر
فقہ واصول فقہ میں تھے کامل النظر　　حسن بیان ایسا کہ جھومے حجر شجر

مخزن دعا کا، صاحب افکار ہے کہاں؟
باغِ رِضا میں، رونق بہار ہے کہاں؟

سایہ فگن سروں پہ ہے اب شیخنا فرید(۱)   اللہ سے دعا ہے، عطا عمر ہو مزید
صحت بھی ان کو دیدے، سدا فیض ہو مدید   ان کی حیات نور ہے، ہر خیر کی کلید

یہ ہستیاں کہاں؟ یہ گناہگار ہے کہاں؟
وہ تھے جبالِ علم، یہ بے کار ہے کہاں؟



(۱) کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل بروز سنیچر ۸؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ، ۸۸؍سال کی عمر میں حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

مختصر مرثیہ

شیخین: حضرت والد ماجد مولانا شمس الہادی صاحب
اور تایا مولانا فضل الٰہی صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ

جو کانوں میں آئی ندائے منادی   وہ فضلِ الٰہی(۱) یہ تھے شمسِ ہادی(۱)
وہ ابرِ بہاری یہ فیضانِ باری   وہ نورِ درخشاں یہ رحمت کی وادی
منور مزین تھا ان سے زمانہ   صوابی میں نہرِ طریقت بہادی
مجلّٰی مصفّٰی معطّر منوّر   دِلوں سے کثافت غلاظت ہٹادی
شریعت طریقت کو روشن کیا تھا   حقیقت میں ہے جو حلاوت چکھادی
بنی تھی عبادت سے بس ان کی مٹی   عبادات میں اپنی محنت لگادی
وجود ان کا رحمت سراپا تھے شفقت   تصوف میں محنت، مشقت کے عادی
ہے فوز و فلاح ان کے نقشِ قدم میں   شریعت سکھائی محبت جگادی
حیات ان کی دِلکش، وفات ان کی دِل کُش   کہ آنکھیں رُلائیں، مسرت مٹادی
تھیں سایہ فگن ہم پہ ان کی نگاہیں   مگر موت نے دل میں حسرت بسادی

کہاں سے چلی اے رضاؔ بادِ صرصر
صوابی میں شمع ولایت بجھادی

(۱) یہاں یہ دونوں الفاظ وصفی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، جن میں مرحومین کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔



حصہ عربی کلام

قَصِيدَةٌ فِي حَمْدِ اللّٰهِ تَعالٰى

١ بِحَمْدِ اللّٰهِ أَبدَأُ فِي الكَلامِ — هُوَ الحَيُّ الكَرِيمُ عَلَى الدَّوامِ
٢ بِنُورِ اللّٰهِ أَشرَقَ كُلُّ شَيءٍ — عَرُوسُ الزَّهْرِ هَبَّتْ مِنْ مَنامِ
٣ وَ أَسْقَى الْخَلْقَ مِنْ ماءٍ فُراتٍ — وَ أَشْبَعَ جائِعِيْنَ مِنَ الطَّعامِ
٤ وَ جَمَّلَ بِالنُّجُومِ سَماءَ دُنْيَا — وَ أَبْدَعَ نَيِّراتٍ فِي الظَّلامِ
٥ وَ أَضْحَكَ أَرْضَنا بِرِيَاضِ زَهْرٍ — لُجَيْنُ الماءِ فِي عِقْدِ النِّظامِ
٦ سَقَى الأَشْجارَ كَأساتٍ ثِمارًا — كَسَى الأَزْهارَ أَخْمِرَةَ القِرامِ
٧ وَ غَطَّى أَرْضَنا بِلِباسِ لَيلٍ — وَ نَوَّرَها مِنَ البَدْرِ التَّمامِ
٨ وَ أَجْرَى الماءَ يَدْفُقُ فِي صِياحٍ — وَ نَثَّرَ غَيثَ دُرٍّ مِنْ غَمامِ
٩ وَ مَحبُوبٌ يُقاتِل فِي رِضاهُ — غُزاةُ النّاسِ ضَرّابُو الحُسامِ
١٠ هو الرَّحمٰنُ خَلّاقُ البَرايا — هَدَى الأَجيالَ بِالرُّسْلِ الكِرامِ
١١ وَ يُحيِي العالَمِين وَ هُم رُفاتٌ — وَ يُلْبِسُهم لُحومًا فِي عِظامِ
١٢ وَ نَجَّى فِي السَّفِينةِ آلَ نُوحٍ — وَ أَغْرَقَ مَن يُعادِي مِنْ خِصامِ
١٣ وَ يُوسُفُ سيِّدِي أعطاه حُسْنًا — وَ قَدْ أنجاه مِنْ جُبِّ القَتامِ
١٤ وَ يُونُسُ صارَ مُلْتَقَمًا لِحُوتٍ — فَأَخْرَجَهُ الرَّحِيمُ مَعَ السَّلامِ
١٥ وَ أَعطَى رَبُّنا موسَى وَ عِيسَى — بَراهِينَ الهِدايَةِ كالدِّعامِ
١٦ وَ جَلَّى الشَّمسَ بالضَّوءِ نَهارًا — أَشِعَّتُها كَأَرْياشِ السِّهامِ

١٧ جَرَتْ فِي الطَّودِ شَلّالاتُ ماءٍ — بِقُدرتِه عُيونٌ فِي سِجامِ
١٨ رَؤُوفٌ ذُو الجَلالِ وَ مُستَعانٌ — وَ يَشفِي البائسِينَ ذَوِي السِّقامِ
١٩ وَ طَهَّرَ رُوحَ أَفئِدَةٍ وَ نَقَّى — بِهَدْيِ مُحَمَّدٍ خيرِ الأَنامِ
٢٠ يَحُجُّ البيتَ يَأتِي فِي رِضاهُ — مَلايِيْنُ الوَرَى فِي كُلِّ عامٍ
٢١ تَسِيلُ دُمُوعُهم مُستغفِرِينَ — تَراهُم مِن وَضِيعٍ أو هُمامِ
٢٢ على رُوحِ الهُدَى أنزِلْ إلٰهِي — صَلاةً فِي البِدايةِ وَ الخِتامِ
٢٣ وَ سَبِّحْ مالِكَ المَلَكُوتِ دَوْمًا — لِتَبلُغَ يا رِضاؔ لُثْمَ المَرامِ

ترجمہ:

۱- اللہ تعالی کی حمد وثنا سے میں اپنا کلام شروع کرتا ہوں، وہ ہمیشہ رہنے والا، تا ابد کریم ہے۔

۲- اللہ کے کرم وجود سے دنیا کی ہر چیز آبدار موتی کی طرح چمکتی ہے، اسی کے کرم سے کلیوں کی دلہن خواب خرگوش سے جاگ اٹھی۔

۳- اللہ نے شیریں اور میٹھا پانی مخلوق کے پینے کے لئے عطا فرمایا اور کھانا کھلا کر بھوکوں کے پیٹ کی آگ کو بجھایا۔

۴- اللہ نے آسمان دنیا کے رخ زیبا کو ستاروں سے زینت بخشی اور اسی نے بھیانک اندھیروں میں روشن ستاروں کو پیدا کیا۔

۵- اللہ نے پھولوں کے باغیچوں سے روئے زمین کو ہنسایا، پانی کی چاندی کو نہروں کے ڈورے میں پرو کر کتنا خوبصورت ہار زمین کے گلے میں ڈالا۔

۶- اس ذات کریم نے درختوں کو پھلوں کے لبریز پیالے پلائے اور اسی ذات نے پھول کے چہروں پر سرخ دوپٹوں کا خوبصورت پردہ ڈالا۔

۷- اللہ نے ہماری زمین کو رات کا سیاہ لباس پہنایا اور اس کے سیاہ لباس پر ماہ کامل کی کرنوں کی زلفیں ڈالیں۔

۸- اللہ نے نہروں اور سمندروں کے اچھلتے شور کرتے پانی کو جاری فرمایا اور بادلوں کی تہہ سے بارش کے قطروں کے موتیوں کو مخلوق پر نچھاور کیا۔

۹- اللہ محبوب کائنات ہے، اسی کی رضا میں مجاہد لڑتے ہیں اور تیغ بے نیام سے اس کے دشمنوں کے سروں کو قتل کرتے ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے جو پوری کائنات کو منصۂ شہود پر لایا، انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ تمام نسلوں کی ہدایت کا انتظام کیا۔

۱۱- وہ قیامت کے دن پوری کائنات کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ فرمائے گا، اور ان کی ہڈیوں کو گوشت پوست کا لباس پہنائے گا۔

۱۲- اللہ نے کشتی میں نوح علیہ السلام کے ماننے والوں کو نجات دی اور ان کے دشمنوں کو پانی میں ڈبو کر نیست و نابود کر دیا۔

۱۳- اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا پیکر بنایا نیز ان کو کنویں کی مہلک تاریکیوں سے نکال کر نجات عطا فرمائی۔

۱۴- یونس علیہ السلام مچھلی کا لقمہ بن گئے تھے، اللہ کی رحیم ذات نے ان کو عافیت و سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچایا۔

۱۵- پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو ہدایت کے وہ واضح دلائل و معجزات عطا کیے جو نبوت کے لیے ستون تھے۔

۱۶- اللہ نے دن کے وقت سورج کو روشنی سے روشن فرمایا، سورج کی کرنوں کو تیروں کے پروں کی طرح تیز اور سیدھا بنایا۔

۱۷- اللہ کی قدرت ہی سے سر بفلک پہاڑوں سے آبشار بہتے ہیں، اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ چشمے رخسارِ زمین پر رواں ہیں۔

۱۸- اللہ تعالیٰ بڑا مہربان بڑی شان والا مددگار ہے، پریشان حال بیماروں کو اللہ ہی شفائے کامل دیتا ہے۔

۱۹- صوفیائے کرام کے دلوں کو اللہ ہی نے خیر الانام علیہ السلام کی سنتوں اور طریقوں سے مجلّٰی

اور صاف بنایا۔

۲۰- اللہ کو منانے کے لیے ہر سال لاکھوں افراد حج بیت اللہ کا سفر کرتے ہیں اور فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔

۲۱- حجاج بیت اللہ کے آنسو اللہ کے دربار میں معافی مانگتے ہوئے بہتے ہیں، وہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا، سب رب کے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

۲۲- اے اللہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی موسلا دھار بارش ہمیشہ نازل فرما۔

۲۳- اے رِضا کائنات کی بادشاہی کے مالک کی پاکی ہمیشہ ہمیشہ بیان کرتے رہو، یہی تسبیح کا راستہ منزلِ مقصود کے گوہر آبدار تک پہنچاتا ہے۔

القصيدةُ الأولَى في مدح الرسول ﷺ

١ نَسِيْمٌ هَنِيْئٌ لِلْمُحِبِّ حَبِيْبُ   وَ تِلْكَ الصَّبَا لِلْعَاشِقِيْنَ طَبِيْبُ
٢ هُوَ الْحُبُّ أَضْنَانِيْ وَ أَفْنَى لِبُنْيَتِي   فَمَنْ قَالَ لِي صَبٌّ فَذَاكَ مُصِيْبُ
٣ فَيَا رَبِّ! أَرْسِلْ لِي لِوَصْلٍ كَجُرْعَةٍ   سُوَيْعَاتُ وَصْلٍ لِلْكَئِيْبِ نَصِيْبُ
٤ دُمُوعٌ وَ عَبراتٌ تُبيِّضُ مُقْلَتِي   فَيَا لَيْتَ لِي عَهْدُ الْوِصَالِ قَرِيْبُ
٥ فَيَا أَيُّهَا الْقَلْبُ الْمُتَيَّمُ فِى الْجَوَى   إِذَا كُنْتَ مَهْجُوْرًا فَأَنْتَ شَصِيْبُ
٦ فَيَا عَاذِلِي فِيْمَ الْمَلَامَةُ فِى الْهَوَى   فَلِي ذَوْقُ حُبٍّ فِي الْحَيَاةِ ذَبِيْبُ
٧ نَسِيْمٌ عَلِيْلٌ فِي الْحِجَازِ شِفَاؤُنَا   وَ رَيٌّ غَرِيْبٌ لِلْحَبِيْبِ عَجِيْبُ
٨ فَحَيَّى نَسِيْمَ الصُّبْحِ مِنْ أَرْضِنَا الْبُعْدَى   لِيَطْرَبَ قَلْبُ آسِفٍ وَ يَطِيْبُ
٩ فَلَوْ لَمْ تُوَفَّقْ فِي مَدَائِحِ أَحْمَد   فَلَسْتَ إِلَى قَصْدِ السَّبِيْلِ تُصِيْبُ
١٠ هُوَ الشَّافِعُ الْهَادِي طَبِيْبُ قُلُوْبِنَا   مَدِيْحُ إِلٰهِ الْعَالَمِيْنَ نَسِيْبُ
١١ شَفِيْعُ الْوَرَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُحْسِنٌ   عَلَى النَّاسِ هَذَاكَ الْمُقَامُ عَصِيْبُ
١٢ دَعَاهُ إِلٰهُ الْعَالَمِيْنَ بِلَيْلَةٍ   فَسَارَ عَلَى الْأَفْلَاكِ وَ هُوَ مُنِيْبُ
١٣ تَفَضَّلَ جَمْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِمَقْدِسٍ   وَ أَمَّ إِمَامُ الْأَنْبِيَاءِ خَطِيْبُ
١٤ بَشِيْرٌ تَقِيٌّ سَيِّدٌ وَ مُطَهَّرٌ   وَ لَيْسَ لَهُ فِي الْعَالَمِيْنَ ضَرِيْبُ
١٥ هَدَانَا صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا وَ لَامِعًا   وَ نُوْرًا مُبِيْنًا يَقْتَفِيْهِ لَبِيْبُ
١٦ سَيَشْفَعُ فِي يَوْمٍ يُذَهِّلُ مُرْضِعًا   وَ يُقْلِقُ أَبْطَالَ الْوَرَى وَ يُشِيْبُ

١٧ وَ مِنْ جِسْمِهِ الْعَالِي تَفُوْحُ أَرِيْحَةٌ   كَأَنَّ الْوُرُودُ بِالْعِظَامِ تَشُوْبُ
١٨ فَتِذْكَارُهُ خَيْرٌ جَمِيْلٌ مَسَرَّةٌ   هَنَاءٌ غِذَاءٌ نَكْهَةٌ وَ طُيُوْبُ
١٩ كَنِبْرَاسِ مِشْكَاةٍ بِلَيْلٍ مُخَوِّفٍ   لِرُكْبَانِ فِرْدَوْسِ الْجِنَانِ نَقِيْبُ
٢٠ تَرَى الشَّمْسَ تَجْرِي فِي أَسِرَّةِ وَجْهِهِ   كَأَنَّ الضِّيَاءَ فِي الوَجِيْهِ تَغِيْبُ
٢١ بِإِنْجِيْلِ أَحْمَدُ لِلإِلٰهِ مُحَمَّدٌ   نَبِيٌّ رَسُوْلٌ حَاشِرٌ وَ عَقِيْبُ
٢٢ بِإِيْمَاضِهِ بَدْرٌ تَقَطَّعَ طَائِعًا   تَصَدَّعَ ذَاكَ الْوَقْتَ وَ هُوَ عَجِيْبُ
٢٣ سِرَاجٌ مُنِيْرٌ لِلْعَوَالِمِ رَحْمَةٌ   لَهُ فِي الظَّلَامِ رَنَّةٌ وَ نَحِيْبُ
٢٤ وَ مَا جُوْدُ بَحْرٍ قَطْرَةٌ مِنْ سَخَائِهِ   فَلَوْ جَاءَ مُعْتَرٌّ فَلَيْسَ يَخِيْبُ
٢٥ وَسِيْمٌ بِأَخْلَاقِ الْكِتَابِ مُتَوَّجٌ   يُقِرُّ الْأَعَادِي إِنَّهُ لَنَجِيْبُ
٢٦ وَ خَوَّفَ أَعْدَاءَ الْهِدَايَةِ كُلَّهُمْ   سَلَاطِيْنُ أَرْضٍ مِنْ عَصَاهُ تَهِيْبُ
٢٧ فَلَوْلَاكَ مَا صَارَ الْأَنَامُ خَلِيْقَةً   وَ مَا كَانَ فِيْنَا مَادِحٌ وَ مُجِيْبُ
٢٨ تَرَى الصِّدْقَ يَجْرِي فِي مَشَارِقِ خَدِّهِ   أَلَدُّ الْخِصَامِ لَمْ تَجِدْهُ يَرِيْبُ
٢٩ بِأَنْوَارِهِ الْغَرَّاءِ نَوَّرَ ضَيْعَةً   بِأَخْلَاقِهِ الْعُلْيَا أَطَاعَ قُلُوْبُ
٣٠ وَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ لِخَشْيَةٍ   وَ لَيْسَ لَهُ عِنْدَ الإِلٰهِ ذُنُوْبُ
٣١ وَ مَا هَمَّ قَطُّ دَائِمًا بِخَطِيْئَةٍ   فَيَدْعُو إِلٰهَ الْعَلَمِيْنَ يَتُوْبُ
٣٢ وَ أَعْدَاؤُهُ الْعَادُوْنَ يَخْشَوْنَ بَطْشَهُ   يَدُلُّ عَلَيْهِ الْفَتْحُ ثُمَّ قَلِيْبُ
٣٣ وَ يَأْتِي وَيَدعُوْ ثُمَّ يَشْفَعُ لِلْوَرَى   إِذَا الْخَلْقُ مِنْ خَوْفِ الْحِسَابِ يَذُوْبُ
٣٤ جَمِيْلٌ عَطُوْفٌ بِالْأَنَامِ مُبَارَكٌ   عَظِيْمٌ جَلِيْلٌ فِي الْفِئَامِ حَسِيْبُ
٣٥ وَ أَعْدَاؤُهُ الْكُفَّارُ تَمْكُرُ غِرَّةً   وَ يَحْمِيْهِ رَبُّ الْعَرْشِ وَ هُوَ رَقِيْبُ

٣٦ وَ قَدْ خَتَمَ اللّٰهُ النُّبُوَّةَ بَعْدَهُ فَمَنْ يَدَّعِيْهَا بَعْدُ فَهوَ كَذُوْبُ
٣٧ جَوَادٌ وَ بَسَّامٌ فَصِيْحٌ وَ بَاسِلٌ بَلِيْغٌ وَ أَمَّا صَدْرُهُ فَرَحِيْبُ
٣٨ وَ أَصْحَابُهُ مِيْزَانُ حَقٍّ فَلَا تَرِبْ تَنَكَّسَ أَصْنَامٌ لَهُمْ وَ صَلِيْبُ
٣٩ سَعَوْا دَائِمًا فِي نَشْرِ أَلْوِيَةِ الْهُدَى وَ آوَوْهُ فِي الْغَبْرَاءِ وَ هُوَ غَرِيْبُ
٤٠ فَمَنْ نَالَ مِنْ أَصْحَابِهِ بِنَقِيْصَةٍ سَيُحْشَرُ فِي صَفِّ الْغُوَاةِ كَئِيْبُ
٤١ فَهُمْ شَرَّقُوْا هُمْ غَرَّبُوْا لِبَقَائِهِ وَ هُمْ قَدَّمُوْا دِيْنًا وَ ذَاكَ قَشِيْبُ
٤٢ فَيَا رَبِّ! أَنْزِلْ مِنْ صَلَاتِكَ دَائِمًا عَلَى رُوْحِهِ غَيْثَ الصَّلَاةِ صَبِيْبُ
٤٣ وَ يَا رَبِّ! فَارْزُقْنِي الْجِنَانَ نَعِيْمَهَا أَنَا السَّائِلُ الْعَاصِي وَ أَنْتَ تُثِيْبُ

ترجمہ:

۱- بادِصبا محبت کرنے والے کے لیے بہت پیاری ہے، اور یہ ہوا عاشقوں کی دوا ہے۔
۲- الٰہی! محبت نے مجھے کمزور کردیا اور میرے جسم کو گلا دیا، جو مجھے عاشق کہے وہ حق پر ہے۔
۳- اے رب! مجھے وصال حبیب کا ایک گھونٹ عطا کردے، کچھ لمحاتِ وصال میری قسمت میں ہوں تو زہے نصیب۔
۴- ان آنسوؤں نے میری آنکھیں سفید کردیں، کاش وصال کا زمانہ قریب ہوتا۔
۵- اے محبت میں پریشان دل! تو ہجر میں پڑا ہوا بے گھر مسافر ہے۔
۶- اے ملامت گر! کیوں مجھے محبت میں ملامت کرتا ہے؟ مجھے زندگی میں محبت کا ذائقہ منقّیٰ جیسا لگتا ہے۔
۷- جو بادصبا حجاز کی طرف سے چلتی ہے وہ میری شفا ہے، اور جو انوکھی خوشبو محبوب کے ہاں سے پھیلتی ہے وہ میری معالج ہے۔
۸- اے نسیم صبا! میری تمناؤں کی دور سرزمین میں آجاؤ، تاکہ میرا غمگین دل مسرور اور خوش ہوجائے۔

۹- اگر آپ کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی توفیق نہ ہو، تو کبھی آپ سیدھی راہ کو نہیں پاسکتے۔
۱۰- وہ شفاعت کنندہ، ہادی اور ہمارے دلوں کے معالج ہیں، رب العالمین کے ممدوح اور عالی نسب ہیں۔
۱۱- قیامت میں مخلوق کے شفاعت کنندہ اور محسن ہیں، جب کہ میدان محشر بہت سخت ہوگا۔
۱۲- الہ العالمین نے ان کو دعوت دی، تو متواضع رسول ﷺ نے آسمانوں کی ایک رات میں سیر فرمائی۔
۱۳- بیت المقدس میں تمام انبیا علیہم السلام تشریف لائے، اور امام الانبیا نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔
۱۴- وہ بشارت دینے والے، ڈرانے والے، رہنما اور مطہر ہیں، اور مخلوق میں ان کی مثال نہیں ہے۔
۱۵- ہمیں انھوں نے صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی، اور ایسی قندیل روشن عطا فرمائی جس کے پیچھے ہر عاقل چلتا ہے۔
۱۶- وہ اس دن شفاعت فرمائیں گے جو دودھ پلانے والیوں کو دودھ پلانے سے غافل، بہادروں کو بوڑھا اور پریشان کردے گا۔
۱۷- ان کے جسم عالی سے خوشبو بھڑکتی ہے، جیسے گلاب کی خوشبو ہڈیوں کے ساتھ ملا لی گئی ہو۔
۱۸- ان کا ذکر جمیل خوشی کا سبب، خوشگوار غذائے قلب اور خوشی در خوشی ہے۔
۱۹- وہ ایسے ہیں جیسے خوفناک رات میں طاق کے اندر رکھا ہوا چراغ، وہ جنت الفردوس میں جانے والے قافلہ کے امیر ہیں۔
۲۰- وہ حسن و جمال میں ایسے ہیں جیسے سورج ان کے چہرے کی لکیروں میں چلتا ہو اور روشنی ان کے رخساروں میں ڈوبتی ہو۔
۲۱- انجیل میں احمد سے ملقب اور اللہ تعالیٰ کے ستودہ ہیں، نبی، رسول، حاشر اور آخری پیغمبر ہیں۔
۲۲- ان کے اشارے سے چاند خوشی سے دو ٹکڑے ہوگیا، اس وقت چاند کے ٹکڑے ہونے کا واقعہ عجیب تھا۔
۲۳- وہ سراج منیر اور رحمۃ للعالمین ہیں اور رات کے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر رونے والے تھے۔

۲۴- سمندر کی سخاوت ان کی سخاوت کے مقابلہ میں قطرہ کے برابر تھی، ان کے دروازے پر آیا ہوا محتاج ناامید ہوکر واپس نہ ہوتا۔

۲۵- وہ حسین تھے اور قرآنی اخلاق کا تاج ان کے سر پر مزین تھا، ان کے دشمن بھی ان کے اخلاق کا اقرار کرتے تھے۔

۲۶- ہدایت کے دشمنوں کو ڈرایا اور زمین کے بادشاہ ان کی لاٹھی سے خوف زدہ تھے۔

۲۷- اگر آپ نہ ہوتے تو مخلوق پیدا نہ ہوتی اور ہمارے اندر مدح خواں اور آپ کی آواز پر لبیک کہنے والے نہ ہوتے۔(۱)

---

(۱) بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں وجود عالم کا سبب عبادت قرار دیا گیا ہے، نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾. (الذاريات: ٥٦).

اس کے متعدد جوابات ہوسکتے ہیں: ۱- کسی چیز یا کام کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں، جیسے کوئی ذکر، علم اور دعوت وتبلیغ سب کاموں کے لیے مدرسہ بنائے؛ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ (ہود: ۱۱۸-۱۱۹)۔ اشاعت التوحید کے روح رواں شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری نے اپنی کتاب "البصائر للمتوسلين بأهل المقابر" (ص ۴۱۷) میں علامہ آلوسی کی "روح المعانی" کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علت کائنات کے الفاظ بغیر کسی انکار اور تردید کے نقل فرمائے ہیں، اگرچہ کتاب کی دسری جگہ میں اس کی تردید ملتی ہے: "إذا كان هذا المشروع في زيارة سيد الخليقة وعلة الإيجاد على الحقيقة، فماذا تبلغ زيارة غيره بالنسبة إلى زيارته عليه الصلاة و السلام ''.

۲- قرآن کریم میں دنیا کا انسانوں کے لیے بنائے جانے کا ذکر ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرة: ۲۹) تو یہ کہنا کہ ہمارے لیے دنیا بنائی گئی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، دونوں برابر ہیں؛ کیوں کہ کبھی رعیت کا ذکر ہوتا ہے اور کبھی امیر کا، جیسے سومنات محمود غزنوی کے لشکر نے فتح کیا، یا یہ کہا جائے کہ محمود غزنوی نے فتح کیا۔

۳- یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہو کہ جن وانس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اور یہ بھی عبادت ہے۔ =

۲۸- سچائیاں ان کے رخسار کے مشرق میں چلتی ہیں، اس میں سخت جھگڑالو بھی شک نہیں کرتا ہے۔

۲۹- انھوں نے اپنے چمکتے ہوئے انوار سے زمین کو روشن کردیا، قلوب ان کے اخلاق عالیہ کے گرویدہ ہیں۔

= تنبیہ:

جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب تخلیق کائنات ہونا ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں یا تو حد درجہ ضعیف ہیں یا موضوعی ہیں:

مثلا: حدیث سلمان فارسی جس کو ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۳/ ۵۱۷-۵۱۸) میں اپنی سند سے " **لولاك يا محمد ما خلقت الدنيا** " کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اسے "الموضوعات" (۱/ ۲۸۹) میں اور سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" (۱/ ۲۴۲) میں موضوع کہا ہے۔ اور دارقطنی نے اس کی سند میں ابو السکین کو ضعیف اور ابراہیم ویحیی کو متروک کہا ہے اور فلاس نے یحیی کو کذاب کہا ہے۔

اسی طرح حدیث ابن عباس جس کی حاکم نے "مستدرک" (۲/ ۶۱۴-۶۱۵) میں "**لولا محمد ما خلقت آدم ، ولولا محمد ما خلقت الجنة ولا النار** " کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے، لیکن ذہبی نے اسے موضوع کہا ہے۔

اسی طرح حدیث ابن عباس کو ایک دوسری سند کے ساتھ دیلمی نے "مسند الفردوس" میں روایت کیا ہے، جسے ابن حجر نے "**الغرائب الملتقطة** " (رقم: ۲۵۳) میں " **أتاني جبريل فقال: يا محمد! لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار** " کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لیکن عقیلی نے اس کے ایک راوی عبدالصمد بن علی کی حدیث کو غیر محفوظ اور اس راوی کو مجہول کہا ہے اور "**التلخيص الحبير** " (۴/ ۴۷۹) میں حافظ ابن حجر کے بقول صغانی نے اس راوی کی ایک دوسری روایت " **اكرموا الشهود...** " کو موضوع کہا ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں بعض دوسرے رواۃ مثلا: الفضل بن جعفر اور عبداللہ بن موسی مجہول راوی ہیں، اس لیے اس حدیث کی سند بھی ضعف شدید کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

اسی طرح حدیث عمر جسے آجری نے "الشریعۃ" (۹۵۶) میں، حاکم نے "مستدرک" (۲/ ۶۱۵) اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" (۵/ ۴۸۸-۴۸۹) میں "**لولا محمد ما خلقتك** " کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی سند کی تصحیح بھی کی ہے، لیکن ذہبی نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید کو واہی الحدیث کہا ہے، نیز خود حاکم نے بھی اپنی کتاب "المدخل الی الصحیح" (۱/ ۱۸۰) متہم بالوضع کہا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: " **عبد الرحمن بن زيد بن أسلم روى عن أبيه أحاديث موضوعة لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه** ". عبدالرحمن بن زید کی سوائے ابن عدی کے جمہور محدثین نے =

۳۰- وہ اللہ کے خوف سے استغفار فرماتے تھے، حالانکہ عنداللہ ان کا کوئی گناہ نہیں تھا۔

۳۱- نہ کبھی گناہ کا ارادہ کیا، نہ اس کے قریب گئے، تواضعاً اللہ تعالی کو پکارتے ہوئے توبہ فرماتے تھے۔

= تضعیف کی ہے، اس لیے اگر اس حدیث کو موضوع نہ کہا جائے تب بھی ضعف شدید کی وجہ سے قابل استدال نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح اس حدیث کو طبرانی نے اُوسط (۶۵۰۲) اور صغیر (۹۹۲) میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے، لیکن یہ سند بھی عبدالرحمٰن بن زید اور بعض دیگر مجہول روات کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

اسی طرح حدیث میسرہ جسے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی (۱۵۰/۲) میں ابن جوزی رحمہ اللہ کی ''الوفاء'' کے حوالے سے ابن بشران کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک احمد بن اسحاق بن صالح نامی راوی ہے، خطیب بغدادای نے اس نام کے ایک ہی طبقہ کے ثقہ وغیر ثقہ کئی اشخاص کا ذکر کیا ہے، جس کی وجہ سے تعیین مشکل ہے۔ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تب بھی اس میں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱- اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کا تو ذکر ہے، لیکن اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیق کائنات کا سبب ہونا ذکر نہیں کیا گیا ہے، اس لیے یہ حدیث حضرت سلمان، حضرت ابن عباس اور حصرت عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث کے لیے شاہد نہیں ہوسکتی۔

۲- حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث متعدد طرق سے صحیح سندوں کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے نبی ہونا ذکر کیا گیا ہے، نہ تو اس میں توسل کا ذکر ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب تخلیق کائنات ہونا مذکور ہے، اس لیے مذکورہ روایت منکر یا شاذ ہونے کے وجہ سے غیر قابل قبول ہوگی۔

۳- ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''الوفاء'' چھپ چکی ہے، لیکن اس میں سند کو حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کتاب کا اصل نسخہ نہ تو مطبوع اور نہ ہی اس کا مخطوطہ دستیاب ہے، جس کی وجہ سے اس کتاب میں سند کی تحقیق ممکن نہیں، البتہ ابن بشران کی حدیث کی متعدد کتابیں مطبوعہ ومخطوطہ موجود ہیں، لیکن تلاش بسیار کے باوجود ان کتب میں مطول حدیث نہیں مل سکی، صرف مختصر حدیث ملی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے نبی ہونا ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فتاوی ابن تیمیہ یا ''الوفاء'' میں کاتب یا مصنف سے خطا ہوئی ہے۔

۴- امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''سیر اعلام النبلاء'' (۳۸۴/۷) میں اس حدیث کو اپنی صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا جو ابن بشران کے شیخ میں جا کر مل جاتی ہے، لیکن اس کے الفاظ بھی مختصر ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے نبی ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب تخلیق کائنات کا ذکر نہیں۔ =

۳۲- ان کے سخت ترین دشمن ان کی گرفت سے خوفزدہ تھے، فتح مکہ اور بدر کا کنواں اس پر شاہد ہیں۔

۳۳- قیامت میں تشریف لائیں گے دعا فرمائیں گے اور مخلوق کے لیے سفارش کریں گے جب کہ لوگ حساب کے خوف سے پگھلتے ہوں گے۔

= مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر یہ بات یقین کے قریب پہنچ جاتی ہے کہ جس طویل روایت کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابن جوزی کی ''الوفاء'' کے حوالے سے ابن بشران کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں کاتب یا مصنف سے خطا ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل استدلال نہیں ہوسکتی۔

مذکورہ روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات اس باب سے متعلق عربی و اردو کی متعدد کتابوں، مثلاً ''احسن الفتاوی'' وغیرہ میں مذکورہ ہیں، لیکن ان میں سے کسی بھی روایت کی سند نہیں ہے، نہ صحیح، نہ ضعیف اور نہ ہی موضوع۔ واللہ اعلم۔

اِنہی مذکورہ بالا روایات کی بنیاد پر بہت سے علما، مثلاً: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی نے ''الأسرار المرفوعة'' (۲۸۸) اور شرح ''الشفاء'' (۳۱/۱) میں، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالی نے ''الآثار المرفوعة'' (ص۴۴) میں، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی نے اپنے مکتوبات (۲۱۳/۱، رقم: ۴۴) میں، علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالی نے ''ملفوظات کشمیری'' (ص۲۱۱) میں، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالی نے ''خیر الفتاوی'' (۲۶۷/۱) میں، حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالی نے ''فتاوی محمودیہ'' (۸۲/۴-۸۵) میں، حضرت مفتی محمد فرید رحمہ اللہ تعالی نے ''فتاوی فریدیہ'' (۲۶۰/۱) میں اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی نے ''احسن الفتاوی'' (۴۸۶/۱) میں حدیث ''لولاک'' کو معنی کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے علما نے حدیث ''لولاک'' کو لفظاً یا معناً صحیح سمجھا ہے، مثلاً: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالی (رحمت کائنات، ص۲۶، مصنفہ: قاضی زاہد الحسینی۔ الشہاب الثاقب، ص۲۲۷، مصنفہ: شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ)، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی (نشر الطیب، ص۱۴-۱۵، حفظ الایمان، ص۱۳، امداد المشتاق، ص۱۲)، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالی (فتاوی شیخ الاسلام ۲۶۰/۱)، مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ تعالی (مقدمہ تفسیر حقانی، ص۱۰۱) اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم نے تو ''ذکر مبارک محمد ﷺ'' کے پیش لفظ (ص۱۰) میں تمام محققین اکابر علماء محدثین وفقہا وصوفیائے کرام وغیرہم کا اس بات پر متفق ہونا ذکر کیا ہے کہ خاتم النبین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب لولاک ہیں۔ جبکہ آپ اس حدیث اور اس کے ہم معنی دیگر احادیث کی تحقیق پڑھ چکے ہیں کہ یہ تمام احادیث حد درجہ ضعیف یا موضوع ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۴- وہ جمیل ہیں، لوگوں پر شفیق اور مبارک ہیں، نیز عظیم اور قبائل میں اعلیٰ حسب ونسب کے حامل ہیں۔

۳۵- ان کے دشمن ان کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نگہبانی فرماتے تھے۔

۳۶- اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات پر نبوت ختم فرمائی، جواُن کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔

۳۷- وہ سخی، تبسم فرمانے والے، فصاحت وبلاغت کے علمبردار، بہادر اور کشادہ سینے والے ہیں۔

۳۸- اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے صحابہ معیارِ حق ہیں، جن کے سامنے بت اور صلیب سرنگوں ہوئے۔

۳۹- انھوں نے ہمیشہ حق کے جھنڈے کو لہرانے کی کوشش کی، اور حق کو اپنے ہاں جگہ دی، جب کہ حق مسافر کی طرح تھا۔

۴۰- پس جو شخص ان پر نکتہ چینی کرتا رہتا ہے وہ گمراہوں کی صف میں غمزدہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

۴۱- انھوں نے دین کی بقا کے لیے مشرق ومغرب کو چھان مارا، اور صاف ستھرا دین ہمارے سامنے پیش کیا۔

۴۲- پس اے رب! ان کی روح پر ہمیشہ درود کی موسلا دھار بارش نازل فرما۔

۴۳- اے رب کائنات! مجھے جنتوں کی نعمتیں نصیب فرما، میں عاصی سائل ہوں اور تو ثواب دینے والا قبول کرنے والا ہے۔

القصيدةُ الثانيةُ في مدح الرسول ﷺ

١ بِدَاءِ الحُبِّ يَرْتَاحُ القُلُوْبُ ... دَوَاءُ العِشْقِ لِلْمَرْضَى نَحِيْبُ
٢ يَقُولُ أَحِبَّتِي لِي قَدْ ضَنَوْتَ ... فَهَلْ أَنْتَ المَرِيْضُ أَوِ الكَئِيْبُ
٣ فَقُلْتُ لَهُمْ أَحِبَّتَنَا أَصَبْتُمْ ... فَكَأسُ الحُبِّ ذَاكَ لَنَا نَصِيْبُ
٤ سُوَيْعَاتٌ لِوَصْلٍ قَدْ طَلَبْنَا ... فَيَا لَيْتَ الوِصَالَ لَنَا قَرِيْبُ
٥ دُمُوْعٌ بَيَّضَتْ عَيْنَي لَعَلِّي ... إِلَى جَرَعَاتِ كَأسَاتٍ مُصِيْبُ
٦ فَقَلْبِي فِي الْهَوَى كَالطَّيْرِ يَسْرِي ... لِأَجْلِ الْحَبِّ فِي الدُّنْيَا شَصِيْبُ
٧ أَ تَعْذِلُ فِي الْهَوَى يَا عَاذِلِي مَن ... يُحِبُّ الحُبَّ ذَاكَ لَهُ ذَبِيْبُ
٨ بِطَيْبَةَ خَاتِمٌ يَشْفِي جُوانَا ... وَ رِيٌّ قَدْ أَتَى مِنْهَا عَجِيْبُ
٩ نَسِيْمُ الصُّبْحِ مِنْ بَلَدٍ جَمِيْلٍ ... لِقَلْبِ الآسِفِ الْبَاكِي يَطِيْبُ
١٠ مَدَائِحُ أَحْمَدٍ تَفْرِيْحُ قَلْبِي ... فَيَرْتَاحُ القُلُوْبُ إِذَا تُصِيْبُ
١١ طَبِيْبُ قُلُوْبِنَا الهَادِيْ بَلِيْغٌ ... مَدِيْحُ اللّٰهِ قُدْوَتُنَا نَسِيْبُ
١٢ شَفِيْعُ النَّاسِ يَشْفَعُنَا جَمِيْعًا ... مَعَاذَ اللّٰهِ ذَا يَوْمٌ عَصِيْبُ
١٣ وَ ذُو الْعَرْشِ الْمُمَجَّدِ قَدْ دَعَاهُ ... وَ رَقَّى عَبْدَهُ وَ هوَ الْمُنِيْبُ
١٤ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ أَتَوْا إِلَيْهِ ... فَأَمَّ الكُلَّ سَبَّاقٌ خَطِيْبُ
١٥ بَشِيْرٌ سَيِّدٌ زَيْنٌ تَقِيٌّ ... إِمَامُ النَّاسِ لَيْسَ لَهُ ضَرِيْبُ
١٦ أَنَارَ لَنَا صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا ... سِرَاجًا يَسْتَنِيْرُ بِهِ لَبِيْبُ
١٧ سَيَشْفَعُ فِي الْقِيَامَةِ ذَاكَ يَوْمٌ ... يُغَفِّلُ مُرْضِعَاتٍ بَلْ يُشِيْبُ

١٨ وَ رَائِحَةُ العُطُوْرِ تَفُوْحُ مِنْهُ   كَأَنَّ العِطْرَ بِالْجِسْمِ يَشُوْبُ
١٩ لَهُ ذِكْرٌ جَمِيْلٌ فِي قُلُوبٍ   هِنَاءٌ نِكْهَةٌ فِيْهِ طُيُوْبُ
٢٠ هُوَ النِّبْرَاسُ فِي لَيْلٍ بَهِيْمٍ   إِلَى فِرْدَوْسِ جَنَّاتٍ نَقِيْبُ
٢١ أَسِرَّةُ وَجْهِهِ كَشُعَاعِ شَمْسٍ   وَ بَدْرٌ طَالِعٌ فِيْهِ يَغِيْبُ
٢٢ تِهَامِيٌّ رَسُوْلٌ هَاشِمِيٌّ   نَبِيٌّ حَاشِرٌ رَوْحٌ عَقِيْبُ
٢٣ تَصَدَّعَ طَائِعًا قَمَرٌ مُنِيْرٌ   بِإِيْمَاضِ الرَّسُوْلِ وَ ذَا عَجِيْبُ
٢٤ سِرَاجٌ رَحْمَةٌ لِلنَّاسِ طُرًّا   وَ زَيْنُ الخَلْقِ لِلْمَرْضَى طَبِيْبُ
٢٥ فَكَنْزُ كَرِيْمِ أَخْلَاقٍ لَدَيْهِ   يُقِرُّ عَدُوُّهُ هَذَا نَجِيْبٌ
٢٦ سَلَاطِيْنُ الضَّلَالِ تَخَافُ مِنْهُ   فَكِسْرَى فَارِسٍ مِنْهُ يَهِيْبُ
٢٧ فَيَرْعَبُ مِنْهُ أَعْدَاءٌ لِئَامٌ   فَقَلْبُ عَدُوِّهِ الأَشْقَى وَجِيْبُ
٢٨ وَ يَخْشَى مِنْهُ قَيْصَرُ فِي قُصُوْرٍ   مُعَانِدُهُ عِنَادًا لَا يُجِيْبُ
٢٩ تَمَطَّى دِيْنُهُ شَرْقًا وَ غَرْبًا   أَضَاءَ بِهِ الشَّمَالُ كَذَا الجَنُوْبُ
٣٠ فَلَوْلَا خَلْقُهُ مَا كَانَ شَيْءٌ   وَ لَمْ يَكُن النَّخِيْلُ وَلا قَضِيْبُ
٣١ مَشَارِقُ خَدِّهِ دُرٌّ ثَمِيْنٌ   عَدُوُّ الدِّيْنِ فِيهِ لَا يَرِيْبُ
٣٢ وَ نَوَّرَ هَذِهِ الْغَبْرَاءَ حَقًّا   أَطَاعَ لِخُلقِهِ الأَعْلَى قُلُوْبُ
٣٣ يَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ النَّاسِ خَوْفًا   يَتُوْبُ إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ ذُنُوْبُ
٣٤ هُوَ الْمَعْصُوْمُ لَمْ يُلْمِمْ بِذَنْبٍ   إِلَى رَبِّ الوَرَى أَبَدًا يَتُوْبُ
٣٥ يَخَافُ الْبَطْشَ أَعْدَاءٌ لِئَامٌ   يَدُلُّ عَلَيْهِ فِي بَدْرٍ قَلِيْبُ
٣٦ تَوَلَّوْا ثُمَّ صَدُّوْا عَنْ صِرَاطِ   الحَمِيْدِ لِذَاكَ قَدْ قَامَتْ حُرُوْبُ
٣٧ وَ يَشْفَعُ لِلْوَرَى فِي يَوْمِ صَعْبٍ   فَإِنَّ النَّاسَ فِي الحَرِّ يَذُوْبُ

٣٨ جَمِيْلٌ ثُمَّ بِالنَّاسِ عَطُوْفٌ   عَظِيْمٌ فِي قَبَائِلِهِمْ حَسِيْبُ
٣٩ وَ يَمْكُرُ مَاكِرُوهُ لِيُهْلِكُوْهُ   وَ يَحْمِيْهِ الإِلٰهُ هُوَ الرَّقِيْبُ
٤٠ أَقَامَ بِمَكَّةٍ فِي ضِيْقِ عَيْشٍ   تَأَذَّى قَدْ أَحَاطَ بِهِ الْخُطُوْبُ
٤١ جَوَادٌ بَاسِلٌ حَمْدٌ فَصِيْحٌ   حُلَاحِلٌ مَنْ لَهُ صَدْرٌ رَحِيْبُ
٤٢ وَ خَتْمُ الأَنْبِيَاءِ بِلَا مِرَاءٍ   فَرَدَّ مُسَيْلَمًا وَ هوَ الكَذُوْبُ
٤٣ وَ أَصْحَابٌ لَهُ مِيْزَانُ عَدْلٍ   تَنَكَّسَ عِنْدَ سَطْوَتِهِمْ صَلِيْبُ
٤٤ سَعَوْا فِي نَشْرِ أَلْوِيَةِ المَعَالِي   وَ آوَوْا دِيْنَهُ وَ هوَ الغَرِيْبُ
٤٥ فَمَنْ نَالَ الصَّحَابَةَ مِنْ غَوِيٍّ   فَيُحْشَرُ حَائِرًا وَ هوَ الكَئِيْبُ
٤٦ أُوْلٰئِكَ بَلَّغُوا الآفَاقَ دِيْنًا   قَوِيْمًا ذَلِكَ الشَّرْعُ القَشِيْبُ
٤٧ إِلٰهِي دَائِمًا أَنْزِلْ صَلاةً   عَلى رُوْحِ الهُدَى غَيْثٌ صَبِيْبُ
٤٨ إِلٰهِي أَعْطِنِي جَنَّاتِ عَدْنٍ   إِلَيْكَ فَعَبْدُكَ العَاصِي يَتُوْبُ

ترجمہ:

۱- محبت کی بیماری سے دلوں کو راحت وسکون ملتا ہے۔ رونا دھونا بیمارانِ عشق کے لیے علاج وشفا ہے۔
۲- میرے احباب مجھ سے کہتے ہیں کہ تو لاغر وکمزور ہوا۔ کیا آپ مریض ہیں یا مبتلائے مصیبت ہیں؟
۳- میں نے اُن سے کہا: اے میرے احباب! آپ سچ کہتے ہیں۔ جام محبت نوش کرنا ہی ہماری قسمت میں لکھا ہے۔
۴- ہم نے وصال کے کچھ لمحات مانگ لیے، پس کاش وصال کے لمحات قریب ہوں۔
۵- آنسوؤں نے میری آنکھوں کو سفید کردیا۔ شاید وصل کے پیالوں سے جرعہ نوشی میں ہمارا حصہ لگ جائے۔
۶- پس میرا دل محبت میں پرندے کی طرح اڑتا ہے۔ میں محبت کی وجہ سے دنیا میں مسافر ہوں۔
۷- اے ملامت کرنے والے! باز آ۔ تم محبت میں اس کو ملامت کررہے ہو جو محبت کو پسند کرتا ہے

اور محبت اس کے لیے بمنزلہ کشمش اور منقی ہے۔

۸- مدینہ منورہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے پاس ہمارے غم فراق کی دوا ہے اور وہاں سے آنے والی خوشبو بھی عجیب دوا کا کام دیتی ہے۔

۹- اس مبارک اور خوبصورت شہر سے جو صبح کی بادِ نسیم چلتی ہے وہ غمزدہ خوگرِ بکا کے لیے عمدہ اور پاکیزہ ہے۔

۱۰-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدائح اور تعریفیں سکونِ قلب اور راحتِ جان ہیں۔ یہ جب دلوں کو پہنچتی ہیں تو دلوں کو سکون ملتا ہے۔

۱۱- ہمارے دلوں کے طبیب، ہادی اور سرتا پا بلاغت ہیں۔ اللہ تعالی کے ممدوح اور ہمارے مقتدی اور اعلی نسب والے ہیں۔

۱۲- وہ سب لوگوں کے شفاعت کنندہ ہیں، ہماری شفاعت فرمائیں گے۔شفاعت کا دن بہت سخت اور بھاری ہے۔اللہ کی پناہ!

۱۳- عرش اور عزت والے اللہ تعالی نے ان کو معراج کی رات بلایا اور اپنے بندے کو اوپر اٹھایا اور وہ عاجزی کرنے والے تھے۔

۱۴- سب انبیاء علیہم السلام ان کے پاس بیت المقدس آئے تو اسی نبی نے ان کی امامت فرمائی جو سب سے سبقت کرنے والے اور خطیب تھے۔

۱۵- وہ خوشخبری دینے والے، سردار، باعث زینت اور متقی تھے۔وہ سب لوگوں کے امام تھے، ان کی مثال اور مشابہ کوئی نہیں۔

۱۶- انھوں نے ہمارے لیے صراط مستقیم کو روشن کردیا اور اس چراغ کو روشن کردیا جس سے ہوشیار آدمی روشنی لیتا ہے۔

۱۷- وہ عنقریب قیامت میں ہماری شفاعت کریں گے۔ اور یہ وہ دن ہوگا جو دودھ پلانے والیوں کو دودھ پلانے سے غافل کردے گا، بلکہ جوانوں کو بوڑھا کردے گا۔

۱۸- ان کے بدن مبارک سے عطور کی خوشبو پھوٹتی تھی، جیسے کہ عطر اُن کے جسم کے اجزا کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

۱۹- ان کا ذکر جمیل دلوں کی خوشگواری ہے اور ایسی خوشبو ہے جو کئی خوشبوؤں پر مشتمل ہے۔

۲۰- وہ اندھیری رات میں فانوس اور بڑی لالٹین کی طرح ہیں اور جنت الفردوس کی طرف رہنمائی کرنے والے سردار اور رہنما ہیں۔

۲۱- ان کے چہرے کے نشانات سورج کی شعاعوں کی مانند ہیں۔ ان کے چہرۂ انور میں چودھویں کا نکلا ہوا چاند پوشیدہ ہے۔

۲۲- وہ تہامی (تہامہ :سعودیہ کے جنوبی علاقہ میں واقع ہے) اور ہاشمی رسول ہیں۔نبوت کے حامل، سب سے پہلے قیامت میں اٹھنے والے، نرم ہوا کی طرح سب سے آخری نبی ہیں۔

۲۳- ان کے اشارے سے روشن چاند ٹکڑے ہوگیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے عجیب کام ہوا۔

۲۴- وہ سب لوگوں کے لیے چراغ اور رحمت ہیں۔اور تمام مخلوقات کے لیے باعث زینت اور بیماروں کے لیے طبیب اور معالج ہیں۔

۲۵- کریمانہ اخلاق کا خزانہ ان کے پاس موجود تھا۔ان کی نجابت اور شرافت کا اقرار ان کے دشمن بھی کرتے ہیں۔

۲۶- گمراہی کے سلاطین ان سے ڈرتے ہیں۔فارس کا کسری بھی ان سے خوفزدہ تھا۔

۲۷- ان کے کمینے دشمن ان سے مرعوب تھے۔ان کے بدبخت دشمنوں کے دل ان کے خوف سے کانپتے تھے۔

۲۸- قیصر اپنے محلات کے اندر ان سے خوفزدہ تھا۔ان کے دشمنوں نے عناد ہی کی وجہ سے ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہا۔

۲۹-ان کا دین مشرق اور مغرب میں خوب پھیلا۔اس کی روشنی سے شمال اور جنوب خوب روشن ہوئے۔

۳۰- اگر ان کی پیدائش نہ ہوتی تو کوئی چیز بھی نہ ہوتی۔ نہ کھجوریں ہوتیں اور نہ ان کی شاخیں ہوتیں۔

۳۱-ان کے رخسار کے مشارق قیمتی موتی کی طرح ہیں۔اس چیز میں دین کا دشمن بھی شک نہیں کرتا۔

۳۲- سچی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو روشن کیا۔ان کے اخلاق عالیہ کے سامنے دل سرنگوں ہیں۔

۳۳- وہ رب خلائق سے خوب ڈرتے تھے۔اللہ کے دربار میں توبہ فرماتے ہیں، حالانکہ گناہوں سے پاک تھے۔

۳۴- وہ گناہوں سے معصوم تھے،کبھی اتفاقاً بھی گناہ کے قریب نہیں گئے۔اس کے باوجود رب کائنات کے سامنے توبہ واستغفار فرماتے تھے۔

۳۵- ان کی پکڑ سے کمینے دشمن ڈرتے تھے۔اس پر غزوہ بدر کا ویران ویرانا کنواں خوب دلالت کرتا ہے(جس میں مشرکوں کی لاشیں ڈالی گئیں)۔

۳۶- کافروں نے حق سے منہ موڑا، پھر اللہ تعالی کے راستے سے لوگوں کو روکا؛اسی وجہ سے مختلف لڑائیاں لڑی گئی اور جہاد ہوا۔

۳۷- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت اور مشکل دن یعنی قیامت میں لوگوں کی شفاعت کریں گے، جبکہ لوگ گرمی کی شدت میں پگھل رہے ہوں گے۔

۳۸- وہ انتہائی خوبصورت اور لوگوں پر شفیق اور مہربان تھے۔عرب کے قبائل میں بڑے اور شریف النسب ہیں۔

۳۹-دشمنوں نے آپ کے خلاف آپ کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنائے۔اللہ تعالی نے ان کو بچایا اور وہی حفاظت کرنے والے ہیں۔

۴۰- وہ مکہ مکرمہ میں بہت مشکل حالات میں اقامت پذیر رہے۔دشمن سے اذیت پائی،ان پر مشکلات اور مصیبتوں نے احاطہ کیا تھا۔

۴۱- وہ سخی، بہادر اور فصاحت کے ساتھ اللہ تعالی کی حمد کرنے والے تھے۔وہ کامل بہادر تھے اور ان کے سینے کی فراخی کا کیا کہنا!

۴۲- اس میں شک نہیں کہ وہ خاتم الانبیا ہیں۔انھوں نے مسیلمہ کذاب کے دعوے کو مسترد کیا اور مسیلمہ جھوٹا تھا۔

۴۳- ان کے صحابہ کرام انصاف کی ترازو ہیں،جن کے حملون سے صلیب سرنگوں ہوا۔

۴۴- صحابہ کرام نے ہر اونچے مراتب کے جھنڈوں کے لہرانے کی کوشش فرمائی اور مسافر دین کو جگہ دی۔

۴۵- تو جو آدمی صحابہ کرام کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ قیامت میں حیران و پریشان اٹھایا جائے گا اور وہ مغموم ہوگا۔

۴۶- انھوں نے دنیا کے کونے کونے میں صحیح دین کو پہنچایا اس لیے کہ دین خوبصورت ہے (تو واجب الاشاعت ہے)۔

۴۷- اے اللہ!خصوصی رحمت روح ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہار کی موسلا دھار بارش کی مانند ہیں۔

۴۸- اے اللہ تعالی! مجھے جنات عدن عطا فرما۔گنہگار بندہ آپ کے سامنے توبہ کر کے عفو کا طالب ہے۔

قصيدةٌ فى مدح الصَّحابة رضي الله عنهم

١ نَفْدِي نُفوسًا وَ آباءً وَ إخوانَا   وَ والِداتٍ وَ أَقرانًا وَ أَخدانَا
٢ لِخادِمي الدِّينِ أصحابِ الرَّسولِ فهُم   مُبَلِّغُوا الدِّينِ أَعْصارًا وَ أَزْمانَا
٣ العالِمُونَ بِقُرآنٍ وَ سُنَّتِهِ   الرَّافِعُونَ لِقَصْرِ الدِّينِ بُنيانَا
٤ هُمُ الَّذِينَ أَطاعُوا مُقْتَفِينَ بِهِ   هُمُ الَّذِينَ أَنارُوا الدِّينَ بُرْهانَا
٥ هُمُ الَّذِينَ تَرَبَّوا فِي ظِلالِ هُدَى   وَ هاجَرُوا لِرِضاءِ اللّٰهِ أَوْطانَا
٦ قد اقْشَعَرَّ جُلُودٌ خَشْيَةً وجِلَا   وَ زَعْزَعُوا قَصْرَ رُومٍ ثُمَّ إِيْرانَا
٧ اسْتَأْصَلُوا الكُفْرَ مِنْ عُرْبٍ ومِنْ عَجَمٍ   جابوا جِبالًا وَ بَيْداء وَ مَيدانَا
٨ حُبُّ الصَّحابةِ مركوزٌ بأفئدةٍ   نظيفةٍ، بُغضُهُم قد صار خُذلانَا
٩ إنْ كنتَ تُنكِرهم فاللّٰه يَعرِفُهم   أعطاهم اللّٰهُ جَنّاتٍ وَ رِضوانَا
١٠ يَتِيهُ مَن سَبَّ أصحابَ النَّبِيِّ غدًا   يومَ القيامةِ محرومًا وَ حَيرانَا
١١ من ذَمَّ صَحْبَ رسولٍ أو يُنْقِصُهُمْ   زِنديقُ عهدٍ فلا تَحسِبْهُ إنسانَا
١٢ فى العلمِ أعمقُهم قد جاء مدحُهم   رُهبانُ ليلٍ وَ بالأيّامِ فُرسانَا
١٣ فشتَّتوا أهلَ كفرٍ حاسِمِينَ لهم   صالوا عليه جماعاتٍ وَ وُحْدانَا
١٤ تبدَّلَ الشَّينُ زَينًا من كَرامتِهم   تَبَخْتَرَ الأَرْضُ إِشْراقًا وَ لُمْعانَا
١٥ فيهم أبو بَكْرٍ الصِّدّيقُ قُدْوَتُنا   مَولَى الأَنامِ وَمَولَى الكُلِّ مَولانَا
١٦ فى العلمِ أَكملُهم وَالفضلِ أَسبقُهم   فاعْلَمْ بِذلك إيمانًا وَ إيقانَا
١٧ وَ إنّه مِن أَمَنِّ النّاسِ في عَرَبٍ   وَ أَسبَقِ النّاسِ تصديقًا وَ إيمانَا

١٨ فالفضلُ أَوصَلَهُ وَ الصِّدقُ بَلَّغَهُ   لِرُتبةٍ كان إحسانًا وَ فيضانَا
١٩ أعطاه خالِقُنا قلبًا مَحَلَّ هُدَى   ذِهنًا بليغًا، لسانًا كان مِيزانَا
٢٠ وَ اذكُرْ مُرادَ رسولِ اللّٰهِ مِن عُمَر   إذ دار بالحقِّ دَومًا حيثُما كانَا
٢١ رأيتُه عبقرِيًّا عارِفًا نَدُسًا   أقول حقًّا وَ صِدقًا كان عِرفانَا
٢٢ وَ ميَّز الحقَّ بالتحقيقِ مِن زَبَدٍ   وَ أعلَن الدِّينَ فى الظَّلْماءِ إعلانَا
٢٣ إنّ السَّكينةَ فى لَحيَيه ناطِقةٌ   يُخِيفُ بالرُّعبِ إنسانًا وَ شيطانَا
٢٤ بحرًا تموّج فى الأَكنافِ مُرتفِعًا   وَ لَوْذَعِيًّا أَرْيَحِيًّا وَ رَيحانَا
٢٥ يكون عثمانُ ذو النُّورَين في خُلدٍ   شرُّ الوَرَى فاعلموا من ضَرَّ عثمانَا
٢٦ عثمانُ مِتلافُ مالٍ في سبيلِ هُدَى   أَسْخَى الخلائقِ طُرًّا مات عَطْشانَا
٢٧ أعطاه ربٌّ كريمٌ خالقٌ مَلِكٌ   نفسًا أَبِيًّا فلم يَرْجِعْ وَ لا لانَا
٢٨ مَن حَطَّ في شأنِه فاقْطَعْ لِسانَهُم   مَن قال كِذْبًا وَ مَن يَعزِيهِ هَذيانَا
٢٩ لا تَصْحِبَنْهُ وَ لا تَحْسِبْه مُنفَلِتًا   من قال في حقِّه قد كان خَوّانَا
٣٠ أَقْضَى الأنامِ عَلِيٌّ بارِعٌ ثِقةٌ   يُفتِي الخليقةَ صَدْيانًا وَ حَيْرانَا
٣١ يُحِبُّه اللّٰهُ حُبًّا غيرَ مُنفصِمٍ   أعطاه رَأْيةَ فتحٍ صار فَرْحانَا
٣٢ فليس يُبغِضُه إلّا مُنافِقُهم   وَ حُبُّه صار للإيمانِ عُنوانَا
٣٣ حبيبةٌ لِرسولِ اللّٰهِ عائشةٌ   قد بَلَّغَتْ عِلمَه للنّاس تِبيانَا
٣٤ مُبَرّأً عن عُيوب بَرقُ غُرَّتِها   وَ أنزَل اللّٰهُ تطهيرًا وَ سُلوانَا
٣٥ مَنارُ صِدقٍ بلا شَكٍّ معاويةٌ   وَ كان يَرقُم قُرآنًا وَ فُرقانَا
٣٦ كلُّ الصَّحابةِ نورٌ أو نجومُ هُدَى   فيهم أقارِبُ أصهارًا وَ أختانَا
٣٧ لا يَبلُغُ الواصِفُ المُطْرِي خصائصَهم   جازتْ فضائلُهم حَدًّا وَ حُسبانَا

۳۸ قد فُجِّعُوا بِبَلایا في حَیاتِهم — إنّ الفَرادِیسَ لیستْ قَطُّ مَجّانَا

۳۹ هم الذین لهم في اللّٰهِ تَضْحِیَةٌ — فانظُرْ صُهَیبًا وَ عَمّارًا وَ سَلمانَا

۴۰ فما تبَلبَل بِلْبالُ البِلالِ أذًی — نادَی إلٰهًا وَ لم یَرجِعْ وَ ما دانَا

۴۱ ثُمَّ الصَّلاۃُ صلاۃُ اللّٰهِ ذِی کرَمٍ — علی الرَّسولِ مِن الإخلاصِ مَلآنَا

ترجمہ:

۱- ہم اپنے نفوس، باپ، بھائیوں، ماؤں اور دوست واحباب کو قربان کرتے ہیں۔

۲- دین کے خدام اور تمام اصحاب رسول پر، جنھوں نے سالہا سال اور عرصۂ دراز تک دین کی تبلیغ کی۔

۳- جنھوں نے قرآن کریم اور آنحضورﷺ کی سنت پر عمل کیا، دین کے محلات اور قصور کو بلند کیا۔

۴- یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضورﷺ کے نقش قدم پر چلے اور ان کی اطاعت کی، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین کو مضبوط دلائل کے ساتھ روشن کیا۔

۵- یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے سائے میں تربیت پائی، اور انھوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا۔

۶- ان کے بدنوں کا رواں رُواں خوفِ خداوندی سے کھڑا ہو جاتا تھا، انھوں نے روم وایران کے ایوانوں میں ہلچل مچادی۔

۷- یہ وہ بہادر ہیں جنھوں نے عرب وعجم سے کفر کا استیصال کیا، دین کی خدمت کے لیے پہاڑ، صحرا اور میدانوں کو طے کیا۔

۸- صحابہ کرام کی محبت پاکیزہ دلوں میں گڑی ہوئی ہے، ان کے ساتھ بغض رکھنا خذلان اور رسوائی کا پیش خیمہ ہے۔

۹- اگر تم انھیں نہیں جانتے تو اللہ ان کو جانتا ہے، اللہ نے ان کو جنتیں اور خوشنودی سے سرفراز فرمایا۔

۱۰- جو صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا ہے وہ حیران وپریشان ہوگا کل قیامت کے دن، اور خدا کے فضل سے بے بہرہ ہوگا۔

۱۱- جو بدنصیب صحابہ کی تنقیص یا مذمت کرتا ہے، وہ زندیق زمانہ ہے، اس کو انسان مت سمجھو (وہ

تو شیطان ہے)۔

۱۲- صحابہ کرام علم میں سب سے زیادہ عمیق اور گہرے ہیں، راتوں کو رہبان کی طرح مصروف عبادت اور دن میں شہسوار۔

۱۳- انھوں نے اہل کفر کو تہس نہس کر کے ان کا قلع قمع کر دیا، ان پر انفراداً اور جماعتوں کی شکل میں حملے کر کے بے دست وپا بنا دیا۔

۱۴- انھیں کی برکت سے اچھائیوں نے برائیوں کی جگہ لیں اور انھیں پر زمین فخر وناز کرتی ہے اور چمکتی ہے۔

۱۵- ان میں ابوبکر صدیقؓ ہمارے متقدا اور امام ہیں، لوگوں کے آقا، سب کے مولی اور ہمارے آقا ومخدوم ہیں۔

۱۶- علم میں سب سے اکمل وافضل اور کمالات میں سب سے آگے ہیں، اس پکی بات پر ایمان اور پختہ یقین رکھو۔

۱۷- انھوں نے آنحضورﷺ کے ساتھ تمام اہل عرب سے زیادہ احسان کیا، اور سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق کی۔

۱۸- خدا کے فضل وکرم اور سچائی نے ان کو ایسے مرتبہ پر پہنچایا، جو خدائی احسان وفیضان اور چشم تصور سے بالاتر تھا۔

۱۹- اللہ نے ان کو رسیدہ وذکی قلب، کامل ذہن اور ترازو کی طرح زبان عطا فرمائی تھی۔

۲۰- آنحضورﷺ کی مراد ومطلوب حضرت عمرؓ کا ذکر بھی ضروری ہے وہ جہاں کہیں ہوتے حق ان کے ساتھ ہوتا۔

۲۱- میرا عقیدہ ہے کہ وہ بہت بڑے قوی، عارف اور فطین تھے، ایمانداری کی بات یہ ہے کہ وہ عین معرفت الٰہی تھے۔

۲۲- انھوں نے فی الواقع خالص حق کو جھاگ سے جدا کیا، اور کفر کی تاریکی میں دین اسلام کا اعلان واظہار فرمایا۔

۲۳- بے شک سکینہ اور دل جمعی ان کے کلام میں بولتی تھی، اور اپنے خداداد رعب سے انسانوں

اور شیطانوں کو ڈرایا کرتے تھے۔

۲۴- وہ ایک دریا تھے جو اطراف واکناف میں موجزن تھا، تیز خاطر، کشادہ اخلاق اور ریحان کی طرح خوشبودار تھے۔

۲۵- حضرت عثمانؓ جو ذوالنورین تھے جنت میں ہوں گے، جو حضرت عثمانؓ کو تکلیف دیتا ہے وہ بدترین انسان ہے۔

۲۶- حضرت عثمانؓ نے راہ ہدایت میں بے پناہ مال خرچ کیا، سب سے زیادہ سخی تھے، پیاس کی حالت میں انتقال فرمایا۔

۲۷- ان کو خالق کائنات نے غیرت والا نفس عطا فرمایا تھا، نہ ظالموں کے آگے نرم ہوئے نہ تابعدار، بلکہ حق پر جمے رہے۔

۲۸- جو لوگ ان کے حق میں گستاخی کرتے، جھوٹ بولتے اور بکواس کرتے ہیں ان کی زبانیں کاٹنے کے قابل ہیں۔

۲۹- نہ ایسے لوگوں کی ہمنشینی اختیار کرو اور نہ ایسے لوگوں کو جو انھیں خائن کہتے ہیں خدا کے غضب سے چھوٹا ہوا سمجھو۔

۳۰- حضرت علیؓ ثقہ، کامل اور سب سے اچھے فیصل تھے، لوگوں کو فتوی دیتے جب لوگ حیران وپریشان ہوتے تھے۔

۳۱- اللہ تعالی ان سے دائمی محبت فرماتے تھے، ان کو بواسطہ رسول ﷺ فتح کا جھنڈا دیا جس سے وہ بے حد خوش ہوئے۔

۳۲- ان کے ساتھ بغض وعداوت منافق ہی رکھے گا، کیوں کہ ان کی محبت ایمان کی نشانی اور عنوان ہے۔

۳۳- رسول اللہ ﷺ کی حبیبہ حضرت عائشہؓ ہیں، کہ تحقیق انھوں نے آنحضور ﷺ کے علم کو خوب پھیلایا۔

۳۴- ان کا چمکدار اور صاف چہرہ عیوب سے پاک ہے، کہ خدا نے قرآن میں ان کی طہارت وتسلی کی آیات نازل فرمائیں۔

۳۵- بے شک حضرت معاویہؓ سچائی کا مینار تھے، بایں وجہ کہ وہ کاتبِ وحی اور کاتبِ قرآن ہیں۔

۳۶- تمام صحابہ معیارِ حق اور ہدایت کے ستارے ہیں، ان میں سے بعض رشتہ میں حضور ﷺ کے خسر ہیں اور بعض داماد۔

۳۷- بسیار تعریف کرنے والا بھی ان کی خصوصیات کا احاطہ نہیں کر سکتا، ان کے فضائل بے شمار اور وہم وگمان سے بالا ہیں۔

۳۸- ان کو زندگی بھر کی تکالیف اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکیں، سن لو! جنت وباغات بلا مشقت مفت میں نہیں ملتے۔

۳۹- صحابہ کرام نے دینِ حق کی خاطر بے پناہ قربانیاں دیں، ذرا حضرت صہیبؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالو۔

۴۰- حضرت بلالؓ کے غم کی شدت اذیت کی وجہ سے نہ بھڑکی، اَحداَحد کا نعرہ لگایا، نہ پھرے اور نہ ہی دشمن کے سامنے جھکے۔

۴۱- پھر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں رسول اللہ ﷺ پر جو سراپا اخلاص اور جن کا سینہ مبارک خلوص سے موجزن تھا۔

شانِ امام اعظم

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی مدح میں چند اشعار فرمائے جن میں آپ کے مقام بلند کا تذکرہ ہے۔ان میں سے ایک شعر یہ تھا:

فلعنةُ ربِّنا أعدادَ رَمْلٍ   على من رَدَّ قولَ أبي حنيفةَ

اس کے جواب میں ایک غیر مقلد نے خامہ فرسائی کی اور ضد میں کچھ اشعار اس کی مخالفت میں کہے۔حضرت استاذ مکرم نے الفاظ کی تکرار اور رکاکت سے قطع نظر بعض احباب کی فرمائش پر بہت جلدی میں جواب تحریر فرمایا۔پہلے غیر مقلد صاحب کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

فلعنةُ ربِّنا أعدادَ رَمْلٍ   على من رَدَّ أقوالَ الرّسولِ

فلعنةُ ربِّنا أعدادَ رَمْلٍ   على من سَبَّ أصحابَ الرّسولِ

فلعنةُ ربِّنا أعدادَ رَمْلٍ   على أَتْباعِ شيطانٍ خَذُولِ

فلعنةُ ربِّنا أعدادَ رَمْلٍ   على من جاء بالقَولِ الفُضُولِ

فأعنى من يُقدِّم قولَ غيرٍ   على فعلٍ وقولٍ للرَّسولِ

برَأيٍ أو بعقلٍ أو هَواهُ   خِلافًا للنُّصوصِ والنُّقولِ

فمنهم من يُسوِّي بالنَّبِيِّ   إمامًا في الإطاعةِ والقَبولِ

ومنهم من يَلمِزُ أهلَ عِلْمٍ   مِن أهلِ الجُهدِ دِينًا بالجَهُولِ

كذا تقليدُهم من غيرِ علمٍ   كمثلِ الثَّورِ والبَقَرِ الذَّلُولِ

فوا أَسَفا على الحُسّادِ نَفْسًا   وعَدْوًا مثلَ أصحابِ النُّزولِ

نعُوذ بربِّنا مِن هؤلاء شِرارٍ كالأَذِبَّةِ والنُّحُولِ

اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

١ خُذوا التَّقليدَ يا أهلَ العُقولِ   شِفاءٌ مستديمٌ للسُّؤُولِ

٢ تقلَّدْ مذهبَ النُّعمانِ دَوْمًا   فهذا شرحُ أقوالِ الرَّسولِ

٣ عِنادُ أبي حنيفةَ داءُ جَهْلٍ   تجنَّبْ مِن عنيدٍ أو جَهُولِ

٤ تغرَّفْ من بِحارِ خبيرِ دهرٍ   إمامٍ بارعٍ ثقةٍ عدولِ

٥ فرحمةُ ربِّنا بَرٍّ كريمٍ   على مَن شدَّ أَربعةَ الأُصولِ

٦ قرآنٌ والحديثُ ضِياءُ دهرٍ   لِنَشْرِ النُّورِ مِن غيرِ الأُفُولِ

٧ كذا الإجماعُ رابِعُها قياسٌ   فهذا الكلُّ يكفِي للوُصُولِ

٨ فطُوبَى للمُقلِّدِ في وُصُولٍ   إلى المقصودِ كالجمَلِ الذَّلُولِ

٩ دلائلُ عندَنا مُسْتَشْرِقاتٌ   تقلَّدْ فی الفُروعِ مع الدّليلِ

١٠ فوا أَسَفا على من عاب شيئًا   ولم ينظُرْ إلى غُرَرِ النُّقولِ

١١ فلعنةُ ربِّنا لعنًا بليغًا   على أربابِ شرٍّ مُستطيلِ

١٢ إلهي نَوِّر الأحنافَ طُرًّا   مَلِيكِي مَلْجَئِي مولَى القَبُولِ

جوابی قصیدہ کا ترجمہ:

۱- اے عقل والو! تقلید اختیار کرلو،اس میں سوال کرنے والوں کے لیے دائمی شفا ہے۔
۲- ہمیشہ کے لیے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کیجئے؛ کیونکہ ان کا مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی شرح ہے۔
۳- امام ابوحنیفہ کے ساتھ عناد جہل کی بیماری ہے لہٰذا عناد رکھنے والوں اور جہالت کے

پھندے میں پھنسنے والوں سے بچو۔

۴- امام ابوحنیفہ کے سمندروں سے چُلّو بھر کر پی لو جو اہل زمانہ میں فائق امام، زمانے میں تجربہ کار معتمد اور بہت عادل تھے۔

۵- ہمارا رب کریم اس شخص پر رحمت نازل فرمائے جس نے دین کے چار اصولوں کو تقویت بخشی۔

٦- یہ دلائل قرآن واحادیث مبارکہ ہیں، جو ہر زمانے کے لئے نہ ڈوبنے والی روشنی ہے۔

۷- اسی طرح اجماع ہے اور چوتھی دلیل قیاس ہے اور سب مقصد تک پہنچنے کے لیے کافی ہیں۔

۸- مقلد کو تقلید مبارک ہو، وہ ان شاء اللہ مقصد تک پہنچ جائے گا، جیسے کہ تابعدار اونٹ منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔

۹- ہمارے پاس چمکتے ہوئے دلائل ہیں، ہم احکام میں دلیل کے ساتھ تقلید کرتے ہیں۔

۱۰- پس اس شخص پر افسوس ہے جو کہ مذہب پر طعن وتشنیع کرتا ہے اور روشن نقلی دلائل کو نہیں دیکھتا۔

۱۱- اللہ تعالی ان لوگوں پر بہت لعنت کرے جو لمبے چوڑے شر کے بانی مبانی ہیں۔

۱۲- اے میرے اللہ تعالی، میرے بادشاہ، میری پناہ گاہ، اے قبول کرنے والے! سب احناف کو منور اور روشن فرما۔

قصيدة في مدح جامعة العلوم الإسلامية، علامة بنوري تاون، كراتشي

١ هُنَا رَوْضَةٌ لِلْعِلْمِ فِيْهَا عَنَادِلُ ... وَ أَثْمَارُهَا أَحْلَى وَ طَابَتْ مَنَاهِلُ

٢ تَرَحَّلْ إِلَى دَارِ الْعُلُوْمِ بِسُرْعَةٍ ... زَخَارِفُ ذِي الدُّنْيَا فَدَعْهَا مَزَابِلُ

٣ فَجَامِعَةٌ كُبْرَى بِمَرْآكَ يَا أَخِي ... وَ فِيْهَا بُدُوْرُ الْعِلْمِ وَ الْبَدْرُ كَامِلُ

٤ وَ فِيْهَا شُيُوْخٌ لِلْعُلُوْمِ بِأَسْرِهَا ... وَ فِيْهَا جِبَالُ الْعِلْمِ فِيْهَا جَنَادِلُ

٥ وَ أَسَّسَهَا الشَّيْخُ الْبَنَّوْرِيُّ مُخْلِصًا ... وَ ذٰلِكَ قَطْعِيٌّ فَفِيْمَ تُجَادِلُ

٦ تَحَمَّلَ فِي التَّأْسِيْسِ جُهْدًا وَكُلْفَةً ... وَ ذٰلِكَ مَعْلُوْمٌ فَهَلْ أَنْتَ جَاهِلُ

٧ تُغَنِّي عَلَى بَانَاتِهَا الطَّيْرُ دَائِمًا ... وَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ أَثنتْ بَلَابِلُ

٨ تَحَلَّوْا بِعِلْمٍ ذَاكَ حُلْوٌ وَ حِلْيَةٌ ... عَلَى الْكَافِرِيْنَ الْمُلْحِدِيْنَ قَنَابِلُ

٩ فَذَا الْعِلْمُ رَيْحَانٌ وَ نَفْحَةُ عَنْبَرٍ ... وَ غَيْثُ إِلٰهِ النَّاسِ فِي الْأَرْضِ نَازِلُ

١٠ فَهٰذَى سَبِيْلُ الْعِلْمِ تَسْهِيْلُ جَنَّةٍ ... نَجَاحٌ وَ غُفْرَانٌ وَ فِيْهَا فَضَائِلُ

١١ فَلَلْعَالِمُ النَّحْرِيْرُ حِبْرٌ وَ مُتَّقٍ ... قَرِيْبٌ إِلَى الرَّحْمٰنِ لِلْجَهْلِ قَاتِلُ

١٢ فَهَلْ يَسْتَوِي مَنْ كَانَ حِبْرًا وَعَامِلًا ... وَمَنْ كَانَ فِي جَهْلٍ عَنِ الْعِلْمِ شَاغِلُ

١٣ فَمَنْ يَبْتَغِي عِلْمًا تَرَقْرَقَ دَائِمًا ... وَ آثَارُهُ تَبْقَى وَ طَابَتْ شَمَائِلُ

١٤ تَقَدَّمْ إِلَى الْخَيْرَاتِ مِنْ غَيْرِ لُبْثَةٍ ... فَمَنْ لَثَمَ الْكَاسَاتِ زَاحَتْ بَلَابِلُ

١٥ وَيَدْعُوْ لَهُ الْحِيْتَانُ فِي قَلْبِ أَبْحُرٍ ... يَشُدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ أَفْقَهُ عَامِلُ

١٦ تَفَضَّلْ إِلَى سَاحَاتِهَا مُتَشَكِّرًا — يُدَرَّسُ قُرْآنٌ تُؤَدَّى نَوَافِلُ
١٧ فَأَبْصِرْ إِلَى نُوْرٍ وَ قِنْدِيْلِ حِكْمَةٍ — بِهِ تَبْرُقُ الْأَظْلَامُ نَادَتْ كَلاكِلُ
١٨ بَنَاهَا جَمَالُ الْعَصْرِ يُوْسُفُ وَقْتِهِ — يَتِيْمَةُ دَهْرٍ لِلْمَعَارِفِ حَافِلُ
١٩ تَخَلَّفَهُ شَيْخُ الْحَدِيْثِ وَلِي حَسَنْ — يَحُلُّ عَوِيْصًا حِيْنَ تَأْتِي الْمَعَاضِلُ
٢٠ ذَكِيٌّ وَ شَيْخٌ فِي الْعُلُوْمِ مُحَنَّكٌ — شَذِيٌّ كَبِيْرٌ لِلْحَقَائِقِ نَائِلُ
٢١ وَ أَحْمَدُ رَحْمٰنٍ مُدِيْرٌ يُدِيْرُهَا — وَ تَعْرُوْهُ فِي هَذَا السَّبِيْلِ مَشَاكِلُ
٢٢ جَوَادٌ كَرِيْمٌ يَسْتَحِقُّ كَرَامَةً — نَجِيْبٌ كَرِيْمُ الْخُلْقِ حِبْرٌ وَعَامِلُ
٢٣ وَيَسْرَحُ فِي ذِي الرَّوْضِ آلَافُ طَالِبِ — وَ مِنْ دُوَلٍ شَتَّى تَرُوْحُ الْقَوَافِلُ
٢٤ فَيَدْرُسُ مِنْ نَيْفٍ وَ عِشْرِيْنَ دَوْلَةٍ — بِسَاحَتِهَا طُلَّابُ حَقٍّ بَوَاسِلُ
٢٥ فُرُوْعٌ لَهَا شَتَّى شَمَالًا وَ مَشْرِقًا — فَبَحْرٌ كَبِيْرٌ ذَا وَ تِلْكَ جَدَاوِلُ
٢٦ أُحِبُّكَ يَا رُوْحِي وَ رَوْحِي وَكَوْثَرِي — إِذَا كَانَ مَوْرُوْدٌ فَيَأْتِيْهِ نَاهِلُ
٢٧ فَأَنْوَارُهَا فَاضَتْ وَأَثْمَارُهَا حَلَتْ — وَأَزْهَارُهَا فَاحَتْ وَشَبَّتْ صَنَادِلُ
٢٨ وَ أَدْعُوْكَ يَا اللّٰهَ كُنْ حَافِظًا لَهَا — عَنِ الشَّرِّ إِذْ بَثَّتْ وَ نَابَتْ نَوَازِلُ
٢٩ بَقِيْتِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَحْضَنِي — يُحَيِّيْكَ يَا مَهْدَ الْأَنَامِ قَبَائِلُ
٣٠ يَقُوْلُ الرِّضَا هَذِي ثَلَاثُوْنَ بَاقَةً — إِذَا غَنَّهَا الطُّلَّابُ زَانَتْ مَحَافِلُ

ترجمہ:

۱- یہاں پر علمِ دین کا ایک باغ ہے، جس میں بلبلیں ہیں، اس کے میوے لذیذ اور پانی پینے کا گھاٹ خوشگوار اور عمدہ ہے۔

۲- اس دارالعلوم کی طرف سفر کیجیے اور یقین جانئے کہ دنیا کی زینتیں کوڑا خانے کے برابر ہیں، لہٰذا ان کو چھوڑ دیجیے۔

۳- جامعہ علوم اسلامیہ بہت بڑا جامعہ ہے جو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے، اس میں علم کے چاند ہیں اور چاند کامل ہی ہوتا ہے۔

۴- اس میں تمام علوم کے ماہرین موجود ہیں، اس میں علم کے پہاڑ اور علم کی چٹانیں موجود ہیں۔

۵- اس کی بنیاد حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے ساتھ رکھی، یہ بات قطعی ہے، تو تم (مخالفین) کس بات میں جھگڑتے ہو۔

۶- انھوں نے اس کے بنانے میں کافی تکلیف اور مشقت اٹھائی، یہ بات سب کو معلوم ہے، کیا تم اتنی واضح بات نہیں جانتے۔

۷- اس کے بان کے درختوں پر علم کے پرندے ہمیشہ نغمہ سرا ہیں، اور اس کے سرسبز باغ میں بلبلیں ثناخواں ہیں۔

۸- علم سے مزین ہو جاؤ، یہ زیور ہے اور میٹھا بھی اور بے دین کافروں پر بم گرانے کے مترادف ہے۔

۹- یہ علم خوشبودار پودا اور عنبر کی خوشبو ہے اور پروردگار رحیم کی طرف سے موسلا دھار بارش کی مانند ہے۔

۱۰- یہ علم کا راستہ جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے، یہی کامیابی اور مغفرت کا ذریعہ ہے اور اس میں بے شمار فضائل ہیں۔

۱۱- سمجھدار عالم دین نیک اور متقی ہوتا ہے، رحمٰن سے نزدیک اور جہل کا قاتل ہوتا ہے۔

۱۲- کیا نیک عالم اور وہ شخص جو علم سے غافل کرنے والے جہل میں گرفتار ہو دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔

۱۳- جو شخص علم کا طالب ہو وہ ہمیشہ چمکتا رہتا ہے، اور اس کے آثار باقی رہتے ہیں اور اخلاق کی خوشبو پھیلتی رہتی ہے۔

۱۴- نیکیوں کی طرف بغیر کسی تاخیر کے بڑھئے؛ کیوں کہ جو شخص معرفت الٰہی کی شراب کو بوسہ دے گا اس کے غم کافور ہوں گے۔

۱۵- طالب علموں کے لیے سمندر کے سینے میں مچھلیاں دعا کرتی ہیں، مزید برآں یہ کہ علم پر عامل

عالم شیطان پر بھاری ہوتا ہے۔

۱۶- اس جامعہ کے صحن میں شکریہ کے ساتھ تشریف لائیے، اس میں قرآن پڑھایا جاتا ہے اور نوافل ادا کیے جاتے ہیں۔

۱۷- اس نور اور حکمت کے قندیل اور فانوس کی طرف دیکھئے، اسی سے اندھیرے چھٹتے اور سینے منور ہو جاتے ہیں۔

۱۸- اس جامعہ کو یوسف زمانہ اور خد و خال زمانہ کو حسن بخشنے والے درِ یتیم، علوم کے سمندر کو جمع کرنے والے نے بنایا۔

۱۹- ان کے قائم مقام حضرت مفتی ولی حسن صاحب ہیں، جب بھی قوم مشکل سے دوچار ہو جائے وہ اس کو حل فرماتے ہیں۔

۲۰- ذکی، تجربہ کار، تمام علوم میں ماہر ہیں، ان کے علم کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے، بڑے عالم اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے والے ہیں۔

۲۱- مفتی احمد الرحمٰن اس کے مہتمم ہیں، اس راستے میں انھیں تکالیف پیش آتی ہیں، جن کو وہ نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔

۲۲- صاحبِ جود، شریف اور عزت کے مستحق ہیں، شریف الاصل، کریم الاخلاق، نیک عالم اور علم پر عامل ہیں۔

۲۳- اس باغ میں ہزاروں طلبہ علم دین کی سیر کرتے ہیں اور مختلف ممالک سے طلبہ جوق در جوق آتے ہیں۔

۲۴- اس جامعہ کے احاطے میں بیس سے زائد ممالک کے جری بہادر طلبہ علم دین حاصل کر رہے ہیں۔

۲۵- اس جامعہ کی شمال اور مشرق میں مختلف شاخیں ہیں، جامعہ ایک دریائے بے کنار ہے اور شاخیں نہریں اور نالے ہیں۔

۲۶- اے میری روح اور میرے لیے نرم ہوا اور میرے حوضِ کوثر! یقیناً جب گھاٹ سامنے ہو تو اس کے پاس پیاسا ضرور آتا ہے۔

۲۷- اس کے انوار کی روشنی پھیلی ہے، اس کے پھل شیریں ہیں اور پھول خوشبودار اور اس کے صندل کی خوشبو عروج پر ہے۔

۲۸- یا اللہ! تجھ سے میری دعا ہے کہ جب فتنوں اور مصیبتوں کی یلغار ہو تو تو اس کا حافظ و ناصر ہو۔

۲۹- اے میری پرورش گاہ! تجھ کو اللہ تعالیٰ تا قیامت باقی رکھے۔ اے لوگوں کے گہوارے! تجھ کو تمام گروہ سلام کرتے اور تیرے لیے دعا گو ہیں۔

۳۰- رضا کہتا ہے: یہ تیس گلدستے ہیں، جب ان کو طالب علم گنگنائیں گے تو محفلیں پُر رونق ہوں گی۔

قصيدة في رثاء الشيخ المفسّر قطب الصالحين
مولانا أحمد علي اللاهوي رحمة اللّٰه عليه

١ نَبأٌ لِعَيْشِ الصّالِحِيْنَ مُكَدِّرٌ   قد مات داعِيةُ الزَّمانِ مُفسِّرٌ
٢ خَبرٌ مَهِيْبٌ مُقْلِقٌ لِقُلُوْبِنَا   لِحَدِيْقَةِ الدِّيْنِ الْمُعَظَّمِ صَرْصَرُ
٣ أَسَفٌ عَظِيْمٌ لِلأنَامِ بِفَقْدِهِمْ   نُوْرًا كَبِيْرًا لِلْعَوَالِمِ مُسْفِرُ
٤ خَلتِ الدِّيَارُ مِنَ الْحَبِيْبِ وَأَظْلَمَتْ   لَمْ يَبْقَ عِنْدَ النَّاسِ بَدْرٌ نَيِّرُ
٥ حُزْنٌ يَهُزُّ جِبالَ أَرْضٍ كُلَّهَا   وَ كَآبَةٌ وَ سَآمَةٌ وَ تَحَيُّرُ
٦ حازَ الْكَمَالَ وَ لَا يُدَانِيْهِ الْوَرَى   بِوُجُوْدِهِ الْغَبْرَاءُ دَوْمًا تَفْخَرُ
٧ عَجزَ الْبَصَائِرُ عَنْ دَراكِ كَمَالِهِ   وَ نِطَاقُ نُطْقِ النَّاطِقِيْنَ مُقَصَّرُ
٨ فَاصْبِرْ وَلَا تَجْزَعْ عَلَى أَمْرٍ مَضَى   إِنَّ الْحِمَامَ مِنَ الْقَدِيْرِ مُقَدَّرُ
٩ مَا خَافَ لَوْمَ النَّاسِ فِي نَشْرِ الْهُدَى   بَطَلٌ بَسُوْلٌ فِي النَّهَاكَةِ بَهْوَرُ
١٠ وَ أَهَابَ عُصْبَةَ بِدعَةٍ فَكَأَنَّمَا   هُوَ فِي الْمَعَارِكِ وَالْمَخَاوِفِ عَسْكَرُ
١١ كَمْ صَادَ شَرْدًا فِي صَحَارِي مَعْطَبِ   بِذَكَائِهِ نُوْرَ الْمَعَارِفِ يَبْقُرُ
١٢ رَفَعَ الْحَجَائِبَ عَنْ جَمَالِ عَرَائِسٍ   بِعُلُوْمِهِ قُبُبُ الصُّدُوْرِ تَنَوَّرُ
١٣ قَبْرٌ عَجِيْبٌ لَيْسَ يَبْلُغُ قَامَةً   جَبْلُ الْمَعَارِفِ كَيْفَ فِيْهِ يُقْبَرُ
١٤ فَكَأَنَّمَا قَبْرٌ بِكُوْمَةِ عَنبَرٍ   جدَثُ الْوَلِيِّ يَفُوْحُ مِنْهُ الْعَنبَرُ
١٥ يَا قَلْبُ مَنْ تَرْثِي وَ تَذْكُرُ بَاكِيًا   بَحْرُ الْعُلُوْمِ مُحدِّثٌ وَ مُفسِّرٌ
١٦ قَدْ كُنْتَ مَاحِيَ بِدْعَةٍ فِي أَرْضِنَا   فَالأَرْضُ مِنْ نُوْرِ الْقُرْآنِ تَبَخْتَرُ

١٧ أَحْيى الْقُلُوْبَ بِنَفْخِ رُوْحِ تِلَاوَةٍ   كَشَفَ الظَّلَامَ مِنَ الْعِبَادِ فَتزْهَرُ
١٨ وَ نَظَمْتَ آيَاتِ الْكِتَابِ دَلِيْلَنَا   قَدْ فُقْتَّ فِي هَذَا الصَّنِيْعِ فَتَبْهَرُ
١٩ كَمْ كَانَ طَالِبُ رُشْدَةٍ أَرْشَدْتَهُ   كَمْ كَانَ مِنْ صَعْبِ الْمَسَائِلِ تُنْحِرُ
٢٠ مَنْ عِنْدَنَا يُرْوِي غَلِيْلَ صُدُوْرِنَا   مَنْ ذَا عَلَى قَيْدِ الشَّوَارِدِ يَقْدِرُ
٢١ فَارْزُقْهُ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ إِلٰهَنَا   قَلْبُ الرِّضَا بِوَفَاتِهِ مُتَحَسِّرُ

ترجمہ:

۱- کان ایسی خبر سننے سے دوچار ہوئے جس نے زندگی کو مکدر کر دیا، مفسر اور زمانے میں بہت بڑے داعی کا انتقال ہوا۔

۲- اس خوفناک خبر نے دلوں کو پریشان کر دیا، یہ دین کے باغیچے کے لئے بادِ صرصر کے مترادف ہے۔

۳- لوگ بہت بڑی روشنی کو گم کر چکے، جس پر انھیں بے حد افسوس اور غم ہے۔

۴- بستیاں ایک محبوب شخصیت سے خالی ہو گئیں اور اندھیرا چھا گیا، لوگوں کے پاس روشن بدر نہیں رہا۔

۵- اس غم نے زمین کے پہاڑوں کو ہلا کر رکھ دیا، اور غم وملال و پریشانی چھا گئی۔

۶- ان کی ذات ایسے کمالات پر محیط تھی جن کے قریب بھی لوگ نہیں پہنچ سکتے، ایسی شخصیت پر زمین ہمیشہ فخر کرتی ہے۔

۷- عقلیں ان کے کمالات کے ادراک سے قاصر ہیں، اور گفتگو کرنے والوں کی گفتگو کا کمر بند ان کے ادراک سے تنگ ہے۔

۸- بس صبر کرو گزرے ہوئے غم پر اور فریاد مت کرو، اس لئے کہ موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے۔

۹- ہدایت پھیلانے میں ملامت سے نہیں ڈرے، بہادر تھے اور بہادری میں شیر تھے۔

۱۰- اہل بدعت کی جماعت کو خوف زدہ کیا، وہ میدان جنگ اور میدان خوف میں لشکر کی طرح تھے۔

۱۱- ہلاکت کے صحراؤں میں کتنے بھاگنے والوں کو قابو کیا، معارف وعلوم کو اپنی ذکاوت سے چیرتے تھے۔

۱۲- علوم کی دلہنوں کے حسن وجمال کی نقاب کشائی کی، اور سینے کے گنبدوں کو علوم سے منور کیا۔

۱۳- ان کی قبر بھی عجیب ہے ایک قامت کے برابر بھی نہیں، پتہ نہیں علوم کا پہاڑ اس میں کیسے دفن ہوا۔

۱۴- گویا ان کی قبر عنبر کے ٹیلے پر ہے، اسی لیے ولی کی قبر سے عنبر یعنی خوشبو پھیلتی ہے۔

۱۵- اے دل! تو روتے ہوئے کس کا مرثیہ کہتا اور تذکرہ کرتا ہے، وہ تو علوم کا سمندر، محدث اور مفسر تھے۔

۱۶- بے شک آپ ہمارے ملک میں بدعت کو مٹانے والے تھے، اس لئے زمین آپ کے نورِ قرآن پر فخر کرتی ہے۔

۱۷- انھوں نے دلوں کو تلاوت کی روح پھونک کر زندہ کیا، انھوں نے بندوں سے ظلمت دور کر کے روشن کر دیا۔

۱۸- آپ نے ہماری دلیل قرآنِ کریم کا ربط ذکر فرمایا، اس صفت میں آپ فائق اور آپ کی فضیلت ظاہر تھی۔

۱۹- کتنے طالبین ہدایت کو آپ نے صحیح راستے پر لگایا، اور بے شمار مشکل مسائل کو حل فرمایا۔

۲۰- اب کون ہے جو ہمارے سینوں کی پیاس کو بجھائے اور کون ہے جو مشکل مسائل کو قابو کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

۲۱- اے اللہ! ان کو نعمتوں کی جنتیں نصیب فرما، رضاؔ کا دل ان کی وفات پر افسوس کرتا ہے۔

قصيدةٌ في رثاء الشيخ المصنِّف الجليل مولانا محمد إدريس الكاندهلوي رحمه الله وجعل الجنة مثواه

١ تَكَاثَرَتِ الْهُمُوْمُ عَلَى الْفُؤَادِ — أَتِيْهُ تَحَسُّرًا فِي كُلِّ وَادِ
٢ فَصَارَ نَهَارُنَا لَيْلًا مُهِيْبًا — وَ لَيْسَ لِحُزْنِ قَلْبِي مِنْ نَفَادِ
٣ فَقَلْبِي قَدْ تَصَدَّعَ فِي ضُلُوْعِي — إِلٰهِي حِيْنَ أَخْبَرَنِي الْمُنَادِي
٤ بِمَوْتِ الشَّيْخِ إِدْرِيْسٍ ذَكِيٍّ — وَ شَيْخِ الْكُلِّ فِي هٰذِي الْبِلَادِ
٥ تَسَاكَبَتِ الدُّمُوْعُ مِنَ الْمَآقِي — بِفَقْدِ الْعَالِمِ النِّحْرِيْرِ هَادِ
٦ فَلَا تَجْزَعْ إِلٰى أَحَدٍ وَ صَابِرْ — فَإِنَّ الْخَيْرَ قَلْبِي فِي انْقِيَادِ
٧ فَإِنَّ الْمَوْتَ فِي الدُّنْيَا لِكُلٍّ — لَقَدْ فَرَضَ الإِلٰهُ عَلَى الْعِبَادِ
٨ دَعَا وَ هَدَى فَلَبَّى قَوْلَهُ مَنْ — أَحَبَّ لِأَنْ يَعُوْدَ إِلَى السَّدَادِ
٩ وَ قَوَّمَ مَنْ يَمِيْلُ إِلَى ضَلَالٍ — وَ يَقْسُو قَلْبُهُ قَسْوَ الْجَمَادِ
١٠ وَ قَدْ غَلَبَ الْفَسَادُ عَلَى أُنَاسٍ — فَأَخْرَجَهُمْ بِجُهْدٍ مِنْ فَسَادِ
١١ وَ كَمْ مِنْ مُعْضَلَاتٍ فِي الْقَضَايَا — ظَنَنَّا حَلَّهَا خَرْطَ الْقَتَادِ
١٢ فَحَلَّ صِعَابَهَا بِقَشِيْبِ لَفْظٍ — وَ سَهْلٍ مِنْ تِلَالٍ أَوْ وِهَادِ
١٣ وَ كَانَ الشَّيْخُ بَحْرًا غَاضَ عَنَّا — حُرِمْنَا نَحْنُ مِنْ خَيْرِ الْأَيَادِي
١٤ وَ دَرَّسَ ثُمَّ صَنَّفَ فِي عُلُوْمٍ — جَرَى فِي جَوِّهَا مِثْلَ الْجَوَادِ
١٥ وَ كُلُّ كِتَابِهِ دُرٌّ يَتِيْمٌ — وَ يُحْصَى مِنْ تَبَاشِيْرِ الْعَوَادِي
١٦ وَ عِلْمُ كَلَامِهِ عَمَلٌ مَتِيْنٌ — وَ سِيْرَةُ مُصْطَفَاهُ مِنْ عَتَادِ

۱۷ فَتَصْنِيْفٌ وَ تَدْرِيْسٌ وَ وَعْظٌ	جِهَادٌ فِي جِهَادٍ فِي جِهَادِ
۱۸ لَهُ صَدْرٌ رَحِيْبٌ مُسْتَنِيْرٌ	وَ قَلْبٌ لِلْمَعَارِفِ كَالْمِهَادِ
۱۹ عَلَى "الْمِشْكَاةِ" تَعْلِيْقٌ صَبِيْحٌ	مَعَارِفُهُ السَّنِيَّةُ خَيْرُ زَادِ
۲۰ يَقُوْلُ النَّاسُ بَعْدَ وَفَاةِ حِبْرٍ	فَقَدْنَا مَنْ يُدَاوِي بِالْمِدَادِ
۲۱ وَ أَعْطَاهُ إِلٰهُ الْعَالَمِيْنَ	عُلُوًّا ذَاكَ كَالسَّبْعِ الشِّدَادِ
۲۲ سَقَانَا مِنْ عُيُوْنٍ صَافِيَاتٍ	فَأَرْوَى بِالْقَرَاحِ غَلِيْلَ صَادِ
۲۳ وَ أَرْجُو أَنْ يُثَابَ بِخَيْرِ أَجْرٍ	مِنَ الرَّحْمٰنِ فِي يَوْمِ الْمَعَادِ
۲۴ سَقَاكَ اللّٰهُ عَيْنًا فِي جِنَانٍ	وَ حُلَّةَ عِزَّةٍ يَوْمَ التَّنَادِ
۲۵ إِلٰهِي ارْزُقْهُ مِنْ جَنَّاتِ عَدْنٍ	وَ ذِكْرًا خَالِدًا فِي كُلِّ نَادِ
۲۶ إِلٰهِي مَلْجَئِي وَ مَلِيْكَ قَلْبِي	فَبَلِّغْهُ إِلَى أَقْصَى الْمُرَادِ
۲۷ رِضَاءُ الْحَقِّ يَسْأَلُ فِي خُشُوْعٍ	إِلٰهَ النَّاسِ تَوْفِيْقَ الرَّشَادِ

ترجمہ:

۱- میرے دل میں بہت سارے غموں کا ہجوم ہوگیا، میں افسوس کی وادیوں میں بھٹکتا ہوا پریشان ہوگیا۔

۲- ہمارا دن، رات کی مانند خوفناک اور عجیب بن گیا، اور دل کی پریشانی اور غم ختم ہونے کو نہیں آتے۔

۳- پس میرا دل پسلیوں میں چکنا چور اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، جب مجھے اعلان کرنے والے نے خبر سنائی۔

۴- حضرت مولانا ادریس کاندھلوی جو اقلیمِ ذکاوت کے بادشاہ اور استاذ الکل تھے کی موت کی خبر سنائی۔

۵- آنکھوں کے چشموں سے آنسوؤں کی نہر بہہ پڑی، ہم ہدایت کا پیکرِ عقل مند زیرک عالم دین گم کر چکے۔

۶- کسی انسان کے سامنے فریاد مناسب نہیں صبر کا دامن تھامنا چاہیے۔ اے دل! اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے میں خیر ہے۔

۷- اس میں شک نہیں کہ ہر فرد بشر کے لیے موت کا ذائقہ چکھنا، اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے جو کسی صورت میں نہیں ٹل سکتا۔

۸- حضرت نے دعوت کو اوڑھنا بچھونا بنایا تھا راہ راست کی امنگ رکھنے والوں نے ان کی دعوت ہدایت پر لبیک کہا۔

۹- آپ ان لوگوں کو راہ راست پر لائے جو مائل بگمراہی تھے، اور ان لوگوں کو بھی جن کا دل پتھر کی طرح سخت تھا۔

۱۰- جب فساد کے امڈتے ہوئے سیلاب میں لوگوں کے بہہ جانے کا خطرہ ہوتا تو آپ لوگوں کو نکالنے کے لیے ناخدا کا کام انجام دیتے۔

۱۱- بے شمار مشکل مسائل کے فیصلے ایسے ہوتے جن کا حل کرنا جوئے شیر لانے اور کانٹے دار شاخ پر ہاتھ پھیرنے کے مترادف تھا۔

۱۲- لیکن حضرت نے ان کو بڑے خوبصورت پیرایۂ بیان میں حل فرمایا اور مشکلات کی چوٹیوں اور مسائل کی وادیوں کو سر کیا۔

۱۳- آپ بحر کی مانند تھے جو وفات پا کر زمین کے خزانے میں محفوظ ہوئے، ہاں ہم اللہ کی بہترین نعمتوں سے ضرور محروم ہوگئے۔

۱۴- حضرت مرحوم نے مقصود علم کو تصنیف و تدریس کا میدان بنایا، اور علوم کی پاکیزہ فضا میں عمدہ گھوڑے کی مانند صحرا پیمائی کرتے رہے۔

۱۵- آپ کی ہر کتاب یگانہ چمکتا ہوا موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک احسانات میں سے سمجھی جاتی ہے۔

۱۶- عقائد میں ان کی علم الکلام ایک مضبوط کتاب ہے، اور ان کی سیرۃ المصطفیٰ ایک بہترین توشہ ہے۔

۱۷- ان کی حیات مستعار تصنیف و تدریس اور تبلیغ کے محور کے گرد گھومتی رہی، یہ کام جہاد اور جہاد در جہاد سے کسی طرح کم نہیں۔

۱۸- ان کے روشن سینہ میں سات سمندروں کی وسعت تھی، اور ان کا دل علوم و معارف کا حسین بچھونا تھا۔

۱۹- مشکوٰۃ پر ان کی تعلیق صبیح تاریکیوں میں صبح صادق بنی رہی، ان کے قیمتی اعلیٰ علوم کے عمدہ توشہ ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

۲۰- اب تو لوگ محراب علم منقش کرنے والے کی وفات پر یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اس شخصیت کو گم کردیا جو روشنائی سے دلوں کا مداوا کیا کرتے تھے۔

۲۱- الہ العالمین نے ان کو ایسی مضبوط بلندی عطا فرمائی تھی، جیسے سات مضبوط آسمان بلندیوں کی اوج کو چھوتے ہیں۔

۲۲- آپ نے ہمیں صاف شفاف چشموں سے سیراب کیا، پس انھوں نے خالص صاف پانی سے تشنہ کاموں کی پیاس بجھائی۔

۲۳- میں پُر امید ہوں کہ انشاء اللہ ان کو بہترین اجر سے مالا مال کیا جائے گا جو روز جزا میں بے پناہ رحمت والی ذات کی طرف سے ملے گا۔

۲۴- اللہ تعالیٰ آپ کو جنتوں کے چشمہ صافی سے پلائے اور عزت و کرامت کا جوڑا قیامت کے دن پہنائے۔

۲۵- اے اللہ! ان کو ہمیشہ رہنے کی جنتیں نصیب فرما، اور ہر مجلس میں ان کے ذکر کو جاری وساری فرما۔

۲۶- اے الٰہی! میری پناہ گاہ، اے میرے دل کے مالک! حضرت کو منزل مقصود کے حصول میں کامیاب وکامران فرما۔

۲۷- رضاء الحق عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق کا خواستگار ہے۔

رثاء المفتي الأعظم ببلاد باكستان المفتي محمد شفيع
مؤسّس دار العلوم كراتشي رحمه اللّٰه تعالى

١ الْأَرْضُ غَبْرَى وَ النَّهَارُ قَتَامُ ‏ يَبْكِي لِفَقْدِ حَبِيْبِهِمْ أَقْوَامُ
٢ اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَايَ مِنْ وَجْعِ النَّوَى ‏ فَالْقَلْبُ أَحْزَنُ وَ الْهُجُوْعُ حَرَامُ
٣ نُوْرٌ تَزَيَّلَ عَنْ سَوَادِ عُيُوْنِنَا ‏ وَ لَهُ بِسَاحَاتِ الْقُلُوْبِ مَقَامُ
٤ بَكَتِ السَّمَاوَاتُ الْعُلٰى بِفِرَاقِهِ ‏ وَ تَزَلْزَلَتْ لِوَفَاتِهِ الْأَعْلَامُ
٥ ظَنُّ الْخُلُوْدِ سَفَاهَةٌ وَ جَهَالَةٌ ‏ وَ مَصِيْرُنَا قَبْرٌ وَ نَحْنُ نِيَامُ
٦ مُفْتٍ شَفِيْعٌ لِلْمَعَارِفِ خَازِنٌ ‏ بِعُلُوْمِهِ الْكُبْرَى أَكَبَّ فِئَامُ
٧ قَدْ صَنَّفَ الْكُتُبَ الْجَلِيْلَةَ كُلَّهَا ‏ فِي الْفِقْهِ فَرْدٌ فِي الْعُلُوْمِ إِمَامُ
٨ كَمْ كَانَ مِنْ فَتْوَى فَذَلَّلَ صَعْبَهَا ‏ عَنْ دَرْكِهَا تَتَقَصَّرَ الْأَفْهَامُ
٩ تَأْتِي الْمَشَاكِلُ خُضَّعًا لِيَرَاعِهِ ‏ وَ لِقَطْعِ رَأْسِ الْمُشْرِكِيْنَ حُسَامُ
١٠ أَرْوَى الْأَنَامَ بِعِلْمِهِ وَ فُيُوْضِهِ ‏ وَ سَقَى الْبَرَايَا حِيْنَ كَانَ أُوَامُ
١١ شَمْسٌ يُضِيْئُ سَنَاه أَرْضًا كُلَّهَا ‏ عَلَّامَةٌ بَدْرُ الْوَرَى فَهَّامُ
١٢ نَفَعَ الْأَنَامَ بِعِلْمِهِ وَ بَلَاغِهِ ‏ وَ لَهُ الْمَعَارِفُ وَ الْعُلُوْمُ عِظَامُ
١٣ عَزِّ الْفُؤَادَ بِذِكْرِهِ وَ بِطِيْبِهِ ‏ إِنَّ الْخَلَائِقَ مَا لَهُنَّ دَوَامُ
١٤ فَارَقْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا فِي ظُلْمَةٍ ‏ قَدْ كُنْتَ بَدْرًا إِذْ تَكُوْنُ ظَلَامُ
١٥ أَزْعَجْتَ يَا كَنْزَ الْوَرَى أُسُسَ الْهَوَى ‏ وَ قَطَعْتَهَا فَكَأَنَّكَ الضِّرْغَامُ
١٦ يَا مَنْ تَرَوَّى مِنْ مَنَاهِلِ أَشْرَفِ ‏ فَالنَّاسُ بَعْدَ وَفَاتِكَ الْأَيْتَامُ

۱۷ يَا مَن حَوَيْتَ مِنَ الشَّمَائِلِ خَيْرَهَا　　شُمْسُ الْمَعَارِفِ فِي الْوَرَى قَمْقَامُ
۱۸ وَ ارْحَمْهُ رَبَّ الْخَلْقِ وَ اغْفِرْ ذَنْبَهُ　　نَضِّرْهُ فِي يَوْمٍ يَكُوْنُ قِيَامُ
۱۹ فَاغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ وَ افْسَحْ قَبْرَهُ　　مَا دَارَتِ الْأَفْلَاكُ وَ الْأَيَّامُ
۲۰ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ　　وَ عَلَى الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ وَ سَلَامُ

ترجمہ:

۱- زمین گردآلود ہوگئی، اور دن کے اجالے تاریکیوں میں ڈوب گئے۔اب لوگ ایسے محبوب کی وفات پر اشکبار اور وقف گریہ وبکا ہیں۔

۲- میری آنکھیں حضرت کی دوری کے درد وغم میں ڈبڈبا گئیں۔پس دل بہت غمزدہ اور نیند شجرۂ ممنوعہ بن گئی۔

۳- آپ ایک نور کی مانند تھے جو ہماری آنکھوں کی پتلی سے جدا ہوگئے ہیں، دل کے آنگنوں میں آپ کی رہائش گاہ ضرور موجود ہے۔

۴- ہفت آسمان اپنی تمام تر بلندیوں کے باوجود ان کے فراق پر رو رہے ہیں۔آپ کی وفات پر علم کے پہاڑ بھونچال سے دوچار ہوئے۔

۵- زندگی کو دائم اور ہمیشہ سمجھنا بے وقوفی اور جہالت ہے، قبر کی طرف ہمارا لوٹنا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم خوابِ غفلت میں محو استراحت ہیں۔

۶- حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علوم ومعارف کا خزانہ سینے میں لیے ہوئے تھے۔ان کے علوم سے دنیا کی اقوام سر جھکائے ہوئے استفادہ کر رہی ہیں۔

۷-انھوں نے امت کے فائدے کے لیے بیش بہا کتابیں تصنیف فرمائیں۔وہ فقہ میں یگانۂ روزگار اور تمام علوم میں منصبِ امامت پر فائز تھے۔

۸- انھوں نے بے شمار لاینحل مسائل کو حل فرمایا، جن مسائل کے حل کرنے سے لوگوں کے اذہان قاصر تھے۔

۹- مشکل مسائل ان کے قلم فیض رقم کے سامنے سر جھکائے ہوئے آتے تھے۔ان کا قلم اہلِ کفر کی

گردنوں کے لیے تیغ بے نیام تھا۔

۱۰-انھوں نے اپنے علم اور بے کراں فیض سے لوگوں کو سیراب فرمایا اور خلقِ خدا کو علمی پیاس کی شدت کے وقت پانی سے سیراب کیا۔

۱۱- وہ سورج کی مانند تھے جس کی روشنی نے روئے زمین کو منور کر دیا۔وہ علامۂ دوراں، فقیہ النفس اور بدر تھے۔

۱۲- انھوں نے مخلوق کو اپنے علم اور ''البلاغ'' کے ذریعہ فائدہ پہنچایا۔ان کے معارف قرآنیہ اور عظیم الشان علوم ان کے ذہن رسا کا پرتو اور ثمرہ ہیں۔

۱۳-اے مخاطب! تم اپنے دل مضطرب کو ان کے ذکر جمیل اور علمی خوشبو سے تسلی دیا کرو۔یہ بھی تو سوچ کہ مخلوق کو دائمی زندگی کب نصیب ہوسکتی ہے۔

۱۴- آپ ہم سے جدا ہوگئے اور ہم کو تاریکیوں میں پریشان چھوڑا۔آپ جہالت کی تاریکیوں میں بدر کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۵-اے علومِ تصوف کے خزانے! آپ نے خواہشات کی بنیادوں کو کاٹ کوٹ کر اکھاڑ دیا اور آپ ان کے خلاف شیر بنے رہے۔

۱۶-اے علم کی پناہ گاہ! آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چشموں سے فیض یاب ہوئے، آپ کی وفات نے لوگوں کو یتیم کر دیا۔

۱۷- اے جامع کمالات! آپ نے خصال حمیدہ اور اعلیٰ صفات کو جمع فرمایا، آپ آفتابِ علوم اور سب کے رہبر ورہنما تھے۔

۱۸- اے خالقِ کائنات! ان پر رحم فرما کر ان کی لغزشوں سے درگزر فرمادیں اور ان کو روزِ قیامت تر وتازہ وشاداب رکھیں۔

۱۹- اے اللہ! ان کی مغفرت فرمادے اور ان کی قبر کو کشادہ فرمادے جب تک فضا کی وسعتوں میں زمانہ گردش کرتا ہے۔

۲۰- پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر صلوۃ وسلام کی رحمت برستی رہے۔

القصيدة الأولى في رثاء الإمام الهمام العلامة القمقام مولانا محمد يوسف البنوري رحمه الله تعالى

١ أَلَا يَا مَنْ يُحِيطُ بِهِ التَّكَاسُلْ   يَمُرُّ بِكَ الدُّهُوْرُ وَ أَنْتَ غَافِلْ
٢ هِيَ الدُّنْيَا كَقَنْطَرَةٍ فَمِنْهَا   إِلَى الْأَجْدَاثِ يَرْحَلُ كُلُّ رَاحِلْ
٣ فَوَا أَسَفَا عَلَى نَعْمَاءِ دُنْيَا   فَكُلُّ نَعِيْمِهَا كَالظِّلِّ زَائِلْ
٤ فَهَيِّئْ فِي الْحَيَاةِ لِبَعْدِ مَوْتٍ   فَإِنَّ الْعُمْرَ سَاعَاتٌ قَلَائِلْ
٥ يُفَوِّضُكَ الْأَنَامُ لِبَيْتِ دُوْدٍ   وَ يُرْهِقُكَ الْحَنَادِسُ وَالْبَلَابِلْ
٦ وَحِيْنَ سَمِعْتُ نَعْيَ وَحِيْدِ عَصْرٍ   نَحَبْتُ مِنَ الْكَآبَةِ كَالثَّوَاكِلْ
٧ نَعَى النَّاعِي بِنَا فِي وَقْتِ ضَحْوٍ   فَقِيْدَ الْمِثْلِ لَيْسَ لَهُ مُمَاثِلْ
٨ بِمَوْتِ الشَّيْخِ يُوْسُفَ رُكْنِ شَرْعٍ   تَفَرَّقَتِ الْمَجَالِسُ وَ الْمَحَافِلْ
٩ تَرَحَّلَ سَيِّدٌ وَرِعٌ حَسِيْبٌ   بَصِيْرٌ فِي الْعَوَاقِبِ ثُمَّ بَاسِلْ
١٠ تَلَقَّى فِي بِشَاوَرَ مِنْ شُيُوْخٍ   وَ حَظًّا وَافِرًا فِي حِضْنِ كَابُلْ
١١ بِدِيوْبَنْدٍ أَقَامَ لِأَخْذِ عِلْمٍ   وَ صَارَ مُحَدِّثًا فِي حِجْرِ دَابِلْ
١٢ فَتَدْرِيْسٌ وَ تَهْلِيْلٌ وَ ذِكْرٌ   وَ تَصْنِيْفُ الْكِتَابِ لَهُ مَشَاغِلْ
١٣ وَ تَحْرِيْرٌ وَ فَلْسَفَةٌ وَ بَحْثٌ   وَ تَحْقِيْقٌ وَ تَدْقِيْقُ الدَّلَائِلْ
١٤ لَهُ عِلْمٌ وَ إِتْقَانٌ بَدِيْعٌ   وَ إِحْكَامُ الْمَسَائِلِ كَالْأَوَائِلْ
١٥ غَزَالِيٌّ بُخَارِيٌّ حَدِيْثًا   جُنَيْدُ الْعَهْدِ فِي طَيِّ الْمَنَازِلْ

١٦ بِأَكْنَافٍ لِنَسْلِ الْقَادِيَانِي   حُسَامٌ صَارِمٌ كَالسِّمِّ قَاتِلْ
١٧ وَ قَامَ بِجَوْلَةٍ مَعْ سُقْمِ جِسْمٍ   يُبَلِّغُ فِي الْبِلَادِ وَ فِي الْقَبَائِلْ
١٨ وَ أَظْهَرَ كَيْدَهُمْ وَ قَضَى عَلَيْهِمْ   بِحَفْلَاتٍ تُرَامُ فَلَا تُجَادِلْ
١٩ وَ أَهْلَكَ بَذْرَ بَرْوِيْزٍ وَ أَرْدَى   بِعَزْمٍ كَامِلٍ بَيْتَ الْأَرَاذِلْ
٢٠ وَ كَانَ الشَّيْخُ لِلْإِلْحَادِ سَمًّا   لِإِفْحَامِ الْبَذِيْ أَسَدًا يُصَاوِلْ
٢١ بَنَى كُلِّيَّةً لِلدِّيْنِ فِيْهَا   تَرَى مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ قَنَادِلْ
٢٢ وَ غَاصَ بُحُوْرَ عِلْمٍ لِلَّآلِي   وَ حَازَ جُمَانَ فَضْلٍ وَ الشَّمَائِلْ
٢٣ تَرَعْرَعَ كَامِلًا فِي كُلِّ فَنٍّ   سَقَى خَلْقَ الْإِلٰهِ مِنَ الْمَنَاهِلْ
٢٤ وَ خَافَ اللّٰهَ فِي سِرٍّ وَ جَهْرٍ   وَ كَافَحَ طُوْلَ عُمْرٍ كُلَّ بَاطِلْ
٢٥ تَرَوَّى مِنْ حُسَيْنَ أَحْمَد بِهِنْدٍ   تَرَبَّى مِنْهُ فِي كُلِّ السَّلَاسِلْ
٢٦ خَلِيْفَةُ أَشْرَفٍ وَ سَمَاءُ عِلْمٍ   تَغَلْغَلَ كَالْبُحُوْرِ بِلَا سَوَاحِلْ
٢٧ تَعَطَّفَ أَنْوَرُ النَّاسِ عَلَيْهِ   تَفَرَّسَ فِيْهِ أَصْنَافَ الْفَضَائِلْ
٢٨ تَلَأْلَأَ فِي جَبِيْنِكَ شَمْسُ فَضْلٍ   وَ آثَارُ النَّجَابَةِ وَ الْمَخَائِلْ
٢٩ جَلَالٌ فِي جَمَالٍ فِي كَمَالٍ   كَبَدْرٍ فِي السِّمَاكِ مِنَ الْمَنَازِلْ
٣٠ وَ قَامَ بِخِدْمَةِ الدِّيْنِ مَتِيْنًا   إِلَى الطُّلَّابِ وَ الْعُلَمَاءِ مَائِلْ
٣١ وَ صَرَّفَ عُمْرَهُ سَبْعِيْنَ عَامًا   يُسَهِّلُ مَا عَرَاهُ مِنَ الْمَعَاضِلْ
٣٢ وَ دَرَّسَ مُخْلِصًا مِنْ جَذْرِ قَلْبٍ   تَقَدَّمَ قَالِعًا لِشُكُوْكِ جَاهِلْ
٣٣ فُيُوْضُ الْغَيْثِ عَمَّتْ كُلَّ شَخْصٍ   وَ نَثْرُ الدُّرِّ لِلطُّلَّابِ شَامِلْ
٣٤ وَ طَارَ الصِّيْتُ فِي عربٍ وَ عجمٍ   كَصِيْتِ السِّحْرِ فِي أَحْيَاءِ بَابُلْ

٣٥ أَدِيْبَ الْعَصْرِ كُنْتَ لَبِيْدَ عَصْرٍ — مَلَاذَ النَّاسِ فِي حَلِّ النَّوَازِلْ
٣٦ وَ مِنْ عَيْنِ الْبَلَاغَةِ قَدْ سُقِيْت — بِبَاكِسْتَانَ سَحْبَانُ بْنُ وَائِلْ
٣٧ كَرِيْمًا كَانَ مِضْيَافًا جَوَادًا — رَحِيْمًا بِالْيَتَامَى وَ الْأَرَامِلْ
٣٨ وَ لَيْسَ لَهُ نَظِيْرٌ فِي نَوَال — سَحَابٌ هَامِعٌ لِلنَّاسِ هَاطِلْ
٣٩ فَقِيْهًا كَانَ فِي التَّفْسِيْرِ فَرْدًا — وَلَمْ يَكُ فِي الْحَدِيْثِ لَهُ مَعَادِلْ
٤٠ بِنَمْطٍ بَارِعٍ شَرَحَ الْحَدِيْث — يُشِيْرُ إِلَيْهِ كُلٌّ بِالْأَنَامِلْ
٤١ فَأَعْطَانَا مَعَارِفَ تِرْمِذِيٍّ — بِجِيْدِ التِّرْمِذِي نَاطَ الْحَمَائِلْ
٤٢ فَهٰذَا الشَّرْحُ لَيْسَ لَهُ نَظِيْرٌ — لِأَنْوَاعِ الْمَعَارِفِ ذَاكَ حَافِلْ
٤٣ لِبَثِّ الدِّيْنِ أَصْدَرَ "بَيِّنَاتٍ" — لَهَا وَقْعٌ عَظِيْمٌ فِي الرَّسَائِلْ
٤٤ فَأَحْفَظَ مِنْكَ لَمْ أَسْمَعْ بِأَرْضٍ — وَأَتْقَنَ مِنْكَ فِي ضَبْطِ الْمَسَائِلْ
٤٥ وَ أَحْوَطَ مِنْكَ فِي الْغَبْرَاءِ قَطُّ — وَأَسْبَقَ مِنْكَ فِي كَشْفِ الْمَشَاكِلْ
٤٦ فَرَحْمَةُ رَبِّنَا مَادَامَ رَنَّتْ — وَ غَنَّتْ فِي الْبَسَاتِيْنِ العَنَادِلْ
٤٧ عَلَى طَوْدِ الْعُلُوْمِ سَمَاءِ فَضْلٍ — وَ نِعْمَةِ رَبِّنَا فِي الْوَرعِ كَامِلْ
٤٨ فَنَوِّرْ قَبْرَ حِبْرٍ يَا إِلٰهِي — بِنُوْرٍ لَامِعٍ وَ الْعَفْوُ وَابِلْ
٤٩ وَ أَخْلِصْ يَا رِضَا لِرِضَاءِ حَقٍّ — وَ جَانِبْ كُلَّ حِيْنٍ عَنْ رَذَائِلْ
٥٠ وَ أَعْدِدْ قَبْلَ مَوْتِكَ صَالِحَاتٍ — لِنَفْسِكَ لَا تُوَانِ وَ لَا تُسَاهِلْ
٥١ نَظَمْتُ مُسَلِّيًا لِلنَّاسِ شِعْرًا — لِزَرْعِ مَحَبَّتِي فِيْهَا سَنَابِلْ

ترجمہ:

۱- سن لے اے غافل! تجھ پر سستی محیط ہے، زمانہ برق رفتاری سے گزر رہا ہے اور تو غفلت میں

غوطہ زن ہے۔

۲- یہ دنیا تو ایک پل کی مانند ہے، جس پر مسافر قبروں کی طرف رواں دواں ہیں۔

۳- پس ہائے افسوس! دنیا کی نعمتوں پر، دنیا کی ہر نعمت سائے کی طرح مٹنے والی ہے۔

۴- زندگی میں مابعد الموت کے لیے تیاری کرواس لئے کہ عمر چند گنے چنے لمحات کا نام ہے۔

۵- لوگ اور دوست واحباب تجھے کیڑوں کے گھر کے حوالہ کردیں گے اور تاریکیاں اور پریشانیاں تیرا احاطہ کریں گی۔

۶- جب میں نے یگانۂ دوراں کی خبر وفات سنی تو خوب رویا، جیسے عورت اپنے فوت شدہ بچے پر روتی ہے۔

۷- چاشت کے وقت سنانے والے نے اس فقید المثال شخصیت کی خبر وفات سنائی جس کی نظیر نہیں۔

۸- حضرت مولانا یوسف صاحب جو اسلام کے رکن رکین تھے، ان کی وفات سے مجلسیں منتشر اور محفلیں ماند پڑ گئیں۔

۹- سید، متقی اور شریف النسب اس دنیا سے رحلت کر چکے، جو عاقبت اندیش اور اس سے بڑھ کر بہادر تھے۔

۱۰- آپ نے پشاور میں بعض مشائخ سے علم حاصل کیا اور علم کا کافی حصہ کابل کی گود میں حاصل کیا۔

۱۱- اور پھر دیوبند میں حصول علم کے لیے مقیم رہے اور ڈابھیل میں زیر تربیت رہ کر محدث بنے۔

۱۲- حضرت مولانا عمر بھر تدریس، ذکر الٰہی، یاد محبوب اور کتابوں کی تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔

۱۳- زندگی بھر بحث، تحریر، فلسفہ، حکمت اور دلائل کی تحقیق وتدقیق کا کام انجام دیتے رہے۔

۱۴- علوم میں ان کی پختگی عجیب تھی، وہ مسائل میں پختگی ومضبوطی میں متقدمین کا نمونہ تھے۔

۱۵- وہ غزالی دوراں اور فن حدیث میں امام بخاری تھے اور تصوف کے مراحل طے کرنے میں جنید بغدادی تھے۔

۱۶- قادیانیوں کی ذریت کے لیے عالم کے اطراف میں، تیغ بے نیام اور زہر قاتل کی مانند تھے۔

۱۷- انھوں نے جسمانی بیماری کے باوجود ملک کا دورہ کیا، (اور قادیانیت کے خلاف) لوگوں میں تبلیغ کرتے رہے۔

۱۸- آپ نے ان کی مکاریاں طشت از بام کر کے انھیں موت کی نیند سلا دیا، یہ کام اجتماعات میں فرمایا، اس کی صحت میں بحث نہ کرو۔

۱۹- آپ نے پرویزیوں کے بیج کو اکھاڑ پھینک دیا، اور کمینوں کی کمین گاہوں کو عزم مصمم سے مسمار کر دیا۔

۲۰- حضرت شیخ لا دینیت کے لیے زہر قاتل تھے اور بے ہودہ لوگوں پر شیر کی طرح حملہ آور ہو کر انھیں چپ کراتے تھے۔

۲۱- آپ نے علم دین کی نشر واشاعت کے لیے مدرسہ بنایا جس میں ہر طرف سے ہر قبیلے کے لوگ جوق در جوق آتے ہیں۔

۲۲- آپ نے موتیوں کے حصول کے لیے علم کے سمندروں میں غوطہ زنی کی اور فضیلتوں اور اخلاق حسنہ کے موتیوں کو جمع کیا۔

۲۳- آپ نے ہر فن میں ماہر بن کر ترقی کے منازل طے کیے اور علم کے سرچشموں سے خلق خدا کو سیراب کیا۔

۲۴- ان کے دل میں خوف خدا جلوت وخلوت میں موجزن تھا، اور پوری زندگی ہر باطل کا مقابلہ کیا۔

۲۵- آپ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالی کے فیض سے ہندوستان میں فیض یاب ہوئے اور تصوف کے سلاسل میں ان سے تربیت پائی۔

۲۶- آپ حضرت تھانوی رحمہ الہ تعالی کے خلیفہ اور علم کا آسمان تھے، وہ ان موجزن سمندروں کی مانند تھے جن کا کنارہ نہ ہو۔

۲۷- حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ان پر بہت شفیق تھے، حضرت کشمیری نے ان میں ہر قسم کے فضائل اپنی فراست سے معلوم کئے۔

۲۸- آپ کی جبیں میں فضیلت کا سورج چمکتا تھا اور شرافت کے آثار وعلامات آپ میں نمایاں تھے۔

۲۹- آپ میں اللہ تعالی نے جلال وجمال اور کمالات جمع فرمائے تھے، آپ بلندی کی منازل میں چودھویں کا چاند تھے۔

۳۰- پوری عمر دین متین کی خدمت میں مصروف رہے، علما وطلبا پر شفیق اور مہربان تھے۔

۳۱- آپ نے اپنی ستر سالہ حیات مستعار کو مشکلات کے حل میں خرچ فرمایا۔

۳۲- آپ دل کی گہرائیوں سے اخلاص کے ساتھ تدریس میں مشغول رہے، اور جہلاء کے شبہات کے قلع قمع کے لیے آگے بڑھے۔

۳۳- آپ کے بادل کے فیوض ہر شخص کو شامل رہے، آپ طالبان علم پر علم کے موتی نچھاور کرتے تھے۔

۳۴- آپ کی شہرت عرب وعجم میں پھیلی، جیسے قبائل بابل میں سحر کی شہرت ہو گئی تھی۔

۳۵- آپ ادب میں ادیب العصر اور شاعری میں لبید زمانہ تھے، مشکلات کے حل میں لوگوں کی پناہ گاہ تھے۔

۳۶- آپ بلاغت کے چشمے سے سیراب تھے، پاکستان میں سحبان بن وائل کی مانند تھے۔

۳۷- آپ کریم، مہمان نواز اور سخی تھے، یتیموں اور بیواؤں پر بہت شفیق تھے۔

۳۸- بخشش میں ان کی نظیر نہیں تھی، آپ لگاتار برستے ہوئے بادلوں کی طرح تھے۔

۳۹- وہ فقیہ تھے اور علم تفسیر میں یگانہ تھے، اور علم حدیث میں ان کے برابر کا آدمی ملنا مشکل تھا۔

۴۰- بہت عجیب وخوبصورت طریقہ پر فن حدیث کی شرح فرمائی جس کی طرف ہر شخص انگلیوں سے اشارہ (تحسین) کرتا ہے۔

۴۱- ترمذی کے علوم ومعارف ہمیں عطا کئے، اور ترمذی کے گلے میں حمائل (تلوار کا پرتلہ) ڈالا۔

۴۲- اس شرح کی نظیر دنیا میں نہیں ہے، معارف وعلوم پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴۳- دین کی نشر واشاعت کے لیے ''بینات'' جاری فرمایا، جس کی دوسرے رسائل میں اچھی خاصی وقعت ہے۔

۴۴- آپ سے زیادہ حافظہ والا میں نے زمین پر نہیں سنا، اور مسائل کے ضبط وحفظ میں آپ سے زیادہ پختہ نہیں سنا۔

۴۵- آپ سے زیادہ محتاط روئے زمین پر میں نے نہیں سنا اور مہمات میں آپ سے سبقت لے جانے والا کہاں ہے؟!

۴۶- پس اللہ تعالی کی رحمت برستی رہے جب تک باغ میں بلبلیں نغمہ سرا ہوں۔

۴۷- علوم کے پہاڑ پر اور آسمانِ فضیلت پر اور اس شخصیت پر جو انعامِ ربی اور تقویٰ میں کامل ہے۔

۴۸- یا الٰہی! اس سراپا علم کی قبر کو منور فرما، چمکتے ہوئے نور کے ساتھ اور ان پر مغفرت کی بارش برستی رہے۔

۴۹- اے رضا! اخلاص کے ساتھ رضائے الٰہی کے لیے کام کرو اور ہر لمحہ گناہوں سے بچتے رہو۔

۵۰- اور مرنے سے پہلے اعمالِ صالحہ کا توشہ اپنے لیے تیار رکھو اس میں ذرہ برابر سستی اور تساہل مت برتو۔

۵۱- میں نے لوگوں کی تسلی کے لیے یہ قصیدہ لکھا جس میں میری محنت کے خوشے دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں۔

القصيدة الثّانية في رثاء الإمام الهمام العلامة القَمْقَامِ مولانا محمد يوسف البنوري رحمه اللّٰه تعالى

١ العَيْنُ عَبْرَى وَ الْفُوَادُ عَلِيْلُ   وَ الْجِسْمُ مُضْنًى بِالْفِرَاقِ ضَئِيْلُ

٢ حَرٌّ بِبَلْبَالِ الْكَئِيْبِ تَأَسَّفُ   عَبَرَاتُ حُزْنٍ بِالْخُدُوْدِ تَسِيْلُ

٣ أَيْقَنْتُ نَعْمَاءَ الْعَوَالِمِ خُلَّبًا   مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا يَكُوْنُ رَحِيْلُ

٤ تَرْحَالُ شَيْخِ النَّاسِ يُوْسُفِ دَهْرِهِ   عَلَمٌ عَلَى أَنْ لَّا يَدُوْمَ خَلِيْلُ

٥ رُزْءٌ أَزَاحَ الصَّبْرَ أَدْهَشَ نُهْيَتِي   فَالصَّبْرُ يَفْنَى وَ الْبُكَاءُ عَوِيْلُ

٦ كَلَّ اللِّسَانُ بِنَشْرِ وَصْفِ كَمَالِهِ   صَمْصَامُ فِكْرِ الْحَائِرِيْنَ كَلِيْلُ

٧ قَدْ كَانَ طَوْدًا عَالِمًا مُتَبَحِّرًا   فَخْمًا عَظِيْمًا لِلْمَعَارِفِ نِيْلُ

٨ حِبْرًا بَلِيْغًا كَانَ رُكْنَ شَرِيْعَةٍ   عَلَمُ الْهِدَايَةِ فِي الْعُلُوْمِ نَبِيْلُ

٩ يَأْتِيْهِ عَطْشَى لِلْعُلُوْمِ بِأَسْرِهِمْ   يُرْوِي غَلِيْلَ صُدُوْرِهِمْ فَشَلِيْلُ

١٠ نَجْمًا وَضِيْئًا قَدْ تَسَرْبَلَ بِالْبَهَا   يَدْعُوْ إِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ جَمِيْلُ

١١ بَدْرًا وَسِيْمًا كَانَ أَتْقَى عَصْرِهِ   مَا فِي الزَّمَانِ لِذَاتِهِ تَمْثِيْلُ

١٢ شَمْسًا تُنَوِّرَ ظُلْمَةً مَمْقُوْتَةً   نُوْرًا لِأَرْبَابِ الْهُدَى إِكْلِيْلُ

١٣ وَ أَقَامَ جَامِعَةَ الْعُلُوْمِ كَبِيْرَةً   إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهَا لَبَخِيْلُ

١٤ بَثَّ الْمَعَارِفَ وَ الْبَصَائِرَ بُغْيَةً   وَ نَصَائِحًا لِلْحَائِرِيْنَ دَلِيْلُ

١٥ وَ كَذَا الْيَتِيْمَةُ بَعْدَ نَفْحَةُ عَنْبَرٍ   مَا قُلْتُ مِنْ وَبْلِ الْعُلُوْمِ قَلِيْلُ

١٦ قَادَ الْأَنَامَ وَ وَافَقُوْهُ بِقَلْبِهِمْ   مَا فِي الْوَرَى لِلْعَبْقَرِيِّ مَثِيْلُ
١٧ وَاللّٰهِ مَا فِي فَضْلِهِ مِنْ رِيْبَةٍ   لَمْ يُدْرَ لِلشَّيْخِ الْكَرِيْمِ عَدِيْلُ
١٨ قَدْ كُنْتَ حَامِلَ عِلْمِ شَيْخِكَ أَنْوَرَا   لَا رَيْبَ أَنَّكَ فِي الْأَنَامِ جَلِيْلُ
١٩ لَوْ كُنْتَ يَا عَلَمَ الْوَرَى فِي كَفَّةٍ   وَ النَّاسُ فِي أُخْرَى فَأَنْتَ ثَقِيْلُ
٢٠ لَا رَيْبَ أَنَّكَ حُجَّةٌ وَ مُحَدِّثٌ   وَ لَكَ الشَّمَائِلُ وَ الْبَيَانُ طَوِيْلُ
٢١ وَجْهُ التُّرَابِ مِنَ الزِّيَارَةِ مَانِعٌ   قُلْ هَلْ إِلَى وَصْلِ الْحَبِيْبِ سَبِيْلُ
٢٢ نُوْرٌ تَلَأْلَأَ فِي رَبِيْعِ قُلُوْبِنَا   ضَيْفٌ بِرِبْعِ الْقَلْبِ وَ هُوَ نَزِيْلُ
٢٣ أَفْنَى طَوَاغِيْتَ الضَّلَالِ بِرَبْوَةٍ   أَجْرَى عُيُوْنَ الْعِلْمِ فَهِيَ تَسِيْلُ
٢٤ أَسَدٌ لِدِيْنِ اللّٰهِ ثُمَّ مُجَاهِدٌ   سَيْفٌ مُضِيْءٌ قَاطِعٌ مَسْلُوْلُ
٢٥ مَا إِنْ رَأَيْتُ نَظِيْرَهُ فِي عَصْرِنَا   إِنَّ الطَّبِيْبَ مِنَ الدُّنَى لَرَحِيْلُ
٢٦ لَوْ أَبْصَرَتْ عَيْنَاكَ عَيْنَيْ شَيْخِنَا   أَيْقَنْتَ بَرْقًا فِي السَّحَابِ حُلُوْلُ
٢٧ شَيْخُ الطَّرِيْقَةِ بَلْ خَلِيْفَةُ أَشْرَفٍ   مَغْبُوْطُ أَرْبَابِ التُّقَى مَقْبُوْلُ
٢٨ أَنْزِلْ إِلٰهِي غَيْثَ فَضْلِكَ هَاطِلًا   أَدْخِلْهُ ظِلَّ الْعَرْشِ وَ هُوَ ظَلِيْلُ
٢٩ أَسْكِنْهُ رَبِّي فِي بَحَابِحِ جَنَّةٍ   يَتَضَرَّعُ الدَّاعِي وَ أَنْتَ تُنِيْلُ
٣٠ قَبْرٌ وَ رَوْضَةُ جَنَّةٍ وَ حَدِيْقَةٌ   خَضْرَاءُ أَجْرُكَ فِي الْمَعَادِ جَلِيْلُ
٣١ وَ ارْزُقْهُ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَةٍ   أَجْرًا فَأَجْرُ الْمُخْلِصِيْنَ جَزِيْلُ
٣٢ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ   وَ عَلَى الصَّحَابَةِ كُلُّهُمْ مَقْبُوْلُ

ترجمہ:

۱- میری چشم پرنم اور دل غمِ فراق میں مریض ہے، اور تن نحیف اور فراق کے مرض میں کمزور ہے۔

۲- غمزدہ کا دل متاسف اور شعلہ زن ہے، غم کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔
۳- میں نے یقین کیا کہ دنیا کی نعمتیں بے وفا ہیں، اور اس دنیا سے ضرور ایک دن سفر کرنا ہے۔
۴- لوگوں کے استاذ یوسفِ زمانہ کا سفرِ آخرت اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ رہنے والا نہیں۔
۵- اس مصیبت نے صبر کو ڈبو دیا اور عقل کو حیران کر دیا، پس صبر کا پیمانہ لبریز اور رونے کی آواز بلند ہوگئی۔
۶- ان کے کمالات بیان کرنے سے زبان عاجز ہے اور متحیرین کی عقل وفکر کی تلوار کند ہوگئی ہے۔
۷- آپ پہاڑ کی طرح متبحر عالم تھے، عظیم بزرگ اور علوم ومعارف کا دریائے نیل تھے۔
۸- شریعت کے رکن رکین پہنچے ہوئے عالم تھے، نشان ہدایت اور علوم میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔
۹- ان کے پاس علوم کے سب کے سب پیاسے آتے رہے اور وہ ان کے سینوں کی پیاس بجھاتے رہے، پس وہ بڑے نالے کی طرح تھے۔
۱۰- وہ خوبصورتی میں ملبوس روشن ستارہ تھے، رب العالمین کو پکارتے تھے، خوبصورت تھے۔
۱۱- وہ خوبصورت بدر تھے اور زمانے میں سب سے متقی تھے، اِس زمانے میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔
۱۲- وہ قابل نفرت اندھیروں کو روشنی بخشنے میں سورج، ہدایت والوں کے لیے نور اور ان کے سر کا تاج تھے۔
۱۳- آپ نے علوم کے لئے بڑا جامعہ قائم فرمایا، یقیناً زمانہ اس کی مثال سے بخیل اور عاجز ہے۔
۱۴- ’’معارف السنن‘‘ شرح ترمذی، ’’بینات‘‘ کے بصائر وعبر اور ’’بغیۃ الاریب‘‘ کو پھیلایا، آپ کی نصائح متحیرین کے لیے باعثِ رہنمائی ہیں۔
۱۵- اور اسی طرح ’’یتیمۃ البیان‘‘ اور ’’نفحۃ العنبر‘‘ بھی، جو میں نے کہا یہ ان کے علوم کی بارش کا ہلکا سا پرتو ہے۔
۱۶- آپ نے لوگوں کی قیادت فرمائی اور لوگوں نے دل وجان سے آپ کو تسلیم کیا، اس فائق

رہبر ورہنما کی مثال نہیں ہے۔

۱۷- بخدا ان کی فضیلت ومرتبہ میں کوئی شک نہیں، شیخ مکرم کے برابر کا عالم کسی کے علم میں نہیں ہے۔

۱۸- آپ اپنے شیخ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم کے امین تھے، بے شک آپ خلقِ خدا میں بزرگ ہستی کی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۹- اے لوگوں میں پہاڑ کی چوٹی! اگر آپ ایک پلڑے میں ہوں اور لوگ دوسرے میں تو آپ بھاری ہوں گے۔

۲۰- بے شک آپ حجت اور محدث تھے، آپ کے اخلاق حسنہ کی فہرست بہت طویل ہے۔

۲۱-مٹی کی سطح ان کی ملاقات میں رکاوٹ ہے، اے مخاطب! کہو: کیا محبوب کے وصال کی کوئی راہ ہے؟

۲۲- وہ ایک روشنی تھے جس سے ہمارے دلوں کی بہار چمکتی تھی، وہ ایسے مہمان تھے جو ہمارے خانۂ دل میں ٹھہرے تھے۔

۲۳-آپ نے ربوہ کے بتان گمراہی کو پاش پاش کیا، آپ نے علوم کے چشموں کو بہا کر وقف عام کر دیا۔

۲۴- وہ دینِ خداوندی کے شیر اور مجاہد تھے، وہ اہلِ باطل کے خلاف سیفِ قاطع اور تلوار بے نیام تھے۔

۲۵- میں نے ان کی نظیر اس زمانے میں نہیں دیکھی، قلوب کے معالج دنیائے فانی سے آخرت کے مسافر بن گئے۔

۲۶- اگر آپ کی آنکھیں حضرت شیخ کی آنکھوں کا مشاہدہ کرتیں تو آپ کو یقین ہوتا کہ یہ بادلوں میں چمکتی ہوئی برق ہے۔

۲۷- آپ شیخ طریقت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ، آپ تقوی شعاری میں لوگوں کے لیے قابلِ رشک اور ان میں مقبول تھے۔

۲۸- اے اللہ! اپنی رحمت کی موسلا دھار بارش ان پر نازل فرما اور ان کو عرش کے گھرے ٹھنڈے سائے میں جگہ عطا فرما۔

۲۹- اے رب کریم! ان کو جنت کے درمیان میں رہائش عطا فرما، میں عاجزی سے دعا گو ہوں تو

دینے والا ہے۔

۳۰- ان کی قبر جنت کا باغیچہ اور سرسبز باغ بنے، اور وہ آخرت میں بڑے اجر سے مالا مال ہوں۔

۳۱-اے اللہ! اپنی رحمت خاصہ سے ان کو جنات النعیم نصیب فرما اور اجر عظیم عطا فرما، کیوں کہ مخلصین کا اجر بے حساب ہوتا ہے۔

۳۲- آخر میں کہتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نازل فرما اور تمام صحابہ پر کہ وہ سب کے سب دربارِ خداوندی میں مقبول تھے۔

قصيدة في رثاء الشيخ مولانا عبد الحق

مدير دار العلوم الحقانية ومؤسسها نور الله مرقده

١ نَحَبْتُ كَئِيْبًا وَلٰكِنْ بِمَنْ   بِشَيْخٍ نَبِيْلٍ وَ شَمْسِ الزَّمَنْ
٢ وَ بَدْرٍ مُنِيْرٍ وَ بَحْرٍ كَبِيْرٍ   وَ حِبْرٍ خَبِيْرٍ زَعِيْمِ اللَّسِنْ
٣ فَخُلُقٌ كَرِيْمٌ وَ فَيْضٌ عَمِيْمٌ   وَ عِلْمٌ فَخِيْمٌ جَمِيْلُ الْبَدَنْ
٤ وَ غَابَ الذَّكَاءُ فَهٰذَا الْبَلَاءُ   لِرَبِّي قَضَاءٌ أَشَدُّ الْمِحَنْ
٥ وَ فَاقَ الزَّمَانَ بِعِلْمٍ وَ حِلْمٍ   وَ عَزْمٍ وَ عِظْمٍ وَ هَدْيٍ حَسَنْ
٦ هُمَامٌ فَقِيْهٌ وَ شَيْخٌ كَرِيْمٌ   فَفِي رَوْضَةِ الْجَنَّةِ قَدْ دُفِنْ
٧ فَتَبْلِيْغُ دِيْنٍ وَ تَدْرِيْسُ عِلْمٍ   أَضَاءَ الْقَتَامَ أَنَارَ الْمُدُنْ
٨ وَ بَثَّ الْعُلُوْمَ أَنَارَ النُّجُوْمَ   وَ أَفْنَى الْحَيَاةَ عَلَى ذَا الْمُزَنْ
٩ خَبِيْرٌ وَ عَلَّامَةٌ فِي الْبَرَايَا   فَوَاللّٰهِ كَانَ بِذَاكَ قَمِنْ
١٠ شَكُوْرٌ عَلَى أَنْعُمٍ كُلَّ حِيْنٍ   مُطِيْعٌ لِهَدْيِ نَبِيِّ السُّنَنْ
١١ تَرَبَّى بِدِيوْبَنْد كَهْفِ الْبَرَايَا   رَضِيْعُ اللَّبَانِ بِذَاكَ اللَّبَنْ
١٢ حَبِيْبُ الْقُلُوْبِ طَبِيْبُ الْعُيُوْبِ   مُزِيْلُ الرُّيُوْبِ وَجِيْهٌ ضَنَنْ
١٣ وَ دَافِع عَنْ وَجْهِ دِيْنٍ مَتِيْنٍ   فَفِي قَبْرِهِ ضَيْغَمٌ مُسْتَكِنْ
١٤ وَ حازَ الْمَكَارِمَ مِنْ كُلِّ نَوْعٍ   فَعِلْمٌ وَسِيْعٌ وَ تَقْوًى زَكِنْ
١٥ بِإِقْلِيْمِنَا كَانَ سَدًّا مَنِيْعًا   لِيَأْجُوْجِ شَرٍّ بِنَا مُقْتَرَنْ

١٦ وَ شَيْخُ الْحَدِيْثِ وَ فَرْدٌ فَرِيْدٌ   لِأَفْوَاجِ ضَرٍّ وَ جَهْلٍ زَبِنْ
١٧ وَ بَيَّنَ دَوْمًا لَطِيْفَ النِّكَاتِ   وَ وَدَّعَنَا فِي بُكَاءٍ مَعِنْ
١٨ عَضَضْتُ الْأَنَامِلَ لَيْلًا نَهَارًا   وَفَاتُكَ وَعْظٌ لِإِنْسٍ وَ جِنْ
١٩ فَلِلْحَقِّ عَبْدٌ وَلِلدِّيْنِ جُنْدٌ   وَلِلْقَلْبِ بَرْدٌ فَخَارُ الْوَطَنْ
٢٠ وَعَبْدٌ مُضَافٌ إِلَى الْحَقِّ حَقًّا   فَأَظْهَرَ حَقَّ الْوَرَى فِي الْعَلَنْ
٢١ وَ لِلْعِلْمِ شَمْسٌ وَ لِلْحِلْمِ نَمْشٌ   وَ لِلْخَصِمِ دَهْشٌ أَزَاحَ الجُبُنْ
٢٢ أَزَاحَ أَبَاطِيْلَ كُلِّ غَوِيٍّ   وَ أَلْقَى أَغَالِيْطَهُمْ فِي الدِّمَنْ
٢٣ وَجَلَى الْقُلُوْبَ بِشَرْحِ الْحَدِيْثِ   وَ ذِكْرِ نِكَاتٍ غَوَالِي الثَّمَنْ
٢٤ وَجَمَّلْتَ عِلْمًا وَجَمَّعْتَ حِلْمًا   وَ حَبَّرْتَ أَرْضًا عَقِيْقَ الْيَمَنْ
٢٥ وَ قَدْ كُنْتَ شَمْسًا تُضِيْءُ الزَّمَانَ   وَ لَيْثًا مَلَاثًا لِدَرْءِ الْفِتَنْ
٢٦ وَصَلْتَ إِلَى ذَرْوَةِ كُلِّ عِلْمٍ   بَرِعْتَ قَدِيْرًا عَلَى كُلِّ فَنْ
٢٧ فَيَا رَبِّ أَدْخِلْهُ دَارَ السَّلَامِ   وَ أَنْزِلْ عَلَيْهِ سِجَالَ الْمِنَنْ
٢٨ وَأَدْعُوْ الْكَرِيْمَ سَؤُوْلًا خَضُوْعًا   يُكَرِّمَ مَثْوَاهُ وَسْطَ الْعَدَنْ

ترجمہ:

۱- کیا آپ کو معلوم ہے میں غمزدہ ہو کر کس پر رویا؟ ایک بلند پایہ عالم دین اور آفتاب علم کے چھپ جانے پر رویا۔

۲- اور چودھویں کے روشن چاند اور علم کے گہرے اور بڑے سمندر پر، ایک نیک سیرت باخبر محقق، دریائے فصاحت کے شناور پر رویا۔

۳- ان کے اخلاق کریمانہ، ان کے عالمگیر فیض اور عظیم علم پر، جن کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی کی دولت سے نوازا تھا۔

۴- علم کا سورج غروب ہوا اور یہ مصیبت ہمارے لیے باعث کلفت ومشقت بنی، مگر رب کی طرف سے مقدر تھی جس میں صبر ہی کارآمد علاج ہے۔

۵- وہ اہل زمانہ سے علم، ہمت وعظمت اور اخلاق حسنہ میں فائق تھے۔

۶- حضرت شیخ رہنمائے ملت، فقہ سے خوب واقف اور شرافت کا مجسمہ تھے، پس وہ جنت کے باغیچے میں دفن کیے گئے۔

۷- وہ دین کے مبلغ اور علوم دینیہ کے مدرس تھے، انھوں نے اندھیروں کو روشنی اور شہروں کو نور بخشا۔

۸- انھوں نے علوم کی اشاعت کی اور علم کے ستاروں کو چمکایا، اور اپنی حیات مستعار کو اسی راستے میں لگایا۔

۹- وہ ایک باخبر اور لوگوں میں بہت بڑے عالم تھے، بخدا وہ علامہ لقب کے مستحق تھے۔

۱۰- وہ ہر لمحہ رب کائنات کی بے شمار نعمتوں پر شاکر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقے وضع فرمائے ہیں وہ ان کے پابند تھے۔

۱۱- انھوں نے مخلوق کی پناہ گاہ دیوبند میں تربیت پائی تھی، وہ دیوبند کے سینے کے دودھ سے مالا مال تھے۔

۱۲- وہ اہل دل کے محبوب اور عیوب کے معالج، شبہات کو دور کرنے والے، خوش شکل اور بہادر تھے۔

۱۳- انھوں نے ہمیشہ دین متین کی فصیلوں کا دفاع کیا، اب وہ اپنے مرقد میں شیر کی طرح سکونت پذیر ہیں۔

۱۴- انھوں نے ہر قسم کے کمالات کو اپنے دامن فیض میں سمیٹ لیا تھا، ان کا علم وسیع اور تقویٰ معروف ومشہور تھا۔

۱۵- ہمارے صوبہ سرحد میں آپ شر وفساد کے یاجوج ماجوج کے مقابلے میں مستحکم قلعہ اور دیوار کی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۶- وہ علم حدیث کے ماہر اور منفرد گوہر تھے، جہل اور دین کے لیے ضرر رساں عساکر وافواج کو

شکست دینے والے تھے۔

۱۷- وہ ہمیشہ نازک اور باریک نکات طلبہ پر نچھاور کرتے تھے، انھوں نے سب کو تکلیف دہ بکا میں مبتلا کر کے چھوڑا۔

۱۸- میں نے بلکہ سب نے ان کی وفات پر شب وروز حسرت سے انگلیاں کاٹیں، آپ کی وفات جن وانس کے لیے مقام نصیحت ہے۔

۱۹- وہ راہِ حق کے خادم اور دینِ اسلام کے عسکر کے سپاہی تھے اور دلوں کے لیے سکون اور ملک کے لیے قابل فخر شخصیت تھے۔

۲۰- وہ حق کے خادم وغلام ہو کر اسم بامسمیٰ تھے، وہ عوام کے حقوق علی الاعلان اسمبلی میں بیان کیا کرتے تھے۔

۲۱- وہ علم کے آفتاب اور جامۂ صبر کو مزین کرنے والے اور مخالفینِ اسلام پر مجسم رعب تھے۔ انھوں نے بزدلی کا نام ونشان مٹایا۔

۲۲- آپ نے ہر گمراہ کے خرافات کو ملیا میٹ کر دیا، اور گمراہوں کے مغالطات اور شبہات کو کوڑا خانے کی نذر کر دیا۔

۲۳- آپ نے دلوں کو احادیث کی تشریح اور بیش بہا اور بیش قیمت نکات ولطائف سے جلا بخشی۔

۲۴- آپ نے علوم دینیہ کو خوبصورت بنا کر پیش کیا اور حلم کو خوب جمع کیا اور آپ نے اسے عقیق یمن سے خوبصورت ومزین کر دیا۔

۲۵- آپ زمانے کو روشنی دینے والے سورج تھے اور فتنوں کے لیے بہادر شیر اور رہبر ورہنما تھے۔

۲۶- آپ ہر علم کی چوٹی کو چھونے والے تھے، آپ ہم عصروں پر فائق اور ہر فن مولی تھے۔

۲۷- اے اللہ! مرحوم کو دار السلام میں داخل فرمادے، اور ان پر اپنے احسانات کے ڈول سے آبِ رحمت نازل فرما۔

۲۸- اے رب کریم! میں عاجزی کے ساتھ سائل اور دعا گو ہوں کہ جنت عدن کے بیچ میں ان کا ٹھکانہ بہتر اور عمدہ بنادے۔

قصيدة في رثاء الشيخ زعيم العلماء المفتي محمود الباكستاني الزعيم السياسي رحمه الله تعالى

١ ضَجَجْنَا وَ أَذْرَأْنَا دُمُوْعًا كَعَيْلَمٍ   فُجِعْنَا وَ أَبْكَانَا وَفَاةُ الْعَرَمْرَمِ
٢ تَسَلْسَلَ دَمْعُ الْخَلْقِ مِنْ فَقْدِ شَامِخٍ   مَلَاذِ الْوَرَى سَهْلِ الْعَرِيْكَةِ أَكْرَمِ
٣ تَرَحَّلَ عَنَّا الشَّيْخُ مَحْمُوْدُ عَصْرِهِ   تَرَحُّلَ حِبٍّ وَادِعٍ دَارَ مُغْرَمِ
٤ رَنِيْنٌ وَ زَفْرَاتٌ وَ حُزْنٌ تَفَجَّعُ   فَقَلْبِي وَعَظْمِي كُلُّهُ فِي التَّحَطُّمِ
٥ أَنِيْنٌ وَعِيْلَ الصَّبْرُ وَ الصَّبْرُ شَارِدُ   فَحُمْرَةُ عَيْنِي مِثْلُ حُمْرَةِ عَنْدَمِ
٦ فَأَيْتَمَ بَاكِسْتَانَ مِنْ بَعْدِ رَوْحِهِ   وَنَابَتْ شُجُوْنُ الدَّهْرِ ذَا فِي تَهَجُّمِ
٧ وَلِي لَهَبَاتُ الصَّدْرِ فِي كُلِّ لَمْحَةٍ   وَلِي عَبَرَاتُ الْعَيْنِ مِنْ وَبْلٍ مُثْجِمِ
٨ وَقَدْ كُنْتُ جَذْلَانًا بِتِلْقَاءِ قَائِدِي   فَقَدْ صِرْتُ بَكَّاءً شَدِيْدَ التَّأَلُّمِ
٩ وَ وَدَّعَنَا كَالضَّبِّ حَيْرَانَ دَائِمًا   فَأَيْنَ لَنَا صَبْرٌ مِنَ النَّصَبِ الْعَمِ
١٠ تَلَأْلَأَ فِي الْآفَاقِ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا   فَكَانَ كَشَمْسٍ غَيَّبَتْ جَمْعَ أَنْجُمِ
١١ تَصَدَّى لِفِقْهِ الدِّيْنِ لِلّٰهِ دَرُّهُ   وَ سُنَّةِ خَيْرِ النَّاسِ أَفْضَلِ مُنْعَمِ
١٢ لَقَدْ كُنْتَ قَوَّادًا لِقَارَةِ آسِيَا   أَلَسْتَ لِأَنْفِ الظُّلْمِ فِيْهَا بِمُرْغِمِ
١٣ وَ فِي الْفِقْهِ فَرْدًا مَا عَلِمْنَا بِمِثْلِهِ   وَأُوْثِرْتَ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ دِقَّةِ الْفَهْمِ
١٤ وَ أَخْفَقْتَ فَقْرًا فِي لِبَاسٍ وِزَارَةٍ   وَ هٰذَا تَبَدَّى مِنْكَ لَيْسَ بِمُبْهَمِ
١٥ فَدَيْنَاكَ مِنْ عِلْمٍ وَ حِلْمٍ وَ رِفْعَةٍ   وَفَيْضٍ وَحُبٍّ قَرَّ فِي قَلْبِ مُسْلِمِ

١٦ فَفِقْهٌ وَ تَحْدِيْثٌ وَ تَدْرِيْسُ جَامِعٍ   فَلَا زِلْتَ حَتَّى الْمَوْتِ فِي خَيْرِ أَنْعُمِ
١٧ وَجَدْنَاكَ جَهَّادًا لِتَقْنِيْنِ دَوْلَةٍ   إِذَا النَّاسُ مُبْهَتُوْنَ بَلْ فِي تَجَشُّمِ
١٨ وَ كَمْ مُعْضَلَاتِ الْأَمْرِ مَا قَدْ دَرَيْتَهَا   فَسُبْحَانَ مَنْ آتَاكَ مِنْ فَهْمٍ قَاسِمِ
١٩ لَهُ فِقْهُ نُعْمَان تَحَمُّلُ أَحْمَد   وَ تَدْبِيْرُ مَحْمُوْدٍ سَخَاوَةُ حَاتِمِ
٢٠ وَ جَاهَدَ جُهْدًا بَالِغًا ضِدَّ رَبْوَةٍ   وَ فَتَّتَهُمْ هَشْمًا وَ كَسْرًا لِأَعْظُمِ
٢١ وَ فِي مَجْلِسِ النُّوَّابِ نَاظَرَ أَهْلَهَا   وَ أَفْحَمَهُمْ طُرًّا فَوَاهًا لِمُفْحِمِ
٢٢ وَ كَمْ غَاشِمٍ أَلْقَيْتَهُ فِي هَزِيْمَةٍ   وَ كَمْ ظَالِمٍ أَوْصَلْتَهُ فِي جَهَنَّمِ
٢٣ وَ كَمْ مِنْ زَعِيْمٍ كَيِّسٍ فِي سِيَاسَةٍ   ذَكِيٍّ فَقَدْ أَطْعَمْتَهُ طَعْمَ عَلْقَمِ
٢٤ إِذَا اعْوَجَّ سُلْطَانُ الْوَرَى مِنْ هِدَايَةٍ   فَقَوَّمْتَهُ سَرْعَانَ فِي زِيِّ ضَرْغَمِ
٢٥ نَجِيْبًا كَرِيْمًا كَانَ بَحْرًا غَطَمْطَمًا   وَ قَارِئَ قُرْآنٍ بِحُسْنِ التَّرَنُّمِ
٢٦ رَأَيْنَا الْجِبَالَ الشُّمَّ يَلْثَمْنَ رَأْسَهُ   خُضُوْعًا وَضَعْنَاهُ بِقَبْرٍ مُسَنَّمِ
٢٧ فُجِعْنَا بِمَحْمُوْدٍ فَقِيْهٍ وَ فَاطِنٍ   زَعِيْمٍ سِيَاسِيٍّ بِهٰذَا مُقَدَّمِ
٢٨ أُرِي الْمَلَأَ الْأَعْلَى يَقُوْلُوْنَ ايتِنَا   وَ أَهْلًا وَ سَهْلًا مَرْحَبًا عِنْدَ مَقْدَمِ
٢٩ تُوُفِّيْتَ عِنْدَ الْبَحْثِ فِي الْفِقْهِ وَالْهُدَى   فَيَا زَاهِدًا بَحَّاثَةً خَيْرَ مُلْهَمِ
٣٠ أَهَابَ بِفَضْلِ الْعِلْمِ أَصْحَابَ قُدْرَةٍ   وَ قَدْ أَثْلَجَ الْأَذْهَانَ عِنْدَ التَّكَلُّمِ
٣١ وَ أَعْلَنَ حَقًّا عِنْدَ سُلْطَةِ جَائِرٍ   وَمَا خَافَ طُوْلَ الْعُمْرِ مِنْ بَطْشِ أَظْلَمِ
٣٢ بِطَلْقٍ وَحُسْنِ الْهَدْيِ كَانَ مُتَوَّجًا   بِزُهْدٍ وَ تَسْلِيْمٍ وَ فَقْرٍ مُسَلَّمِ
٣٣ وَ كَانَ خَطِيْبًا فَائِقًا مُتَكَلِّمًا   بِسَرْدِ كَلَامٍ ذَا كَدُرٍّ مُنَظَّمِ
٣٤ وَ أَحْدَثَ فِي هٰذَا الزَّمَانِ تَطَوُّرًا   وَ بَارَكَ فِي أَنْفَاسِهِ رَبُّ عَالَمِ

۳۵ فَمَنْ لِخَدَاعِ الدَّهْرِ أَبْقَيْتَ عِنْدَنَا	تَصَدَّعَ مِنْهَا الْقَلْبُ مِنْ غَيْرِ مَرْهَمِ
۳٦ وَمَنْ لِرِجَالِ الْحُكْمِ رَدْعًا وَضَغْطَةً	وَ مَنْ لِصِلَاحِ الْقَوْمِ فِي كُلِّ مُظْلِمِ
۳۷ وَ قَدْ صَارَ مَسْجُوْنًا بِمُلْتَانَ فَتْرَةً	وَ ذٰلِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ الْمُعَظَّمِ
۳۸ وَ أَبْدَى جُهُوْدًا فِي نَفَاذِ شَرِيْعَةٍ	فَدَيْنَاكَ مَنْ عَزْمٍ كَطَوْدٍ مُصَمَّمِ
۳۹ فَيَا رَبِّ أَدْخِلْهُ الْجِنَانَ بِرَحْمَةٍ	وَ يَا رَبِّ فَاغْفِرْ ذَنْبَهُ وَ تَرَحَّمِ
٤۰ وَ صَلِّ عَلَى الْمَاحِي بَشِيْرٍ مُبَشِّرِ	وَ بَارِكْ عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ وَ سَلِّمِ

ترجمہ:

۱- ہم بے تحاشہ روتے ہیں اور سمندر کی طرح آنسو بہاتے ہیں، ہم درد میں مبتلا ہوئے اور ہمیں عظیم الشان شخصیت کی وفات نے خوب رلایا۔

۲- لوگوں کے آنسو اس بلند پہاڑ کے چلے جانے سے بہہ رہے ہیں، جو لوگوں کی پناہ گاہ، نرم خو اور اکرم تھے۔

۳- اس زمانے کے شیخ محمود رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے رحلت فرما گئے، جیسے کوئی محبوب عاشق کے گھر سے رخصت ہوتا ہوا چلا جاتا ہے۔

۴- رونا، گرم آہیں اور آنسوئے غم جاری ہیں، دل اور ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔

۵- ہم اتنا روئے کہ صبر جاتا رہا اور ہم سے صبر متنفر ہو کر چل دیا، آنکھیں دم الاخوین کی طرح سرخ ہو گئیں۔

٦- ان کے چلے جانے سے پاکستان یتیم ہو گیا اور غم ہائے زمانہ آ کر اچانک حملہ آور ہوئے۔

۷- میرے سینے سے ہر لحہ شعلہائے فراق اٹھتے ہیں، اور آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو بہتے ہیں۔

۸- یقیناً میں اپنے قائد کی ملاقات سے خوش تھا، اب تو میں شدتِ درد کی وجہ سے روتا رہتا ہوں۔

۹- ہمیں گوہ کی طرح ہمیشہ کے لیے حیران و پریشان چھوڑ دیا، اس عالمگیر مصیبت کے لیے ہم

صبر کہاں سے لائیں۔

۱۰- وہ اطراف عالم میں چمکے، مشرق میں بھی اور مغرب میں بھی، پس وہ مانند خورشید تھے جس نے ستاروں کی انجمن کو نیست و نابود کر دیا۔

۱۱- اللہ تعالیٰ ان کو خیر کثیر عطا فرمائے وہ تفقہ فی الدین میں مشغول رہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی جو مخلوق اور منعمین میں سب سے افضل ہیں۔

۱۲- آپ براعظم ایشیا میں ایک عظیم رہنما تھے کیا آپ نے ظلم کی ناک کو ایشیا میں خاک آلود کر کے ذلیل نہیں کیا۔

۱۳- آپ فقہ میں یکتا تھے، آپ کا مثل ہمیں معلوم نہیں، آپ باریک بینی کی وجہ سے قوم کے ہاں پسندیدہ تھے۔

۱۴- آپ نے وزارت کے لباس میں فقر کا جھنڈا لہرایا، یہ آپ کی زندگی سے آشکارا ہے، کوئی پوشیدہ نہیں۔

۱۵- آپ کے علم و حلم و رفعتِ شان و فیضان پر ہم قربان ہوں اور اس محبت پر جو ہر مسلمان کے دل میں آپ کے لیے جاگزیں ہے۔

۱٦- آپ فقہ و حدیث بیان کرنے اور جامع ترمذی کی تدریس میں مشغول تھے اور موت تک بہترین نعمتوں میں ملبوس تھے۔

۱۷- مملکت پاکستان کی قانون سازی میں ہم نے آپ کو کوشاں پایا، جب کہ لوگ حیران، کلفت و مشقت میں مبتلا تھے۔

۱۸- کتنے مشکل معاملات تھے جن کی عقدہ کشائی آپ نے کی، پاک ہے وہ ذات جس نے قاسم نانوتوی کے فہم کا حصہ آپ کو عطا فرمایا۔

۱۹- فقہ میں ابو حنیفۂ وقت، قوتِ برداشت میں احمد بن حنبل، تدبیر میں شیخ الہند اور سخاوت میں حاتم طائی تھے۔

۲۰- انھوں نے ربوہ والوں کے خلاف زبردست جہاد کیا، ان کو پاش پاش کر کے ان کی ہڈیاں توڑ دیں۔

۲۱- قومی اسمبلی میں ان کے ساتھ مناظرہ کیا، سب کو خاموش کر دیا گیا، عجیب خاموش کرنے والے تھے۔

۲۲- کتنے ظالموں کو آپ نے شکست کے گڑھوں میں ڈال دیا، اور کتنے جابروں کو جہنم رسید کیا۔

۲۳- کتنے لیڈر جو سیاست بازی میں ہوشیار تھے، ذہین ہونے کے باوجود آپ نے ان کو اندرائن کا مزہ چکھایا۔

۲۴- جب کوئی بادشاہ ہدایت سے منہ موڑتا تو آپ شیر کے لباس میں نمودار ہو کر اس کو جلد ہی ٹھیک کر دیتے۔

۲۵- شریف النسل کریم، دریا بلکہ سمندر تھے، خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے والے تھے۔

۲۶- ہم نے بہت سے بلند پہاڑوں کو تواضعاً آپ کا بوسہ دیتے ہوئے دیکھا، ایسے انسان کو ہم نے کوہان نما قبر میں اتارا۔

۲۷- ہم غمگین ہوئے مفتی محمود کی وجہ سے، جو سیاسی رہنما تھے اور اسی وجہ سے سبقت لے جانے والے تھے۔

۲۸- میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ: ہمارے پاس آئیے، خوش آمدید۔

۲۹- آپ نے جس وقت انتقال فرمایا اس وقت فقہ و ہدایت کی بحث میں مشغول تھے۔ اے زاہد بحاث بہتر الہام کئے ہوئے۔

۳۰- انھوں نے اپنے علم کی فضیلت سے طاقت والوں کو ڈرایا، اور گفتگو کرتے وقت ذہنوں کو مطمئن کر کے ٹھنڈا کیا۔

۳۱- ظالم کی طاقت کے سامنے کلمۂ حق کا اعلان کیا، اور عمر بھر بڑے ظالم کی پکڑ سے بھی نہیں ڈرے۔

۳۲- ان کے سر پر حسن سیرت و خوش مزاجی کا تاج تھا، ان کی پرہیز گاری، توکل اور فقر مسلم تھا۔

۳۳- بہت اونچے خطیب اور متکلم تھے، کلام کو موتیوں کی طرح پرو کر مرتب کرتے تھے۔

۳۴- حضرت نے اس زمانے میں انقلاب برپا کیا، اور رب العالمین نے آپ کے انفاس و کلمات میں برکت عطا فرمائی تھی۔

۳۵- زمانے کی فریب کاریوں کے مقابل آپ نے ہمارے پاس کسے چھوڑا! اس سے میرا دل تو پارہ پارہ ہو گیا، جس کی مرہم پٹی نہیں ہو گی۔

۳۶- اربابِ حکومت کو (غلط روش پر) اب کون سرزنش کرے گا، اور اندھیری رات میں درستی قوم کے لیے کون کھڑا ہو گا۔

۳۷- کچھ عرصہ کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں ملتان جیل میں بھی رہے، یہ سب کچھ اللہ عز و جل کے واسطے تھا۔

۳۸- شریعت کے اِجرا میں پوری کوشش فرمائی، آپ کے عزم مصمم پر ہم قربان ہوں جو پہاڑ کی طرح تھا۔

۳۹- اے پروردگار ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما۔ اے اللہ! ان کے گناہ معاف فرما کر رحم فرما۔

۴۰- کفر کو مٹانے والے خیر الانام علیہ السلام پر صلاۃ و سلام اور برکات نازل فرما۔

قصيدة في رثاء مولانا زعيم الملة الإسلامية

الشيخ غلام غوث الهزاروي رحمه الله تعالى

١ نَعَى النَّاعِي بِأَنْ فَاتَ الْبَسُوْلُ — فَقُلْتُ تَأَسُّفًا مَاذَا تَقُوْلُ
٢ فَقَالَ: نَعَمْ؛ فَإِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ — فَقُلْتُ تَوَجُّعًا: بَقِيَ الْغَلِيْلُ
٣ وَ بَعْدَ تَفَكُّرٍ حَاوَرْتُ نَفْسِي — بِأَنَّ الْمَوْتَ حَتْمٌ لَا يُقِيْلُ
٤ وَ نَمْضِي نَحْوَ أَجْدَاثٍ سِرَاعًا — وَ لَمْ نُبْطِئْ إِذَا وَجَبَ الرَّحِيْلُ
٥ أَكَابِرُنَا فَنَوْا مِنْ دَارِ دُنْيَا — فَأَكْثَرُهُمْ مَضَوْا بَقِيَ الْقَلِيْلُ
٦ فَمَوْلَانَا ظَفَرْ أَحْمَدُ، رَسُوْل خَان — وَ إِدْرِيْسٌ مَضَى هٰذَا الْقَبِيْلُ
٧ مَضَى الْمُفْتِي شَفِيْعٌ وَ احْتِشَامٌ — كَذٰلِكَ يُوْسُفُ الدَّهْرِ النَّبِيْلُ
٨ تَرَحَّلَ بَعْدَهُمْ مَحْمُوْدُ عَصْرٍ — حَمِيْدٌ بَارِعٌ نَدُسٌ جَلِيْلُ
٩ مَضَى الْمَوْلَى غُلَامُ الْغَوْثُ مِنَّا — إِلَى جَدَثٍ فَلَيْسَ لَهُ قُفُوْلُ
١٠ أَلَمْ يَعْقَمْ بِمِثْلِهِمْ عُصُوْرُ — بَلٰى إِنَّ الزَّمَانَ بِهِمْ بَخِيْلُ
١١ فَمَوْضُوْعُ الْيَرَاعِ هُوَ الْمَرَاثِي — فَهَلْ لِلْمُغْبَطَاتِ لَنَا سَبِيْلُ
١٢ وَ نَكْتُبُ قِصَّةَ الْأَحْزَانِ دَوْمًا — فَبَحْرُ الْحُزْنِ مَوَّاجٌ يَسِيْلُ
١٣ فَلَمْ نَسْمَعْ بِإِعْلَامٍ مُسِرٍّ — قُلُوْبُ النَّاسِ فِي حُزْنٍ يَطُوْلُ
١٤ فَذِي الدُّنْيَا مُنَاخٌ لِارْتِحَالٍ — يُفَارِقُ كُلَّ ذِي وُدٍّ خَلِيْلُ
١٥ دُمُوْعٌ ذَارِفَاتٌ هَامِعَاتٌ — خُطُوْبٌ فِي مُلِمَّاتٍ تَصُوْلُ

١٦ فَصَارَ النَّاسُ أَيْتَامًا جَمِيْعًا — لَهُمْ فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ عَوِيْلُ
١٧ وَلِيٌّ مِنْ أَعَاظِمِ أَوْلِيَاءٍ — لَهُ الْأَعْمَالُ ذِكْرَاهَا يَطُوْلُ
١٨ غُلَامُ الْغَوْثُ كَانَ مُغِيْثَ حَقٍّ — مَتِيْنٌ رَاسِخٌ فِيْمَا يَقُوْلُ
١٩ وَ أَفْنَى عُمْرَهُ فِي نَشْرِ دِيْنٍ — وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْقَبُوْلُ
٢٠ وَ نَاضَلَ دَافِعًا أَعْدَاءَ صَحْبٍ — كَأَنَّ الْغَوْثَ صَمْصَامٌ صَقِيْلُ
٢١ لَهُ فِي كُلِّ مَيْدَانٍ بَقَايَا — وَ مَا أَسْلَفْتُهُ مِنْهَا ضَئِيْلُ
٢٢ وَحِيْدًا فِي السِّيَاسَةِ كَانَ فَرْدًا — إِمَامًا مَا يَكُوْنُ لَهُ مَثِيْلُ
٢٣ تَهَاجَمَ فِتْنَةَ الْخَكْسَارِ قَبْلُ — غُلَامُ الْغَوْثِ وَاللّٰهِ الْمُزِيْلُ
٢٤ عَدَاوَتُهُ لِأَهْلِ الزَّيْغِ دَامَتْ — وَ بُغْضٌ فِي الإِلٰهِ فَلَا يَزُوْلُ
٢٥ وَ جَاهَدَ دَائِمًا فِي بَثِّ حَقٍّ — وَقَائِعُ عَيْشِهِ فَاذْكُرْ دَلِيْلُ
٢٦ عَنِ الإِسْلَامِ دَافَعَ كُلَّ حِيْنٍ — كَأَنَّ الشَّيْخَ لِلْحَقِّ الوَكِيْلُ
٢٧ فَلَيْسَ لَهُ بِبَاكِسْتَان كُفُوٌّ — وَ مَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهُ عَدِيْلُ
٢٨ وَ زَحْزَحَ صَوْلَةَ الْقَادِيَانِ عَنَّا — لَهُ فِي ذٰلِكَ السَّعْيُ الْطَوِيْلُ
٢٩ لَهُ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ مَزَايَا — وَ حِذْقٌ لَيْسَ يُدْرِكُهُ عُقُوْلُ
٣٠ شَهِيْرٌ قُطُبُ دَائِرَةٍ هُمَامٌ — لِسَانُ الصِّدْقِ لَيْسَ لَهُ بَدِيْلُ
٣١ وَ فِي الْحَفَلَاتِ فَارُوْقٌ شُجَاعٌ — وَ فِي الْخَلَوَاتِ بَكَّاءٌ ذَلُوْلُ
٣٢ تَصَدَّعَ قَلْبُهُ بِذَهَابِ دِيْنٍ — فَلَا نَوْمٌ وَ لَيْسَ لَهُ مَقِيْلُ
٣٣ وَ صَارَ الشَّيْخُ مُعْتَقَلًا مِرَارًا — وَ مَحْبُوسًا تَقَيَّدَهُ الْكُبُوْلُ
٣٤ حَكِيْمٌ مُحْكَمٌ عِلْمًا وَ رَأْيًا — كَنَصْلِ الْهِنْدِ لَيْسَ لَهُ فُلُوْلُ

۳۵ وَ قَامَ بِمِصْرَ يَدْفَعُ عَنْ هُدَانَا   خَطِيْبًا حِيْنَ كَانَ بِهِ نُزُوْلُ

۳٦ فَإِنْ نِيْلًا تَوَافَوْهُ بِمِصْرٍ   فَفِي أَمْصَارِنَا لِلْعِلْمِ نِيْلُ

۳۷ وَسِيْعُ الْاِطِّلَاعِ بِكُلِّ فَنٍّ   فَطِيْنًا لَا يُنَافِسُهُ زَمِيْلُ

۳۸ زَعِيْمًا نَاصِجًا لَيْثًا غَيُوْرًا   خَطِيْبًا لَا يُمِلُّ وَ لَا يَمِيْلُ

۳۹ يُسَاوِي أُمَّةً بَلْ فَوْقَ هٰذَا   لِسَانِي عَنْ مَدَائِحِهِ كَلِيْلُ

٤٠ تَلَأْلَأَ وَجْهُهُ بَعْدَ الْوَفَاتِ   يُسَرُّ بِجَنَّةٍ فِيْهَا الدُّخُوْلُ

٤١ وَ طَوْدًا كَانَ غَيَّبَهُ التُّرَابُ   فَكَيْفَ إِلَى اللِّقَاءِ لَنَا وُصُوْلُ

٤٢ وَ شَابٌّ حِيْنَ كَانَ الشَّعْرُ بِيْضًا   وَ حَانَ الْحِيْنُ وَ اقْتَرَبَ الْأُفُوْلُ

٤٣ فَيَا اَللّٰهَ أَدْخِلْهُ جِنَانًا   فَأَنْتَ الرَّاحِمُ وَ أَنَا السَّئُوْلُ

٤٤ وَ بَرِّدْ قَبْرَهُ مَادَامَتِ الشَّمْـ   سُ فِي سُوْقِ السَّمَاوَاتِ تَجُوْلُ

٤٥ وَنَصْبِرُ فِي الْكَوَارِثِ وَالدَّوَاهِي   جَزَاءُ الصَّبْرِ مَوْفُوْرٌ جَزِيْلُ

٤٦ فَقَلْبِي فِي رِضَاءِ الْحَقِّ رَاضٍ   وَ صَبْرِي دَائِمًا صَبْرٌ جَمِيْلُ

ترجمہ:

۱- موت کی خبر دینے والے نے یہ خبر دی کہ بہت بڑے بہادر انتقال فرما گئے، میں نے از راہِ تأسف کہا کہ کیا کہہ رہے ہو؟!

۲- اس نے کہا: ہاں ایسا ہی ہوا، کیوں کہ موت حق ہے۔ میں نے درد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تو ہماری پیاس باقی ہے۔

۳- تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا کہ واقعی موت ضرور آتی ہے، کسی کو معاف نہیں کرتی۔

۴- ہم بھی جلد از جلد اپنی قبروں کی طرف چلیں گے، اور جب رحلت کرنا ضروری ہو جائے تو پھر

کسی قسم کی دیر نہیں کریں گے۔

۵- ہمارے اکابر اس دارِ دنیا سے فنا ہو گئے، اکثر چلے گئے، تھوڑے باقی ہیں۔

٦- مولانا ظفر احمد، مولانا رسول خان، مولانا ادریس کاندھلوی یہ پورا قبیلہ رحلت کر چکا ہے۔

۷- مفتی محمد شفیع، مولانا احتشام الحق تھانوی سفر آخرت کر چکے ہیں، اسی طرح زمانے کے مولانا یوسف بنوری جو شرافت کے پیکر تھے تشریف لے جا چکے ہیں۔

۸- ان کے بعد محمودِ زمانہ مولانا مفتی محمود سفر آخرت کر چکے ہیں جو ستودہ صفات، علم میں کامل، ذہین اور جلیل القدر تھے۔

۹- مولانا غلام غوث رحمہ اللہ تعالی بھی جدا ہو کر سوئے قبر چلے، اب ان کی واپسی ناممکن ہے۔

۱۰- کیا زمانے ان کی مثل پیدا کرنے میں بانجھ نہیں ہوئے، ہاں بے شک زمانہ ان کی مثل پیدا کرنے میں بخیل ہے۔

۱۱- بندہ کے قلم کی قسمت میں مرثیوں کا موضوع ہے، کیا کبھی خوش کن اور مفرح خبروں کی طرف بھی کوئی سبیل نکل آئے گی؟!

۱۲- ہم ہمیشہ غموں کی داستان لکھتے رہتے ہیں، دریائے غم بہتا ہوا موجزن ہے۔

۱۳- کبھی ہم نے خوشی کا اعلان نہیں سنا، لوگوں کے دل ایک ثقیل اور بھاری غم میں مبتلا ہیں۔

۱۴- یہ دنیا سفر کی نشست گاہ ہے، جس میں ہر دوست اپنے دوست کو داغِ مفارقت سے نوازتا ہے۔

۱۵- آنسو ہیں جو بہت تیزی سے بہنے والے ہیں، حوادث در حوادث حملہ آور ہو رہے ہیں۔

۱٦- سب لوگ یتیم ہو گئے۔ ہر گوشے میں ان کی آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

۱۷- اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک ولی تھے، ان کے کارناموں کا ذکر بہت طویل ہے۔

۱۸- مولانا غلام غوث حق کے مددگار تھے، مضبوط اور اپنے قول میں راسخ تھے۔

۱۹- دین کی نشر و اشاعت میں اپنی عمر کھپا دی، یہی اللہ تعالی کے ہاں مقبولیت کی علامت ہے۔

۲۰- دشمنانِ صحابہ کو دفع کر کے ان پر خوب تیر برسائے، گویا کہ غلام غوث صیقل شدہ تیغِ بے نیام تھے۔

۲۱- ہر میدان میں ان کے کارنامے ہیں، جو میں نے بیان کئے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔

۲۲- سیاست میں منفرد و یگانۂ روزگار تھے، سیاست کے ایسے امام تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔

۲۳- جب خاکساروں کا فتنہ اچانک حملہ آور ہوا، تو غلام غوث رحمہ اللہ تعالی نے بخدا اس کو مٹا کر نیست و نابود کر دیا۔

۲۴- اہل باطل کے ساتھ ان کی دشمنی نا قابل اختتام تھی، یہ بغض فی اللہ کبھی زائل نہیں ہوا۔

۲۵- ہمیشہ حق کی نشر و اشاعت میں جہاد کیا، ان کی زندگی کے واقعات اس کا بین ثبوت ہیں، حافظہ پر زور دے کر یاد فرمایئے۔

۲۶- ہر وقت اسلام سے دفاع کیا، گویا کہ شیخ حق کے وکیل صفائی تھے۔

۲۷- پاکستان میں کوئی ان کا ہم سر نہیں تھا، بلکہ مشرق و مغرب میں کوئی ان کا برابری کرنے والا نہیں تھا۔

۲۸- قادیانیوں کے حملے کا دفاع کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا، اس سلسلہ میں ان کی طویل جد وجہد ہے۔

۲۹- مرحوم کے ہر طرف فضائل و کمالات ہیں، مرحوم ایسی ذہانت کے مالک تھے جس تک عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

۳۰- مشہور تھے، علما کے دائرہ میں قطب کی حیثیت رکھتے تھے، سچائی کی زبان، عظیم الشان، بے بدل انسان تھے۔

۳۱- جلسوں میں بہادر اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے تھے اور خلوتوں میں بہت رونے والے، متواضع تھے۔

۳۲- دین کے زوال و اضمحلال سے ان کے دل کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا، جس سے ان کی رات کی نیند اور دن کا قیلولہ حرام ہو چکا تھا۔

۳۳- کئی دفعہ شیخ نے نظر بندی کے مراحل طے کئے، نیز پابندِ سلاسل ہو کر قید ہوئے۔

۳۴- حکیم تھے اور علم و تدبیر میں بہت پختہ تھے، ایسی ہندی تلوار کی مانند تھے جس میں دندانے نہ پڑے ہوں۔

۳۵- شریعت مطہرہ کی حمایت کے لیے مملکت مصر میں تیار ہو کر تقریر کی، جب مصر میں اقامت پذیر تھے۔

۳۶- اگر مصر والوں کو مصر میں دریائے نیل ملا ہے تو کوئی پرواہ نہیں، کیوں کہ ہمارے پاس علم کا دریائے نیل موجود تھا (غلام غوث رحمہ اللہ تعالی مراد ہیں)۔

۳۷- ہر فن میں وسیع معلومات رکھنے والے تھے، ذہین و فطین تھے ساتھیوں میں ان کا ہم سر نہیں تھا۔

۳۸- پختہ تجربہ کار لیڈر، بہادر، غیرت مند تھے، ایسے خطیب تھے جو نہ ملال میں ڈالتے تھے اور نہ اپنی بات سے مائل ہوتے تھے۔

۳۹- پوری جماعت کے برابر تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، میری زبان ان کی تعریف سے کند اور گنگ ہے۔

۴۰- وفات کے بعد ان کا چہرۂ انور چمک اٹھا، گویا جس جنت میں ان کو داخل ہونا تھا اس پر خوش ہو رہے تھے۔

۴۱- ایک کوہِ گراں تھے جس کو قبر کی مٹی نے پوشیدہ کر دیا، اب ان کی ملاقات سے باریابی کیسے حاصل ہو گی!

۴۲- انھوں نے سفید ریشی اور بڑھاپے کے زمانہ میں جوانی کی بہار دکھائی، جب کہ موت کا وقت قریب تھا اور نیر تاباں غروب ہونے پر تھا۔

۴۳- اے اللہ! ان کو جنتیں نصیب فرما، تو رحم کرنے والا ہے اور میں سائل بے نوا ہوں۔

۴۴- ان کی قبر کو ٹھنڈی اور پر سکون بنا، جب تک آفتاب آسمانوں کے بازاروں میں چکر لگاتا رہے (یعنی تا قیامت)۔

۴۵- ہم غم انگیز معاملات اور مصیبتوں میں صبر کرتے ہیں اس لئے کہ صبر کا بدلہ وافر و بے پناہ ہوتا ہے۔

۴۶- میرا دل ان واقعات پر راضی ہے جن پر اللہ تعالی راضی ہیں، اور میرا صبر ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جس میں مخلوق سے شکوہ شکایت نہیں ہوتی۔

قصيدة فى رثاء الشيخ العلامة قطب الصالحين
شيخ الحديث مولانا محمد زكريا رحمه الله تعالى

١ تُوُفِّيَ عَالِمٌ حَكَمٌ رَشِيْدٌ   إِمَامٌ رُحْلَةٌ بَرٌّ سَعِيْدٌ

٢ تَرَحَّلَ أَكْمَلُ الْأَحْبَارِ عَنَّا   وَ شَيْخُ الْعَالَمِيْنَ فَلَا يَعُوْدُ

٣ مَضَى بَحْرُ الْحَقَائِقِ وَ الْمَعَانِي   فَدَمْعِي ذَارِفٌ قَلْبِي عَمِيْدُ

٤ هُوَ الشَّيْخُ الْمُمَجَّدُ لَا يُبَارَى   أَرِيْحِيٌّ وَ رَيْحَانٌ وَحِيْدُ

٥ وَ يَفْنَى كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ يَبْقَى   سِوَى الْجَبَّارِ لَيْسَ لَهُ نَدِيْدُ

٦ فَوا أَسَفَا عَلَى رُزْءٍ عَظِيْمٍ   وَ دَاهِيَةٍ يَذُوْبُ لَهَا الْحَدِيْدُ

٧ تَبَصَّرْ يَا أَخِي فَالْعَيْشُ فَانٍ   هِيَ الدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهَا خُلُوْدُ

٨ فَذِي الْخَضْرَاءُ إِنْ بَاهَتْ بِشَمْسٍ   بِسَيْحِ الْفَضْلِ يَعْلُوْهَا صَعِيْدُ

٩ فَمَنْ عَادَاهُ أَوْ بَارَى وَ جَارَى   فَعِنْدَ الْكَيِّسِيْنَ هُوَ الْبَلِيْدُ

١٠ وَ مَأْوَى أَهْلِ تَبْلِيْغٍ جَمِيْعًا   وَ مَأْمَنُهُمْ وَ مَلْجَأُهُمْ فَقِيْدُ

١١ غَوَادِي مُزْنَةٍ وَ نَسِيْمُ صُبْحٍ   وَ قُرَّةُ أَعْيُنٍ مَجْدٌ مَجِيْدُ

١٢ مُحَدِّثُ عَهْدِهِ شِبْلِيُّ عَصْرٍ   وَ فِي الْأَخْبَارِ مُسْتَنَدٌ عَمِيْدُ

١٣ وَكَانَ الشَّيْخُ فِي الظُّلُمَاتِ نُوْرًا   وَ دُوْنَ مَنَاكِر سَدٌّ سَدِيْدُ

١٤ رَحِيْمًا عَاطِفًا مِنْ أَتْقِيَاءٍ   لِكَبْحِ الْمُلْحِدِيْنَ هُوَ الْجَلِيْدُ

١٥ وَ يَذْكُرُ رَبَّه سِرًّا وَ جَهْرًا   فَذِكْرُ الرَّبِّ كَانَ لَهُ ثَرِيْدُ

١٦ قَنُوْعًا فِي نَزِيْرٍ مِنْ نُضَارٍ   صَبُوْرًا لَا يُضَجِّرُهُ الْمَكِيْدُ

١٧ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ بِلَا مِرَاءٍ   وَ ضِدَّ الزَّائِغِيْنَ هُوَ الشَّدِيْدُ

١٨ فَضِيْلَةَ شَيْخِنَا أَبْكِي وَ أَرْثِي   فَنَارُ الْحُزْنِ فِي قَلْبِي وَقُوْدُ

١٩ دُمُوْعُ الْعَيْنِ فِى ثَرٍّ وَ صَبٍّ   وَ يُقْطَعُ مِنْ مَدَامِعِنَا وَرِيْدُ

٢٠ فَقِيْهٌ ذُوْ مَنَاقِبَ لَا تُعَدُّ   وَ لَا تُحْصَى فَلَيْسَ لَهَا حُدُوْدُ

٢١ وَ صَنَّفَ مُكْثِرًا فِي كُلِّ فَنٍّ   كَأَنَّ لَهُ مِنَ الْغَيْبِ الجُنُوْدُ

٢٢ وَ أَلَّفَ فَارِعًا شَرْحَ الْمُوَطَّا   وَ حَقَّقَهُ فَلَيْسَ لَهُ مَزِيْدُ

٢٣ وَ لَمَّعَ لَامِعًا شَرْحَ الْبُخَارِي   لِتَاجِ نُبُوْغِهِ دُرٌّ نَضِيْدُ

٢٤ وَ قَصَّ حَيَاتَهُ لِلنَّاسِ طُرًّا   يُنَبِّهُ أَنَّهُ ثَبْتٌ فَرِيْدُ

٢٥ وَ أَلْقَى فِي الْحَدِيْثِ دُرُوْسَ عِلْمٍ   لَهُ فِي دَرْسِهِ شَأْوٌ بَعِيْدُ

٢٦ وَ دَرَّسَهُ وَ حَقَّقَ نِصْفَ قَرْنٍ   وَ ذَاكَ عَلَى فَطَانَتِهِ شَهِيْدُ

٢٧ وَ ذَاعَ نِصَابُ تَبْلِيْغٍ لِشَيْخِي   فَذَاكَ لِأَهْلِ تَبْلِيْغٍ عَتِيْدُ

٢٨ تَرَبَّى فِي مُحِيْطٍ مُسْتَنِيْرٍ   رَوَى فَضْلًا تَوَارَثَهُ الْجُدُوْدُ

٢٩ وَ حَازَ تَصَوُّفًا وَ حوَى كَمَالًا   فَذٰلِكَ طَارِفٌ هٰذَا تَلِيْدُ

٣٠ سَبُوْحٌ غَاصَ فِي دَأْمَاءِ عِلْمٍ   وَ فِي بَحْرِ التُّقَى فَرْدٌ سَعُوْدُ

٣١ وَ لَقَّبَهُ الْخَلِيْلُ وَ ذَا بِـ "شَيْخِ الْـ   حَدِيْثِ" فَذَاكَ تَلْقِيْبٌ جَدِيْدُ

٣٢ وَ فَاقَ النَّاسَ فِي زُهْدٍ وَ تَقْوَى   وَ مَا قُلْنَاهُ بَرْضٌ لَا عَدِيْدُ

٣٣ تَوَزَّعَ فَيْضُهُ شَرْقًا وَ غَرْبًا   لِمَنْ هُوَ يَسْتَقِي حَبْلٌ مَدِيْدُ

٣٤ وَ دَرَّسَ ثُمَّ بَلَّغَ فِي نَهَارٍ   أَوَانَ اللَّيْلِ أَوَّابٌ سَجُوْدُ

۳۵ وَ خَلَّفَهُ الْخَلِيْلُ وَ ذَا بِهِنْدٍ فَأَحْمَدُ قَدْ تَخَلَّفَهُ حَمِيْدُ

۳٦ فَمَنْ لِمَقَاصِدِ الْأَخْبَارِ فِيْنَا وَ مَنْ لِدَقَائِقِ الْمَعْنَى يُفِيْدُ

۳۷ وَ مَنْ لِلسَّالِكِيْنَ إِلَى رَشَادٍ وَ مَنْ لِلْغَافِلِيْنَ وَ هُمْ رُقُوْدُ

۳۸ وَ مَنْ لِمَظَاهِرٍ دَارٍ لِعِلْمٍ وَ مَنْ لِمُبَلِّغِي الدِّيْنِ يَقُوْدُ

۳۹ وَ دُفِّنَ بِالْمَدِيْنَةِ فِي عِشَاءٍ فَطَوْدُ الْعِلْمِ فِي رَمَثٍ لَحِيْدُ

٤۰ وَ نَدْعُو اللّٰهَ نُوْرًا فِي ثَرَاهُ إِلَى مَا كَانَ لِلطَّيْرِ غَرِيْدُ

ترجمہ:

۱- بہت بڑے عالم وفات پا گئے جو فیصلہ کرنے والے، ہدایت یافتہ تھے، علوم کے ایسے امام جن کی طرف کوچ کیا جاتا، حسن سلوک کرنے والے نیک بخت تھے۔

۲- علما میں کامل ترین شخصیت ہم سے رحلت فرما گئی، جو خلقِ خدا کے مربی تھے، آہ ان کی واپسی کا امکان نہیں۔

۳- حقائق وکمالات کے دریائے بے کنار دنیا سے تشریف لے گئے، اس وجہ سے آنسو رواں اور دل سخت غمزدہ ہے۔

۴- یہ شیخ زکریا ہیں، جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، کشادہ اخلاق، ریحانۃ العصر اور یگانۂ روزگار تھے۔

۵- ہر چیز فنا ہونے والی ہے، کسی چیز کے لیے بقا نہیں سوائے (خدائے) جبار جس کا کوئی ہمسر اور مثیل نہیں ہے۔

٦- پس ہائے افسوس زبردست اور ہمہ گیر غم اور زبردست مصیبت پر، جس سے لوہا پگھل سکتا ہے۔

۷- برادر سن لو، غور سے دیکھ لو! یہ زندگی فانی ہے، یہ دنیا ہے جس کو ہمیشگی نصیب نہیں ہے۔

۸- اگر یہ نیل گوں آسمان مہتاب سے فخر کرتا ہے تو کیا ہوا، زمین پر حضرت شیخ جیسے فضل کے دریا موجزن تھے جس سے زمین کا سر اونچا ہے۔

۹- جس نے بھی حضرت سے دشمنی ومقابلہ اور مبارزہ کی ٹھان لی تو ہوشیار اور عقل مند لوگ اسے

بے وقوف ہی سمجھتے ہیں۔

۱۰- حضرت شیخ سب تبلیغی حضرات کی پناہ گاہ تھے، اب ان کا ملجا اور امن وتسکین کی جگہ مفقود ہو گئی۔

۱۱- آپ صبح کے وقت فرحت بخش اور باراں آور بادلوں اور نسیم صبح کی مانند تھے، خدام کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور عظیم الشان بزرگ تھے۔

۱۲- اپنے زمانے کے محدث اور عبادت میں شبلی تھے اور فنِ حدیث میں مستند اور پیش رو تھے۔

۱۳- حضرت شیخ اندھیروں میں نور کا کام دیتے تھے، اور خلافِ شرع کاموں کے روکنے میں پختہ دیوار تھے۔

۱۴- بڑے رحم والے، مہربان اور اللہ والوں کے زمرہ میں شامل تھے، ملحد اور بے دینوں کو باز رکھنے میں بڑے طاقتور تھے۔

۱۵- اپنے رب کو خلوت اور جلوت میں یاد فرماتے تھے، ذکرِ الٰہی ان کے لیے ثرید کی طرح پسندیدہ تھا۔

۱٦- نہایت قلیل مال سے قناعت کرنے والے، مصائب پر صبر کرنے والے تھے، مکر وفریب ان کو پریشان نہیں کرتے۔

۱۷- بے شک حضرت متقیوں کو بہت پسند فرماتے تھے، اور کج فہموں اور بدراہوں پر سخت گیر تھے۔

۱۸- میں اپنے شیخ (یعنی شیخ الشیخ) محترم پر روتا ہوں اور ان کا مرثیہ لکھتا ہوں، پس غم کی آتش میرے دل میں بھڑک رہی ہے۔

۱۹- آنکھوں کے آنسو موسلا دھار بارش کی طرح بہے جاتے ہیں، اس حادثہ کی وجہ سے شہ رگ کٹی جاتی ہے۔

۲۰- وہ ایسے فقیہ تھے جن کے کمالات ومحاسن شمار سے باہر ہیں، ان کے فضائل کے حدود اربعہ ہی نہیں۔

۲۱- انھوں نے ہر فنِ مقصود میں بکثرت تصانیف کیں، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی مدد میں غیب کے لشکر لگے ہوئے ہیں۔

۲۲- انھوں نے بلندیوں کو چھو کر موطأ امام مالک کی شرح ''اوجز المسالک''، لکھی اور اس کی ایسی تحقیق کی جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔

۲۳- انھوں نے ''لامع الدراری'' شرح بخاری کو اپنی تحقیقات سے چمکایا جو ان کے تاج عظمت کی زینت کے لیے ترتیب دیئے ہوئے موتیوں کی طرح ہے۔

۲۴- اپنی زندگی کے حالات ''آپ بیتی'' لوگوں کے سامنے لائے جو (آپ بیتی) ان کے یگانہ اور معتمد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

۲۵- انھوں نے حدیث میں علم وحکمت سے پُر درس دیئے، درسِ حدیث میں وہ بہت عالی ہمت اور دُور رس نگاہ رکھنے والے تھے۔

۲۶- آپ نے حدیث کے درس وتحقیق میں نصف صدی گزار دی، یہ حضرت کی ذکاوت پر بے لوث گواہ ہے۔

۲۷- حضرت شیخ کا تبلیغی نصاب تو بہت پھیل چکا ہے۔ یہ تبلیغی حضرات کے لیے تیار کیا ہوا سرمایۂ افتخار ہے۔

۲۸- آپ نے ''مظاہر علوم'' کے پرنور ماحول میں تربیت پائی، ان سے فضیلت موروثہ منتقل ہوتی رہی جو آبا واجداد سے ملی تھی۔

۲۹- انھوں نے تصوف کو اپنے سینے میں جمع کیا اور کمال پر احاطہ کیا، تصوف ان کے لئے نئی دولت اور کمالات موروثی کا خزانہ تھا۔

۳۰- آپ دریائے علم کے شناور تھے جو علمی موتیوں کے لیے غوطہ زنی فرماتے تھے اور تقوی کے دریا میں تو یگانہ اور نیک بخت تھے۔

۳۱- حضرت سہارنپوری نے آپ کو ''شیخ الحدیث'' کے پُر انوار لقب سے نوازا، جو آپ کے لیے نام کی شکل اختیار کر گیا۔

۳۲- آپ زہد وتقوی میں دوسرے لوگوں سے بلند تھے جو کچھ مناقب ہم نے بیان کئے یہ بہت میں سے تھوڑے ہیں۔

۳۳- ان کا فیض مشرق ومغرب میں پھیل چکا، آپ کے فیوض آب زُلال پینے والوں یعنی استفادہ کرنے والوں کے لیے رسی کی طرح تھے۔

۳۴- دن کے اوقات میں تبلیغ وتدریس کا مشغلہ رکھتے، اور رات کے وقت خدا کی طرف

رجوع کرتے ہوئے سربسجود ہو جاتے۔

۳۵- حضرت خلیل احمد نے ہندوستان میں ان کو اپنا خلیفہ بنایا، آپ نہایت قابل تعریف تھے، آپ کے خلیفہ بھی قابلِ تعریف ہستی بن گئے۔

۳۶- اب ہمارے اندر کون ہے جو احادیث کے مطالب بیان کرے اور کون ہے جو معانی کے دقائق کا افادہ کرے۔

۳۷- کون ہے جو سلوک کی صحرا نوردوں کو رشد وہدایت کا سلسلہ سکھائے اور کون ہے جس کے پاس غفلت کے خوابیدوں کا علاج ہو۔

۳۸- اب کون ہے جو مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی کرے اور کون ہے جو دین کے مبلغین کا قائد اور رہبر ہو۔

۳۹- حضرت شیخ مقدس سرزمین مدینہ میں بوقت عشاء آرام فرما ہوئے۔ تعجب ہے علم کا کوہ گراں ایک چھوٹی سی قبر میں کیسے دفن ہوا۔

۴۰- ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی قبر پر نور برسائے جب تک پرندوں کی سریلی آوازوں کا سلسلہ جاری ہو۔

قصيدة فى رثاء الشيخ مولانا المفتي ولي حسن التونكي الكراتشوي رحمه اللّٰه تعالى

١ رَزِيَّةٌ نَزَلَتْ فَالْقَلْبُ بَكَّاءُ — بَلِيَّةٌ فِي بَلَايَا الْعَصْرِ عَمْيَاءُ

٢ مُلِمَّةٌ زَلْزَلَتْ أَقْدَامَ سَاهِرَةٍ — فَجِيْعَةٌ وَقَعَتْ فَالْعَيْنُ عَبْرَاءُ

٣ مَاتَ الْوَلِيُّ فَتَبْكِي الْيَوْمَ جَامِعَةٌ — تَزَلْزَلَتْ مِنْ وَفَاةِ الشَّيْخِ غَبْرَاءُ

٤ خَطَبٌ أَلَمَّ بِأَهْلِ الْعِلْمِ قَاطِبَةً — فَالْأَرْضُ وَالْبَحْرُ وَالْأَطْوَادُ حَسْرَاءُ

٥ وَ نَكْبَةٌ فِي رَزَايَا الدَّهْرِ قَارِعَةٌ — فَالْعَيْنُ حَقًّا مِنَ الْأَشْجَانِ عَشْوَاءُ

٦ أَرْثِي وَ لَا صَبْرَ مَوْلَانَا وَلِي حَسَنًا — وَكَانَ كَالنُّوْرِ فِي الْفَيْضَانِ دَأْمَاءُ

٧ قَدْ مَاتَ أَحْمَدُ رَحْمٰنٍ فَأَفْجَعَنَا — مُصِيْبَةٌ هَذِهِ مِنْ بَعْدُ دَهْيَاءُ

٨ سَرَّ الزَّمَانُ أُنَاسًا مُرْتَوِيْنَ بِهِ — وَ الْآنَ يَبْكُوْنَ حُزْنًا جَاءَ ضَرَّاءُ

٩ صَارَتْ قُلُوْبُ رِجَالِ الْعِلْمِ فِي كَبَدٍ — كَأَنَّ رَوْضَةَ وَرْدِ الْعِلْمِ بَيْدَاءُ

١٠ أَفَادَ عِلْمًا وَ دَرْسًا لَا نَظِيْرَ لَهُ — دُرُوْسُهُ فِي عُلُوْمِ الشَّرْعِ عَلْيَاءُ

١١ طَرِيْقُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْفَهْمِ مُبْتَكِرٌ — طَرِيْقَةٌ فِي وِعَاءِ الدَّهْرِ غَرَّاءُ

١٢ فَضُوْءُ فَتْوَاهُ فِي الْأَرْضِيْنَ مُنْتَشِرٌ — تَنَوَّرَتْ مِنْ بُدُوْرِ الْفَهْمِ صَحْرَاءُ

١٣ مَشَايِخُ الْعِلْمِ أَحْبَابٌ لِحَضْرَتِهِ — أَعْدَاءُ مِلَّتِنَا لِلشَّيْخِ أَعْدَاءُ

١٤ دِيوْبَنْدُ مَنْهَلُهُ وَ الشَّيْخُ مُرْشِدُهُ — لِقَلْبِهِ مِنْ نَمِيْرِ الشَّيْخِ إِنْقَاءُ

١٥ وُجُوْدُهُ كَانَ مِثْلَ الْبَدْرِ فِي فَلَكٍ — كَأَنَّهُ فِي ظَلَامِ اللَّيْلِ أَضْوَاءُ

١٦ لَهُ الْمَزِيَّةُ فِي عِلْمٍ وَ فِي عَمَلٍ — يُرْوِي الْغَلِيْلَ فَإِعْطَاءٌ وَ إِرْوَاءُ

١٧ دِثَارُهُ طُوْلَ عُمْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا — بَذْلُ السِّعَايَةِ فِي التَّدْرِيْسِ سِيْمَاءُ

١٨ دَرْسُ الْحَدِيْثِ طِوَالَ الْعُمْرِ خُصَّ بِهِ — فَعِلْمُهُ الْبَحْرُ وَ الإِفْتَاءُ إِفْتَاءُ

١٩ شِعَارُهُ حُبُّ أَهْلِ الْعِلْمِ قَاطِبَةً — شَوَاهِدٌ عِنْدَنَا فِي ذَاكَ بَيْضَاءُ

٢٠ وَ لَقَّنَ الْعِلْمَ تَحْقِيْقًا وَ دَقَّقَهُ — أَمْثَالُهُ فِي قَرِيْبِ الْعَهْدِ مَا جَاءُوْا

٢١ سَمْتٌ وَ عِلْمٌ وَ أَخْلَاقٌ وَ مَرْتَبَةٌ — عُلِّيَّةٌ فَكَأَنَّ الشَّيْخَ جَوْزَاءُ

٢٢ حِبْرًا وَ بَحْرًا تَقِيًّا مَازِحًا طَلْقًا — فَعِنْدَهُ الضُّرُّ وَ الْبَأْسَاءُ سَرَّاءُ

٢٣ شَيْخًا وَ حِبْرًا هُمَامًا قُدْوَةً عَلَمًا — هُوَ الْمُسَمَّى وَ هَذَا الْكُلُّ أَسْمَاءُ

٢٤ لَا تَزْعَمَنَّ بِأَنْ تُحْصَى مَحَاسِنُهُ — ذَكَرْتَ نُبْذًا وَ قَدْ فَاتَتْكَ أَشْيَاءُ

٢٥ تَعْلُوْ شَمَائِلُهُ تَنْمُوْ فَضَائِلُهُ — تَبْقَى مَنَاهِلُهُ مَادَامَ خَضْرَاءُ

٢٦ أَفْنَيْتَ عُمْرَكَ فِي نَشْرِ الْعُلُوْمِ وَقَدْ — عَلِمْتَ أَنَّ فَنَاءَ الْمَرْءِ إِبْقَاءُ

٢٧ مَا فَوْتُهُ ثُلْمَةٌ فِي السِّنْدِ قَدْ وَقَعَتْ — فَهٰذِهِ لَيْلَةٌ لِلْكُلِّ لَيْلَاءُ

٢٨ فَالنَّاسُ فِي جَدَبٍ وَالْعِلْمُ فِي سَلَبٍ — وَالْفَضْلُ فِي نَهَبٍ وَالْأَرْضُ جَدْبَاءُ

٢٩ تَبْقَى مَفَاخِرُهُ تُوْعَى مَآثِرُهُ — لَمْ تَخْتَلِفْ فِي نُبُوْغِ الشَّيْخِ آرَاءُ

٣٠ أَدْخِلْهُ رَبِّي فِي الْجَنَّاتِ مَكْرُمَةً — يَا غَافِرًا يَوْمَ يَسْرِي الْجِسْمَ حَوْبَاءُ

٣١ وَ اغْفِرْ لِزَلَّتِهِ مِنْ نَفْسِهِ صَدَرَتْ — وَ ارْزُقْهُ مَا فِيْهِ أَثْمَارٌ وَ آلَاءُ

ترجمه:

۱- ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا، جس نے دل کو رلایا۔ یہ زمانے کی مصیبتوں میں ایک اندھی مصیبت ہے۔

۲- اس حادثۂ فاجعہ نے زمین کے پاؤں کو متزلزل کر دیا، اس دردناک واقعہ کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

۳- حضرت مفتی ولی حسن وفات پاگئے، آج جامعہ بنوری ٹاؤن بکا میں ڈوبا ہوا ہے۔ حضرت کی وفات سے زمین والوں پر زلزلہ طاری ہوا۔

۴- یہ سانحہ عظیم تمام اہل علم پر قیامت بن کر گرا، اسی لیے زمین، سمندر، پہاڑ سب افسوس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۵- مصائبِ دہر میں سے ایک مہلک مصیبت آپڑی، اسی لیے آنکھیں غم و پریشانی کی وجہ سے تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہیں۔

۶- میں حضرت ولی حسن کا مرثیہ ایسے وقت میں لکھ رہا ہوں کہ صبر رخت سفر باندھ چکا۔ وہ ہمارے لیے مینارہ اور علوم دینیہ میں مثل سمندر تھے۔

۷- آپ سے پہلے مفتی احمد الرحمٰن ہم کو غمزدہ کر کے اللہ کو پیارے ہوگئے، یہ اس مصیبت کے بعد ایک گہری اور بھیانک مصیبت ہے۔

۸- زمانے نے لوگوں کو ان کی حیات سے مسرور کیا، کیوں کہ لوگ ان کی ذات سے سیراب ہوتے رہے، اب ان کی وفات سے مصیبت زدہ اور مبتلائے غم ہیں۔

۹- اہلِ علم کے دل ان کی وفات سے مصیبت و درد میں مبتلا ہیں، علم کے گلاب کا باغ بے آب و گیاہ صحرا بن گیا۔

۱۰- آپ بہت انوکھے انداز سے علوم کے موتیوں کو بکھیرتے رہے، علوم دینیہ میں ان کی تدریس بلندیوں کو چھو رہی تھی۔

۱۱- ان کا طرزِ تعلیم طلبہ کرام کے لیے البیلا تھا، اس تاریک زمانے میں ان کا طریقہ چمکدار اور روشن تھا۔

۱۲- ان کے فتاوی کی ضیا پاشیوں سے زمین کا گوشہ گوشہ منور ہے، ان کے علم کے بدر کامل سے صحرا و بیابان جگمگا اٹھے۔

۱۳- مشائخ کرام سے حضرت مرحوم کے دوستانہ تعلقات تھے، مگر ملت اسلامیہ کے غداروں کو

گوارہ نہیں کرسکتے تھے۔

۱۴- دیوبند کے چشمۂ علم سے سیراب اور حضرت شیخ زکریاؒ کی اصلاح باطنی سے مستفید تھے اور شیخ کے سلوک و احسان کے صاف پانی سے ان کا دل دھلا ہوا تھا۔

۱۵- وہ زمین میں ایسے تھے جیسے آسمان میں چودھویں کا چاند، وہ جہالت کی تاریکیوں میں روشنیوں کا مجموعہ تھے۔

۱۶- علم و عمل کے صحرانوردوں کے ہاں ان کی فضیلت مسلم تھی، ان کی تو زندگی ہی بادۂ معرفت کے پینے پلانے میں گزری۔

۱۷- پوری زندگی علمِ حدیث کا مشغلہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، تدریس میں پوری کوشش اور مطالعہ کے ساتھ پڑھانا ان کا شعار تھا۔

۱۸- علمِ حدیث کی تدریس پوری زندگی ان کے ساتھ مخصوص رہی، ان کا علم سمندر اور فتاوی لاجواب ہوتے تھے۔

۱۹- سب اہل علم سے محبت اور تعلق ان کا شعار اور خاص مقصد تھا، ہمارے پاس اس کے واضح دلائل و شواہد موجود ہیں۔

۲۰- علوم کی تدریس و تلقین بہت تحقیق و تدقیق کے ساتھ کیا کرتے، زمانہ قریب میں ان کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

۲۱- آپ حسن سیرت، علم، بلند اخلاق اور اونچے مرتبے پر فائز تھے، جیسے حضرت مرحوم برج جوزا کی بلندیوں میں مقیم ہوں۔

۲۲- نیک، عالم، متقی، سمندر جیسے، خوش مزاج اور ہنس مکھ تھے، ان کے نزدیک تکلیف اور مصیبت خوشی کی طرح تھی۔

۲۳- آپ شیخ کامل، نیک سیرت، عالم، رہنما، مقتدا، عالی ہمت تھے۔ آپ ان اسما سے موسوم اور ان صفات سے متصف تھے۔

۲۴- کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کی صفات گننے میں آسکتی ہیں؟ یہ خیال درست نہیں، تم نے بے شمار صفات سے چند ہی کا ذکر کیا۔

۲۵- ان کے اخلاق طیبہ لاجواب اور فضائل روز افزوں تھے، ان کے علوم کے سرچشمے تا ابد ان شاء اللہ باقی رہیں گے۔

۲۶- آپ نے علوم کی نشر واشاعت میں عمر کے لمحات صرف فرمائے، آپ پر یہ بات واضح تھی کہ بقا کا راز فنا میں مضمر ہے۔

۲۷- ان کی وفات کی مصیبت صرف سندھ میں نہیں آئی، بلکہ یہ اندھیری رات ہے جو سب کے لیے برابر ہے۔

۲۸- اب لوگ علمی قحط سالی میں پڑ گئے اور علمی دولت چھن گئی اور فضیلت کا خزانہ لٹ گیا اور زمین خشک سالی کا شکار ہوگئی۔

۲۹- ان کے عمدہ اور قابل فخر کارنامے رہتی دنیا تک قائم رہیں گے، حضرت شیخ کی عظمت پر آراء متفق ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۳۰- اے رب کریم! عزت کے ساتھ ان کو جنت میں داخل فرما اور جس دن روح جسم میں سرایت کرتی ہے ان کی مغفرت فرما۔

۳۱- اے اللہ! جو لغزشیں ان کی ذات سے صادر ہوئیں ان کی مغفرت فرما، اور بے حساب پھلوں اور عظیم نعمتوں والی جنتیں انھیں نصیب فرما۔

قصيدة في رثاء الشيخ العلامة الفقيه الكامل نادرة الزمان المفتي محمود حسن الكنكوهي رحمه الله تعالى

١ أُنْظُرْ خَلِيْلِي فِي أَقْطَارِ بُلْدَانِ ۔۔۔ هَلْ كَانَ فِي النَّاسِ لِلْمَحْمُوْدِ مِنْ ثَانِ
٢ أَرْثِي شُجَاعًا كَرِيْمًا بَارِعًا ثِقَةً ۔۔۔ مُحَنَّكًا مَاهِرًا فِي فِقْهِ نُعْمَانِ
٣ طِيْبُ الْخِصَالِ يُصَفِّي الْقَلْبَ مُتَّسِخًا ۔۔۔ صَفْوُ الْكَلَامِ تَرَاهُ مِثْلَ عِقْيَانِ
٤ مُنَبِّهُ النَّائِمِيْنَ لَا حَرَاكَ بِهِمْ ۔۔۔ شَيْخِي عِمَادِي فَقِيْهُ الْعَصْرِ سُلْطَانِي
٥ بَحْرًا غَزِيْرًا وَ وَجْهًا لَامِعًا نَضْرًا ۔۔۔ يَسْقِي نَمِيْرًا زُلَالًا كُلَّ عَطْشَانِ
٦ مُبَارَكُ الِاسْمِ حِبْرًا قُدْوَةً عَلَمًا ۔۔۔ مُسَافِرًا مَاتَ فِي أَبْعَادِ أَوْطَانِ
٧ وَإِنَّهُ فِي عُلُوْمِ الْفِقْهِ مُعْتَمَدٌ ۔۔۔ وَفِي عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ شِبْهُ سُفْيَانِ
٨ العِلْمُ فِي صَدْرِهِ كَالنُّوْرِ مُتَّقِدًا ۔۔۔ يُنَوِّرُ النَّاسَ يَهْدِي كُلَّ حَيْرَانِ
٩ لَمْ يَأْلَفِ الْمَالَ طُوْلَ الْعُمْرِ صُرَّتُهُ ۔۔۔ أَعْطَى وَأَنْفَقَهُ فِي خَيْرِ أَدْيَانِ
١٠ المَالُ فِي كِيْسِهِ مِثْلُ الْحَصَاةِ فَذَا ۔۔۔ لَاشَكَّ نَثَّرَهُ فِي دِيْنِ دَيَّانِ
١١ لَهُ الْمَكَارِمُ وَالْأَخْلَاقُ عَالِيَةٌ ۔۔۔ تَوَاضُعٌ حَارَ فِيْهِ كُلُّ إِنْسَانِ
١٢ وَدَرَّسَ السُّنَّةَ الْبَيْضَاءَ مُحْتَسِبًا ۔۔۔ وَعَلَّمَ النَّاسَ حَقًّا عِلْمَ قُرْآنِ
١٣ وَفَرَّ مِنْ بَحْثِهِ مَنْ ضَلَّ مُبْتَدِعًا ۔۔۔ نَصِيْبُ عَيْنَيْهِ دَوْمًا رَدُّ طُغْيَانِ
١٤ أَلْفَيْتُ ذَاكِرَةً لِلشَّيْخِ بَارِعَةً ۔۔۔ عَلَى كَرَامَتِهِ أَضْوَاءُ بُرْهَانِ
١٥ هَمُّ الْفِرَاقِ وَفَوْتُ الْمَجْدِ مُجْتَمِعٌ ۔۔۔ عَلَى الْقُلُوْبِ فَذَاكَ الْحُزْنُ حُزْنَانِ

١٦ جَبِيْنُهُ كَانَ طُوْلَ اللَّيْلِ مُنْخَفِضًا　　نَهَارُهُ مُشْرِقًا فِي عِلْمِ إِحْسَانِ

١٧ فَارْحَمْهُ رَبِّ وَنَوِّرْ قَبْرَهُ أَبَدًا　　أَدْخِلْهُ يَا رَبَّنَا فِي دَارِ رِضْوَانِ

١٨ وَاغْفِرْهُ مَغْفِرَةً يَا رَبِّ سَابِغَةً　　وَارْزُقْهُ لُقْيَاكَ فِي رَوْحٍ وَرَيْحَانِ

١٩ قَلْبُ الرِّضَاءِ جَرِيْحٌ فَاتَ مَرْجِعُهُ　　يَبْكِي عَلَى فَوْتِهِ كِعْتَانُ بُسْتَانِ

ترجمہ:

۱- میرے ساتھیو! مختلف ممالک کے کونے کونے چھان مارو، کیا لوگوں میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب کا ثانی ہے؟ ہرگز نہیں۔

۲- میں بہادر، شریف النفس، ہم عصروں پر فائق، قابل اعتماد شخصیت کا مرثیہ لکھ رہا ہوں، جو بہت ہی تجربہ کار اور فقہ حنفی کے ماہر تھے۔

۳- آپ خوش اخلاق تھے، میلے کچیلے دلوں کو مانجتے اور صاف کرتے، آپ کا کلام صاف، واضح اور موتیوں کی طرح چمکدار تھا۔

۴- وہ سوئے ہوئے غفلت زدہ لوگوں کو جگاتے تھے، آپ میرے شیخ، ظاہری سہارا، زمانے کے فقیہ اور میرے دل پر حکمران تھے۔

۵- ان کا چہرہ نورانی، تروتازہ اور وہ گہرے سمندر کی مانند تھے، وہ تشنہ کاموں کو شریعت وطریقت کا خالص آبِ شیریں پلاتے ہیں۔

۶- ان کا نام نامی مبارک تھا، وہ نیک عالم مقتدا اور بلندیوں پر فائز تھے، وہ اپنے ملک سے دور حالتِ سفر میں رحلت فرما ہوئے۔

۷- آپ فقہی علوم میں نہایت قابلِ اعتماد تھے اور علمِ حدیث میں حضرت امام سفیان ثوری سے مشابہ تھے۔

۸- حضرت کے سینے میں علم کا نور چراغ کی طرح روشن تھا، وہ خلقِ خدا کو روشن کرنے اور گمراہوں کے لیے مینارِ ہدایت تھے۔

۹- پوری عمر ان کا تھیلا مال سے مانوس نہیں رہا، دین کی خدمت کے لیے ہمیشہ مال ودولت خرچ

فرماتے رہے۔

۱۰- ان کے تھیلے میں مال اور کنکریوں کی حیثیت برابر تھی، اللہ کے دین کی ترویج میں مال نچھاور کرتے رہے۔

۱۱- وہ بلند اخلاق اور اعلی کمالات پر حاوی تھے، اللہ نے ان کو ایسی تواضع سے نوازا کہ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔

۱۲- سنت نبوی کی تدریس خالص لوجہ اللہ فرماتے رہے، لوگوں کو قرآنی علوم یقیناً پڑھاتے اور سمجھاتے رہے۔

۱۳- گمراہ اہلِ بدعت ان سے مناظرہ کرنے سے کتراتے، ہمیشہ ان کا مقصدِ زندگی گمراہی اور سرکشی کی تردید رہا۔

۱۴- میں نے حضرت کا حافظہ بہت قوی اور فائق پایا، ایسا مافوق الفطرت حافظہ ان کی کرامت کی واضح دلیل تھی۔

۱۵- فراق کا غم اور بزرگی کا رختِ سفر باندھنا دو غم جمع ہو گئے، دلوں پر ایک نہیں دو غموں کا اجتماع ہے۔

۱۶- ان کی پیشانی رات بھر رب کے سامنے جھکی رہتی، ان کے دن کے اوقات علم سلوک واحسان کی ترویج میں گزرتے۔

۱۷- اے اللہ! ان پر رحم فرما اور ان کی قبر کو ہمیشہ منور فرما۔ اے رب کائنات! ان کو خوشیوں کی جنت میں داخل فرما۔

۱۸- اے اللہ! ان کی کامل اور بھرپور مغفرت فرما اور ان کو اپنی زیارت، خوشیوں اور خوشبوؤں سے معطر فضا نصیب فرما۔

۱۹- رِضا کا دل مرجع وماویٰ کی وفات سے زخمی ہے، ان کی وفات پر باغ نبوی کی بلبلیں بھی نوحہ کناں ہیں۔

رثاء الشيخ الهمام الداعي الكبير السيد أبي الحسن علي الندوي رحمه الله تعالى

١ يَرْثِي عَلِيًّا قُدْوَتِي أَقْوَامُ   يَبْكِي الْفَقِيْهَ العُرْبُ وَالْأَعْجَامُ
٢ فَالْعَيْنُ تَدْمَعُ بِالْفِرَاقِ تَفَجُّعًا   حَزِنَ السُّهُوْلُ تَفَجَّعُ الآكَامُ
٣ فَالْعَيْشُ لَمَّا رُحْتَ أَنْتَ مُكَدَّرٌ   وَ الْقَلْبُ فِي الْحُزْنِ الْعَرِيْضِ هَيَامُ
٤ فَحَيَاتُهُ كَانَتْ لِنَشْرِ هِدَايَةٍ   بَرْقُ السَّحَابِ بِهِ يُشَقُّ ظَلَامُ
٥ جَبَلَ التُّقَى فُجِعَتْ بِفَقْدِكَ نَدْوَةٌ   تَرْثِي وَتُظْهِرُ حُزْنَهَا الْأَقْلَامُ
٦ مِن رَائِفُوْرَ وَنَدْوَةٍ أَنْوَارُهُ   بَدْرٌ لِآفَاقٍ وَ ذَاكَ تَمَامُ
٧ وَ بِذِكْرِهِ الرَّحْمٰنَ نَوَّرَ لَيْلَهُ   وَ لِبَثِّ عِلْمٍ كَانَتِ الْأَيَّامُ
٨ خُطُبَاتُهُ غُرُّ الوُجُوْهِ مُنِيْرَةٌ   كَمْ هَبَّ مِنْ ضَجَّاتِهَا نُوَّامُ
٩ فَالْهِنْدُ يَيْتَمُ بَعْدَ رَوْحِكَ وَالِدِي   ذَهَبَ الزَّعِيْمُ فَكُلُّنَا أَيْتَامُ
١٠ فِي الْهِنْدِ كَانَ ظَهِيْرَ أَهْلِ الدِّيْنِ بَلْ   فِي الْمُسْلِمِيْنَ لِأَجْلِهِ إِبْرَامُ
١١ مَا خَافَ فِي دِيْنِ الإِلٰه مَلَامَةً   طُوْلَ الْحَيَاةِ مُجَاهِدٌ صَمْصَامُ
١٢ نَفَثَاتُهُ كَالدُّرِّ تَلْمَعُ فِي الْوَرَى   وَ كَلَامُهُ لِلطَّالِبِيْنَ إِمَامُ
١٣ قَدْ كَانَ دَعْوَةُ دِيْنِ حَقٍّ رُوْحُهُ   مَا كَان لِلشَّيْخِ سِوَاهُ مُدَامُ
١٤ خَضَعَتْ رِقَابُ الْكَاتِبِيْنَ أَمَامَهُ   عَلَمُ الْهُدَى لِلسَّالِكِيْنَ هُمَامُ
١٥ أَخَذَ الْعُلُوْمَ عَنِ الْمَشِيْخَةِ إِنَّهُمْ   فِي كُلِّ عِلْمٍ مَاهِرُوْنَ عِظَامُ
١٦ قَدْ فَازَ فِي الدُّنْيَا بِجُلِّ مَنَاصِبٍ   لٰكِنَّهَا فِي رَأْيِهِ أَوْهَامُ

١٧ المَالُ عِنْدَ الشَّيْخِ كَانَ مُحَقَّرًا   فَإِذَا أَتَاهُ فَوَاهِبٌ مِنْعَامُ
١٨ قِنْطَارُ أَمْوَالٍ لَدَيْهِ كَرِيْشَةٍ   وَ بَضَائِعُ الدُّنْيَا لَدَيْهِ حُطَامُ
١٩ فِي الِاعْتِكَافِ وَفَاتُهُ مَغْبُوْطَةٌ   فَتِلَاوَةٌ وَ عُرُوْبَةٌ وَ صِيَامُ
٢٠ رَمَضَانُ يُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ اللَّظَى   فِيْهِ تُوُفِّيَ مِفْضَلٌ مِقْدَامُ
٢١ رُوْحًا سَعِيْدًا أَبْلِغِي رِيْحَ الصَّبَا   دَعْوَاتِنَا وَالِيَ الضَّرِيْحِ سَلَامُ
٢٢ فَاغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ وَافْسَحْ قَبْرَ مَنْ   هُوَ بَارِعٌ فِي الْمُخْلِصِيْنَ قِرَامُ
٢٣ نَدْعُو الإِلٰهَ بِأَنْ يَقُوْمَ بِأَمْرِهِ   شَيْخٌ نَجِيْبٌ رَابِعٌ مِفْخَامُ
٢٤ فِي الْمَنْهَجِ الدَّرَسِيِّ مَنْثُوْرَاتُهُ   مَوْضُوْعَةٌ صَقِلَتْ بِهِ الْأَفْهَامُ
٢٥ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى الرَّسُوْلِ مُحَمَّدٍ   وَ عَلَى الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ وَسَلَامُ

ترجمہ:

۱- حضرت علی میاں ہمارے مقتدا پر سب لوگ اظہارِ غم کر کے ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔اس فقیہ کی وفات پر عرب اور عجم سب روتے ہیں۔

۲- آنکھیں فراق اور درد کی وجہ سے آنسو بہاتی ہیں۔زمین کے پست حصے اور اونچے حصے سب غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۳- آپؒ کے جانے کے بعد زندگی مکدر اور بے رونق ہے۔اور دل اس طویل وعریض غم میں حیران وپریشان ہے۔

۴- ان کی زندگی ہدایت کے نشر واشاعت کے لیے وقف تھی۔وہ بادل کی چمک کی طرح تھے، جس سے اندھیروں کا دل پھٹ جاتا تھا۔

۵- اے تقوی کے پہاڑ! آپ کی تشریف بری پر ’’ندوہ‘‘ مغموم ہے۔اس کے قلم غم کو ظاہر کرتے ہوئے مرثیہ خواں ہیں۔

۶- ان کے انوار ندوہ اور رائپور کے بجلی گھر کا نتیجہ ہیں۔ وہ اطرافِ عالم کے لیے بدر تمام کی حیثیت رکھتے تھے۔

۷- وہ ذکر اللہ سے اپنی رات کو منور فرماتے تھے۔ اور ان کے دنوں کے اوقات علم کی اشاعت میں مشغول تھے۔

۸- ان کے خطبات و بیانات کے چہرے روشن اور پرنور تھے۔ کتنے خواب غفلت میں خوابیدہ اُن کے خطبات سے جاگ اٹھے۔

۹- اے ہمارے مربی! آپ کے جانے سے ہندوستان یتیم ہوا۔ رہبر و رہنما چلے گئے تو ہم یتیم بن گئے۔

۱۰- حضرت ہندوستان میں اہل دین کی پشت پناہی فرماتے تھے، بلکہ سب مسلمان ان کی وجہ سے مستحکم اور مضبوط تھے۔

۱۱- اللہ کے دین اور حق بات کہنے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ پوری زندگی شمشیر بے نیام کی طرح مصروف جہاد تھے۔

۱۲- ان کے ملفوظات لوگوں میں موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ اور ان کا کلام طالبین حق کا پیشوا ہوا کرتا تھا۔

۱۳- دین حق کی دعوت ان کے بدن میں روح کی طرح سرایت کرتی تھی۔ یہی کام شیخ کے لیے شراب کی مستی کے مترادف تھا۔

۱۴- لکھنے والے ادیبوں کی گردنیں حضرت کے سامنے سرنگوں تھیں۔ وہ ہدایت کے علمبردار اور تصوف کے طالبین کے مقتدا اور سردار تھے۔

۱۵- حضرت نے ایسے مشائخ سے کسب فیض کیا جو ہر علم میں ماہر تھے اور عظمت رکھنے والے تھے۔

۱۶- حضرتؒ بڑے بڑے مراتب پر دنیا میں فائز ہوئے، لیکن یہ مناصب حضرت کے سامنے مکڑی کے جالے کے برابر تھے۔

۱۷- حضرت شیخ کے نزدیک مال حقیر اور بے وزن تھا۔ جب مال ان کے پاس آتا تو اس کی بخشش اور ہدیہ کرنے میں مشغول ہو جاتے۔

۱۸- مال کے بڑے بڑے ڈھیر حضرت کے سامنے پرندے کے پر کے برابر تھے۔ اور دنیا کا ساز و سامان ان کے ہاں ایندھن کے برابر تھا۔

۱۹- اعتکاف میں ان کی وفات قابل رشک تھی۔ قرآن کریم کی تلاوت اور جمعہ کا دن اور روزے کی حالت میں وفات کا کیا کہنا!

۲۰- اس رمضان میں صاحب فضل و کمالات وفات پا گئے، جس میں جہنم کے دروازے بند ہوتے ہیں۔

۲۱- اے باد صبا! ان کی روح سعید کو ہماری دعائیں پہنچا دے اور ان کی قبر تک سلام و دعا بھی پہنچا دے۔

۲۲- اے اللہ تعالیٰ! ان کی مغفرت کیجیے، اور اس شخصیت کی قبر کو کشادہ کیجیے جو مخلصین میں فوقیت رکھنے والے سردار ہیں۔

۲۳- اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ ان کے بعد ان کے کاموں کی نگرانی کے لیے مولانا رابع صاحب کو توفیق عطا فرمائے جو شریف اور بزرگی والے ہیں۔

۲۴- درس نظامی میں ان کی منثورات رکھی گئی ہے۔ یہ کتاب عقلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔

۲۵- اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو اور تمام صحابہ کرام کی خدمت میں بھی ہم یہی تحفہ پیش کرتے ہیں۔

قصيدةٌ في رثاء فضيلة الشيخ العلامة الأريب
مولانا عبد الحي الكفليتوي السورتي رحمه اللّٰه تعالى

وقد طبعت في مقدمة كتابه الحاوي على خطبات الجمعة الذي حققناه، وطبع في الهند.

١ تَقَضَّى كُلُّ مَا حَوَتِ الدِّيَارُ ــــ فَلَيْسَ لَنَا بِذِي الدُّنْيَا قَرَارُ
٢ هِيَ الدُّنْيَا فَإِنْ غَرَّتْكَ أَمْسِ ــــ فَلَا يَبْقَى لَدَيْكَ الْإِقْتِدَارُ
٣ مَقَرُّ النَّاسِ مَقْبَرَةٌ وَ قَبْرٌ ــــ فَهٰذَا عَيْشُنَا مِنْهُ الْفِرَارُ
٤ وَ أَظْفَارُ الْمَنِيَّةِ مُحْكَمَاتٌ ــــ فَأَيْنَ تَفِرُّ مِنْهُ لَا تُجَارُ
٥ وَ تُدْفَنُ يَا أَخِي فِي الْقَبْرِ فَرْدًا ــــ فَلَا مَالٌ لَدَيْكَ وَ لَا نُضَارُ
٦ وَ يَبْكِي الْأَهْلُ وَالْإِخْوَانُ طُرًّا ــــ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنْهَا الْإِنْهِمَارُ
٧ فَلَا تَفْخَرْ بِأَمْتِعَةٍ وَ مَجْدٍ ــــ تَطِيْرُ كَمِثْلِ أَوْرَاقٍ شَرَارُ
٨ أَكَابِرُنَا مَضَوْا عَنْ دَارِ دُنْيَا ــــ وَنَحْنُ نَصِيْرُ أَيْضًا حَيْثُ صَارُوْا
٩ وَعَاشَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْحَيِّ عَيْشًا ــــ حَمِيْدًا ثُمَّ لَمْ يَبْقَ الْعَرَارُ
١٠ هُوَ الشَّيْخُ الْكَرِيْمُ فَلَا يُبَارَى ــــ غَزِيْرُ الْعِلْمِ قَدْ غَابَ الْمَنَارُ
١١ أَدِيْبًا كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ ضَوْءًا ــــ لَهُ جُمُّ الْمَنَاقِبِ وَالْفَخَارُ
١٢ تُوُفِّيَ مِصْقَعٌ فِي حِضْنِ بُوْرَمَا ــــ بَكَاهُ اللَّيْلُ فِيْهَا وَ النَّهَارُ
١٣ تَلَقَّى الْعِلْمَ فِي أَكْنَافِ هِنْدٍ ــــ وَ فِي رَنْكُوْنَ صَارَ لَهُ مَزَارُ
١٤ وَ ذَا خُطُبَاتُهُ سِفْرٌ عَجِيْبٌ ــــ لِإِحْرَاقِ الْمَعَاصِي ذَاكَ نَارُ

١٥ تَرَقَّى فِي عُلُوْمِ الدِّيْنِ طُرًّا ــــ كَبَدْرٍ فِي السَّمَاءِ لَهُ الْمَدَارُ
١٦ إِلَى اللّٰهِ الْقَوِيِّ أُعِيْدَ شَيْخٌ ــــ قَرِيْرَ الْعَيْنِ قَدْ سُلِبَ الْمُعَارُ
١٧ نَظَمْتُ الشِّعْرَ فِي مَدْحِ تَقِيٍّ ــــ نَقِيٍّ لَا يُشَقُّ لَهُ غُبَارُ
١٨ رِضَاءُ الرَّبِّ أَوْلَى ثُمَّ أَعْلَى ــــ وَ خَيْرُ الزَّادِ ذَاكَ الْاِصْطِبَارُ

ترجمہ:

۱- وہ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں جو شہروں اور بستیوں کے پیٹ میں ہیں، پس ہمارے لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

۲- اگر اس دنیا نے کل آپ کو دھوکہ دیا تو سمجھ لیں کہ آپ کے ساتھ اقتدار اور حکومت وشوکت رہنے والی نہیں۔

۳- قبریں اور مقبرے سب لوگوں کی رہائش گاہ ہیں، پس اس زندگی سے ہمیں بھاگنا اور رحلت کرنا ہے۔

۴- موت کا پنجہ اور ناخن بہت مضبوط ہیں، اس سے تم کہاں بھاگ سکتے ہو؟! دنیا میں کسی جگہ پناہ بھی نہیں ملے گی۔

۵- تم کو اکیلے قبر میں دفن کیا جائے گا اس وقت آپ کے پاس نہ مال ہوگا اور نہ سونا۔

۶- آپ کی فیملی، بھائی اور دوست احباب سب آپ پر روئیں گے، ان کی آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح آنسو بہائیں گی۔

۷- پس آپ دنیا کے ساز وسامان اور بزرگی پر فخر مت کرو، یہ سب خزاں کے پتوں اور چنگاریوں کی طرح اڑنے والی چیزیں ہیں۔

۸- ہمارے اکابر اور مشائخ اس فانی دنیا سے چلے گئے، جہاں پر وہ گئے ہم بھی وہاں جانے والے ہیں۔

۹- شیخ مولانا عبدالحی سورتی نے قابل ستائش زندگی گزاری، اب صحرائی چنبیلی کی طرح راہی ملک بقا ہوئے۔

۱۰- وہ ایسے شیخ، مکرم ومعزز تھے جن کا مقابلہ خوبیوں میں نہیں ہوسکتا تھا، علم میں گیرائی اور گہرائی تھی۔اب روشنی کا مینار غائب ہوا۔

۱۱- وہ ادیب تھے اور روشنی کا آفتاب تھے، ان کے بہت سارے مناقب اور قابل فخر کارنامے ہیں۔

۱۲- فصاحت وبلاغت کے علمبردار برما کی گود میں لیٹ کر وفات پا گئے۔ان کی وفات پر روز وشب نوحہ کناں ہیں۔

۱۳- انھوں نے ہندوستان کے اطراف میں علم حاصل کیا اور رنگون میں ان کی آخری آرامگاہ بن گئی۔

۱۴- ان کے خطبات کی کتاب عجیب کتاب ہے، یہ تو گناہوں کے جلانے کے لیے آگ کی طرح ہے۔

۱۵- وہ دینی علوم کے تمام شعبوں میں ترقی یافتہ تھے جیسے فضا کی بلندیوں میں چودھویں کا چاند اپنے مدار پر گردش کر رہا ہو۔

۱۶- شیخ رحمہ اللہ، قوت والے اللہ تعالی کی رحمت کی طرف خوش وخرم لوٹائے گئے، ہاں ہم سے یقیناً عاریت والی شخصیت چھین لی گئی۔

۱۷- میں نے متقی اور صاف دل عالم دین کے مرثیہ میں اشعار لکھے، وہ ایسے عالم تھے جن کے مرتبے کے قریب پہنچنا بھی مشکل ہے۔

۱۸- رب ذوالجلال کی رضا ہی بلند وبالا مقصد ہے اور صبر بہترین توشہ ہے۔

الترحیب المنظوم

بمناسبة قدوم الشیخ صالح بن حمید إمام المسجد الحرم بمكة المكرمة والشیخ مولانا عبد الحفیظ المكي، وفضیلة الشیخ مولانا مرغوب الرحمن مدیر دار العلوم دیوبند، والشیخ أرشد المدني، والدكتور عبد الله عمر النصیف

١ قَدْ فَرِحْنَا حَقَّقَ اللّٰهُ الْمُنَى   عَطِّرِي الْأَضْيَافَ يَا رِيْحَ الصَّبَا

٢ أَلْبِسِيْهِمْ كِسْوَةَ الْعِزِّ هُنَا   مَرْحَبًا أَهْلًا وَسَهْلًا مَرْحَبَا

٣ شَيْخُنَا حِبْرٌ كَرِيْمٌ صَالِحُ   شَيْخُنَا عَبْدُ الْحَفِيْظِ بَارِعٌ

٤ ضَيْفُنَا الْمَرْغُوْبُ نُوْرٌ لَامِعُ   كُلُّهُمْ لِلْحَقِّ كَانَ مُعْرِبَا

٥ صَاحِبُ الْفَيْضِ الْعَمِيْمِ أَرْشَدُ   ثُمَّ إِبْرَاهِيْمُ شَيْخٌ أَوْحَدُ

٦ صَاحِبُ الْعِزِّ نَصِيْفٌ أَفْيَدُ   صَارَ عِنْدَ الْعَالَمِيْنَ مُحَبَّبَا

٧ نَحْنُ مِنْكُمْ لَيْسَ فِيْهِ امْتِرَا   جَمَّعَ الْإِسْلَامُ حَقًّا شَمْلَنَا

٨ لَيْسَ مِنَّا مَن يَعِيْثُ بَيْنَنَا   أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ لِلْمُجْتَبَى

٩ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ فِي سَاحَاتِكُمْ   بَارَكَ الرَّحْمٰنُ فِي سَاعَاتِكُمْ

١٠ يَسْتَفِيْدُ النَّاسُ مِنْ سَادَاتِكُمْ   أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ فِيْنَا مَنْصِبَا

١١ نَحْنُ كَالْأَعْضَاءِ جِسْمٌ وَاحِدُ   كُلُّنَا لِلّٰهِ دَوْمًا حَامِدَ

١٢ وَالَّذِي يَظْلِمُنَا ذَا كَاسِدُ   نَحْنُ كَالْإِخْوَانِ شَرْقًا مَغْرِبَا

١٣ دِيْنُنَا دِيْنٌ مَتِيْنٌ مُبْرَمُ   عُرْوَةٌ وُثْقَى وَحَبْلٌ مُحْكَمَ

١٤ مُسْتَنِيْرٌ مُشْرِقٌ لَا مُظْلِمُ   حُبُّهُ فِي قَلْبِنَا قَدْ أُشْرِبَا

١٥ مَرْكَزُ الْإِسْلَامِ مَحْبُوْبٌ لَنَا   مِنْهُ فَيْضٌ فَائِضٌ فِي قَلْبِنَا

١٦ مِنْهُ فِي الْغَبْرَاءِ ضَوْءٌ دَائِمَا   صَارَ هَذَا لِلْعُطَاشِ مَشْرَبَا

١٧ دِيْنُنَا الْإِسْلَامُ مِنْ أَهْدَافِنَا   نَشْرُهُ يَلْزَمُ فِي أَطْرَافِنَا

١٨ قَدْ تَلَقَّيْنَاهُ مِنْ أَسْلَافِنَا   يَا إِلٰهِي انْفَعْ بِهٰذَا الْكَهْرَبَا

ترجمہ:

۱- ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تمناؤں کو پورا فرمایا، اے بادِ صبا کے جھونکو! ہمارے مہمانوں پر خوشبو برساؤ۔

۲- اے نسیم صبا ان کو عزت وکرامت کا جوڑا پہنا، ہم مہمانوں کو اہلاً وسہلاً اور خوش آمدید کہتے ہیں۔

۳- شیخ مکرم صالح بن حمید نیک سیرت وشریف النفس عالم ہیں اور ہمارے شیخ مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اقران میں فائق ہیں۔

۴- ہمارے مکرم مہمان شیخ مرغوب الرحمٰن چمکتے ہوئے نور کی مانند ہیں، یہ سب حضرات حق کے اظہار میں ذرہ برابر بھی نہیں جھجکتے ہیں۔

۵- حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کا فیض عام ہے، پھر شیخ ابراہیم کمالات میں منفرد و یکتا ہیں۔

۶- شیخ عبداللہ عمر نصیف بہت ہی معزز نفع بخش شخصیت ہیں، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت انگڑائیاں لے رہی ہیں۔

۷- ہم آپ ہی میں سے ہیں اس میں کوئی شک نہیں، دین اسلام نے سب پراگندہ قبائل اور جماعتوں کو ایک بنادیا ہے۔

۸- جو ہمارے درمیان فتنہ وفساد ڈالتا ہو وہ ہم میں سے نہیں، ہم ایک ہی نبی مجتبیٰ کے امتی ہیں۔

۹- قرآن پاک آپ کے آنگن اور علاقہ میں نازل ہوا، اللہ نے آپ کے مبارک کلمات میں برکت عطا فرمائی۔

۱۰- آپ حضرات سے سب لوگ استفادہ کرتے ہیں، آپ کا مرتبہ ہم میں یقیناً بہت اونچا اور اعلیٰ ہے۔

۱۱- ہم سب ایک جسم کے اعضاء کی مانند ہیں، ہم سب ایک رب کریم کی حمد وثنا میں مشغول ہیں۔

۱۲- جو لوگ ہم پر ظلم کرتے ہیں وہ ہمارے درمیان کھوٹے سکوں کی طرح ہیں، ہم مشرق میں ہوں یا مغرب میں سب بھائی بھائی ہیں۔

۱۳- ہمارا دین اسلام مضبوط و مستحکم نا قابل تنسیخ ہے، وہ مضبوط حلقے اور مستحکم رسی کی طرح ہے۔

۱۴- وہ روشن چمکدار ہے، تاریک ہرگز نہیں، اس کی محبت ہمارے دلوں کو پلائی گئی ہے۔

۱۵- دین اسلام کا مرکز مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ ہمیں محبوب ہے، ہمارے دل اس کے فیض سے لبریز ہیں۔

۱۶- روئے زمین ہمیشہ مرکزِ اسلام کی روشنیوں سے منور ہے، مرکزِ اسلام تشنہ لبوں کے لیے چشمۂ فیض ہے۔

۱۷- دین اسلام کی اشاعت ہمارے مقاصد میں شامل ہے، جس کی پوری پوری ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔

۱۸- اسلام کی اشاعت کو ہم نے اپنے اسلاف ومشائخ سے سیکھا ہے۔ اے اللہ بجلی کے ان قمقموں سے سب کو نفع پہنچا۔

الترحيب المنظوم

بمناسبة قدوم فضيلة الشيخ سعود بن إبراهيم الشريم حفظه الله تعالى الإمام والخطيب بالمسجد الحرام بمكة المكرمة زادها الله شرفًا، وزملائه، وفضيلة الشيخ مولانا محمد رفيع العثماني حفظه الله تعالى ورعاه

١ مَرْحَبًا مَرْحَبًا يَا إِمَامَ الْحَرَمْ　　يَا خَطِيْبَ الْوَرَى يَا جَمِيْلَ الشِّيَمْ
٢ مِنْ بِلَادِ الرَّسُوْلِ أَتَيْتَ هُنَا　　يَا نَسِيْمَ الصَّبَا يَا عَظِيْمَ الْهِمَمْ
٣ مَنَّ شَيْخٌ سَعُوْدٌ شُرَيْمٌ عَلَى　　كُلِّ مَنْ يَسْكُنُ هٰهُنَا فَاغْتَنَمْ
٤ مَيَّزَ الْحَقَّ عَنْ بَاطِلٍ قَاضِيًا　　جَهْبَذٌ رَاسِخٌ شَامِخٌ كَالْعَلَمْ
٥ مُنْذُ دَهْرٍ يَؤُمُّ الْأَنَامَ وَذَا　　فِي رِحَابِ الْحَرَمْ فِي جَمِيْلِ النَّغَمْ
٦ صَرَّفَ الْعُمْرَ دَوْمًا لِنَشْرِ الْهُدَى　　يَخْطُبُ قَائِمًا فِي رِحَابِ الْحَرَمْ
٧ سَلْسَبِيْلٌ جَرَى مِنْ حِيَاضٍ صَفَتْ　　يُسْتَقَى مِنْهُ فِي الْمَسْجِدِ الْمُحْتَرَمْ
٨ بَثَّ نُوْرًا وَفُوْرًا فَخِيْمًا يُرَى　　مِثْلَ بَدْرٍ يَشُقُّ أَشَدَّ الظُّلَمْ
٩ فَاضَ نُوْرُ التِّلَاوَةِ فِي أَرْضِنَا　　يَشْكُرُ النَّاسُ شُكْرًا لِرَبِّ النِّعَمْ
١٠ قَدْ تَفَضَّلَ حِبْرٌ كَرِيْمٌ هُنَا　　كُلُّ خُلَّانِهِ مِنْ خِيَارِ النَّسَمْ
١١ اِبْتَهَجْنَا فَرِحْنَا بِإِتْيَانِهِمْ　　زَادَ أَفْرَاحُنَا كُلُّنَا يَبْتَسِمْ
١٢ قَدْ أَنَارَ الرَّفِيْعُ مَنَارَ الْهُدَى　　فِي بِقَاعِ كَرَاشِيْ فَقِيْهُ الْمُهِمْ
١٣ يَسْتَفِيْدُ الْوَرَى مِنْ إِفَادَاتِكُمْ　　اِسْتَفَادَ الْعَرَب وَاسْتَنَارَ الْعَجَمْ
١٤ جَاءَ أَضْيَافُنَا مِنْ بِلَادٍ نَأَتْ　　قَرَّتِ الْأَعْيُنُ وَانْتَفَعْنَا بِهِمْ

١٥ كَلَّتِ الْأَلْسُنُ فِي مَزَايَاكُمْ — رُوْحُ أَنْوَارِكُمْ بَاسِمٌ فِي الْحِكَمْ
١٦ بَارَكَ اللّٰهُ فِي عُمْرِكُمْ دَائِمًا — زَادَكُمْ بَهْجَةً يَا نُجُوْمَ الْكَرَمْ
١٧ صَادَ قَلْبَ الرِّضَا حُسْنُ أَخْلَاقِكُمْ — جَوْدُ خُطُبَاتِكُمْ صَارَ دَرْءَ السَّقَمْ

ترجمہ:

۱- اے امام حرم! اے مخلوقِ خدا کے خطیب! اے حسن اخلاق کے حسین گلدستے کے حامل! ہم آپ کو بار بار خوش آمدید کہتے ہیں۔

۲- اے نسیم سحر! اے بلند ہمت والے! آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بلاد سے یہاں تشریف لائے ہیں۔

۳- حضرت شیخ سعود شریم نے یہاں کے تمام رہنے والوں پر احسان عظیم فرمایا، لہٰذا ان کی صحبت کو غنیمت جانو۔

۴- انھوں نے بحیثیت قاضی حق اور باطل کو الگ کر دیا۔ وہ ذہین، پرکھنے والے، بلند اور پہاڑ کی چوٹی کی مانند ہیں۔

۵- کافی عرصہ سے وہ حرم مکی میں امام ہیں، ان کی امامت کا سلسلہ حرم کے کشادہ صحن میں خوش آوازی کے ساتھ جاری ہے۔

۶- وہ ہدایت کے پھیلانے میں عمر عزیز کے اوقات صرف فرما رہے ہیں اور حرم کی کشادہ زمین میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہیں۔

۷- علوم کے صاف تالاب سے بہتے ہوئے چشمے جاری ہیں، مسجد محترم میں لوگ اسی سے سیراب ہوتے ہیں۔

۸- آپ نے ایک عظیم نور وافر مقدار میں دنیا میں پھیلایا، آپ کی روشنی چودہویں کے چاند کی طرح ظلمت کو چیرتی ہے۔

۹- ہماری اس سرزمین پر تلاوت کا نور دریا بن کر بہا، اس لیے سب لوگ احسانِ خداوندی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۱۰- ہمارے پاس نیک اور معزز عالم تشریف لائے، جن کے تمام دوست اور ساتھی بہترین لوگ ہیں۔

۱۱- ہم سب مہمانوں کی آمد سے خوش اور تازہ دم ہوئے، ان کی تشریف آوری نے ہماری خوشیوں اور مسکراہٹوں میں اضافہ کیا۔

۱۲- حضرت مولانا رفیع عثمانی صاحب نے ہدایت کا مینار کراچی کی سرزمین میں روشن کیا، وہ اہم مسائل کے حقیقت شناس مفتی ہیں۔

۱۳- سب مہمانوں کی نصیحتوں سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں، عرب بھی مستفید ہو رہے ہیں اور عجم بھی روشنیوں کی قندیل لے رہے ہیں۔

۱۴- ہمارے مہمانان گرامی بعید ممالک سے تشریف لائے ہیں ان کی آمد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور ہم نے علمی استفادہ کیا۔

۱۵- آپ کے مناقب اور خصوصیات بیان کرنے سے ہماری زبانیں عاجز ہیں، آپ کی پُرحکمت نصیحتوں میں انوار کی روح مسکرا رہی ہے۔

۱۶- اللہ تعالیٰ تا ابد آپ کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، اے بزرگی کے ستارو! اللہ آپ کی شادابی میں اضافہ فرمائے۔

۱۷- رِضا کا دل آپ سب کے حسن اخلاق کا شکار ہے، آپ کے بہترین خطبات اور مواعظ قلب کی مؤثر دوا ہے۔

الترحيب المنظوم

بمناسبة قدوم المشايخ الكرام من جامعة الملك سعود:
الدكتور عبد الله العريني، والدكتور محمد الشافع، والدكتور محمد التويجري، والدكتور إبراهيم السعدان، والدكتور عياض نامي السلمي حفظهم الله سبحانه وتعالى ورعاهم

١ أَتَيْتُمْ مُرْشِدِيْنَ إِلَى السَّدَادِ   لِنَشْرِ الْعِلْمِ فِي هَذِي الْبِلَادِ
٢ أُنَادِي مَرْحَبًا مِن جَذْرِ قَلْبٍ   لِسَادَاتِ الْوَرَى فِي كُلِّ نَادِ
٣ قَدِمْتُمْ مِنْ بِلَادٍ نَائِيَاتٍ   فَنَشْكُرُكُمْ عَلَى هَذَا الْجِهَادِ
٤ ضُيُوْفٌ مُكْرَمُوْنَ مُبَجَّلُوْنَ   وَفِي الإِتْقَانِ كَالسَّبْعِ الشِّدَادِ
٥ وَأَزْهَارٌ أَتَتْنَا مِنْ رِيَاضٍ   بِجَامِعَةٍ تَرَوَّى كُلَّ صَادِ
٦ نُجُوْمٌ لَامِعَاتٌ سَاطِعَاتٌ   أَضَاءُوْا مِنْ تِلَالٍ أَوْ وِهَادِ
٧ وُجُوْهٌ بَاسِمَاتٌ فَاغْتَنِمْهَا   كِرَامُ النَّاسِ أَصْحَابُ الأَيَادِي
٨ عَلَيْنَا بَلْ عَلَى الطُّلَّابِ طُرًّا   أَثَابَهُمُ الإِلٰهُ مِنَ الْعِبَادِ
٩ أَفَادُوْنَا الْمَعَارِفَ فَارْتَوَيْنَا   عُلُوْمُهُمْ السَّنِيَّةُ خَيْرُ زَادِ
١٠ إِلٰهِي أَعْطِهِمْ خَيْرَاتِ دُنْيَا   وَبَلِّغْهُمْ إِلَى أَقْصَى الْمُرَادِ
١١ تَقَبَّلْ دَارَنَا يَا ذَا الْجَلَالِ   لِبَثِّ الدُّرِّ فِي هٰذِي الْبَوَادِي

ترجمہ:

۱- آپ حضرات راہِ حق کے لیے مشعلِ راہ اور رشد وہدایت لے کر آئے ہیں، تاکہ اس ملک کے

ہر کونے میں علم کی اشاعت فرمائیں۔

۲- میں دل کی گہرائیوں سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور رہنمائے خلقِ خدا کو ہر مجلس میں مرحبا کہتا ہوں۔

۳- آپ بہت دور مملکت سے یہاں تشریف لائے ہیں، اس پُر مشقت سفر پر ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۴- ایسے مہمان جو مکرم ومعزز اور بزرگی کا تاج سر پر سجائے ہوئے ہیں اور پختگی میں سات آسمانوں کی مانند ہیں۔

۵- شہر ریاض کے باغات کے پھول ہمارے ہاں آئے ہیں، یہ حضرات جامعہ محمد بن سعود میں تشنہ لبوں کو علم کا پانی پلاتے ہیں۔

۶- یہ حضرات چمکتے ہوئے بلند ستاروں کی مانند ہیں جنھوں نے قندیلِ علم سے بلندیوں اور پستیوں کو روشن کیا۔

۷- ان حضرات کے متبسم چہروں کو غنیمت سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھاؤ، یہ ایسے معززین ہیں، جن کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔

۸- ہم پر بلکہ تمام طلبہ پر ان کے احسانات کی موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ اللہ ان کو بندوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

۹- انھوں نے ہم کو اپنے علوم سے فائدہ پہنچا کر سیراب کیا۔ ان کے روشن علوم مسافرانِ راہِ علم کے لیے بہترین زادِ راہ ہیں۔

۱۰- اے اللہ! ان کو دنیا میں بھلائیاں عطا فرما اور ان کو اپنی حاجات اور بھلائیوں کی لیلائے مقصود تک پہنچا۔

۱۱- اے اللہ! ہمارے اس دار العلوم کو قبول فرما، تاکہ یہ موتیوں سے ان صحراؤں کا دامن سجاتے رہیں۔

الترحيب المنظوم

بمناسبة قدوم الشيخ عبد الرحمن السديس الإمام والخطيب بالمسجد الحرام، والمشايخ الآخرين إلى دار العلوم زكريا بجنوب إفريقيا، والشيخ سلمان مدير الجامعة مظاهر العلوم سهارنفور، أدام الله علينا أنهار علومهم

١ يَفُوْحُ بِمَقْدَمِ الشَّيْخِ الْعُطُوْرُ — أَتَتْ رِيْحُ الصَّبَا عَبِقَ الْعُصُوْرُ
٢ أَتَى فِي مَعْهَدِ الْعِلْمِ فَأَهْلًا — وَ سَهْلًا مَرْحَبًا نَشَأَ السُّرُوْرُ
٣ أَتَانَا الشَّيْخُ بَلْ بَدْرٌ تَبَدَّى — وَ إِتْيَانُ الْحَبِيْبِ لَنَا عَبِيْرُ
٤ فَلَا نَدْرِي هِيَ الرُّؤْيَا رَأَيْنَا — وَ أَمْ هِيَ يَقْظَةٌ فِيْهَا نَزُوْرُ
٥ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي الْحَرَمِ الْمُعَلَّى — إِمَامٌ عَالِمٌ شَيْخٌ وَقُوْرُ
٦ أَتَانَا الشَّيْخُ مِنْ بَلَدٍ بَعِيْدٍ — سُدَيْسٌ قُلْتُ وَ الْوَقْتُ قَصِيْرُ
٧ وَ يَطْرَبُ سَامِعُو الْقُرْآنِ مِنْهُ — يَطِيْرُ الْقَلْبُ وَ ارْتَاحَ الشُّعُوْرُ
٨ لَهُ الْخُطُبَاتُ كَالدُّرِّ الْمُصَفَّى — وَ صَوْتٌ طَيِّبٌ عِلْمٌ وَفُوْرُ
٩ لَهُ الْأَخْلَاقُ طَيِّبَةٌ وَ وَجْهٌ — طَلِيْقٌ بَاسِمٌ يَعْلُوْهُ نُوْرُ
١٠ يُلَاقِي الْمُسْلِمِيْنَ بِأَيِّ وَقْتٍ — عِشَاءٌ أَوْ مَسَاءٌ أَوْ بُكُوْرُ
١١ كِتَابُ اللّٰهِ يَتْلُوْهُ بِصَوْتٍ — جَمِيْلٍ ذَاكَ فِى الدُّنْيَا يَدُوْرُ
١٢ يَنَامُ النَّاسُ فِي وُكُنَاتِ أَرْضٍ — قُلُوْبُ النَّاسِ لِلشَّيْخِ الْوُكُوْرُ
١٣ وَحِيْدٌ فِي الْمَزَايَا لَا يُبَارَى — بَلِيْغٌ زَاهِدٌ حِبْرٌ بَصِيْرُ
١٤ وَ نَشْكُرُ نَحْنُ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا — قَوِيْمًا ذَلِكَ الْمَاءُ الطَّهُوْرُ

١٥ لَهُ الْخَدَمَاتُ فِي تَوْزِيْعِ عِلْمٍ — يُقِرُّ بِهِ الْبَوَادِي وَ الْقُصُوْرُ
١٦ وَ تِلْكَ مَدَارِسُ الدِّيْنِ جَمِيْعًا — عُيُوْنُ الْعِلْمِ فِي الدُّنْيَا تَفُوْرُ
١٧ وَ تِلْكَ جَمَاعَةُ التَّبْلِيْغِ أَيْضًا — لِرُشْدِ الْعَالَمِ الْعَلَمُ الْكَبِيْرُ
١٨ مَشَايِخُ آخَرُوْنَ أَتَوْا إِلَيْنَا — لِتَدْرِيْسِ الْعِلْمِ وَهُمْ بُحُوْرُ
١٩ وَ نَدْعُو اللّٰهَ يُؤْتِيْكُمْ أُجُوْرًا — بِفَضْلِ اللّٰهِ يُقْتَسَمُ الْأُجُوْرُ
٢٠ وَ تِلْكَ صَنَاعَةُ الشِّعْرِ لَدَيْنَا — فَتِلْكَ قِلَادَةٌ أَنْتُمْ نُحُوْرُ
٢١ وَ يَلْتَمِسُ الرِّضَا مِنْكُمْ دُعَاءً — يُجِيْبُ دُعَاءَكُمْ رَبٌّ شَكُوْرُ

ترجمہ:

۱- شیخ سدیس کی آمد پر عطر کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں۔ بادِ صبا آئی اور ہمارا زمانہ واوقات خوشبودار ومزیدار بن گئے۔

۲- شیخ اس علم کے گہوارے میں تشریف لائے تو ہم آپ کو اہلاً وسہلاً اور خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کے آنے سے خوشی نے جنم لیا۔

۳- ہمارے پاس شیخ آئے، بلکہ چودھویں کا چاند نمودار ہوا۔ اور محبوب کا آنا مخلط خوشبو اور عطر کے برابر ہے۔

۴- پس ہم نہیں جانتے کہ یہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں، یا یہ جاگتے ہوئے عالم یقظت میں شیخ کی زیارت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

۵- حرم معلیٰ میں لوگوں کی امامت کراتے ہیں وہ شیخ جو امام اور عالم اور باوقار بزرگ ہیں۔

۶- ہمارے پاس بہت دور ملک سے شیخ سدیس تشریف لائے۔ میں کہتا ہوں: لیکن بہت تھوڑا وقت لے کر آئے ہیں۔

۷- ان کے قرآن کی تلاوت سننے والے مست ہو جاتے ہیں۔ خوشی اور خوف سے دل اڑتا ہے اور احساسات کو خوشی اور آرام ملتا ہے۔

۸- ان کے خطبات موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے صاف ہوتے ہیں، ان کی آواز اچھی اور علم وافر اور کامل ہے۔

۹- ان کے اخلاق عالیہ اچھے اور چہرہ مسکراتا ہوا کشادہ اس پرنور کی روشنی ہے۔

۱۰- مسلمانوں سے ہروقت ملاقات کرتے ہیں؛ عشا ہو، یا شام ہو، یا صبح ہو۔

۱۱- شیخ، کتاب اللہ خوبصورت آواز سے پڑھتے ہیں، ان کی آواز جدید آلات کے ساتھ پوری دنیا میں گھومتی ہے۔

۱۲- لوگ زمین کے گھونسلوں میں رہتے ہیں اور سوتے ہیں، لیکن شیخ کے لیے لوگوں کے دل گھونسلے ہیں۔

۱۳- وہ اپنی بے مثال خصوصیات میں منفرد ہیں، جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، بلاغت والے، زاہد، نیک سیرت، عالم اور صاحبِ بصیرت ہیں۔

۱۴- ہم اسلام پر شکرگزار ہیں جو دینِ مستقیم ہے۔ یہ ہمارے لیے آبِ طہور کی طرح پاک کرنے والا ہے۔

۱۵- علم کی نشر واشاعت میں شیخ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، جن خدمات کا اقرار اہلِ بادیہ اور محلات والے سب کرتے ہیں۔

۱۶- یہ ہمارے مدارس دینیہ سب کے سب علم کے چشمے ہیں۔ یہ چشمے پوری دنیا میں گھومتے بہتے ہیں۔

۱۷- تبلیغی جماعت بھی مخلوقات کی ہدایت لے کر ایک بہت بڑی نشانی، جھنڈا اور پہاڑ کی طرح مضبوط مورچہ ہے۔

۱۸- دوسرے مشائخ بھی ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ یہ حضرات علم کی تدریس اور تقسیم کے لیے دریاؤں کے مانند ہیں۔

۱۹- ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ آپ کو بے شمار اجر دیدیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثواب واجر کے ہدایا تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔

۲۰- ہمارے پاس شعروشاعری کی صنعت ہے۔ یہ اشعار ہار ہے اور آپ کی ذات سینوں اور گلے کی طرح ہے۔

۲۱- رضا آپ سے دعاؤں کا طالب ہے۔ ربِ شکور آپ کی دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں۔

الترحيب المنظوم

بمناسبة قدوم الشيخ عبد الباري الثبيتي حفظه الله تعالى ورعاه خطيب المسجد النبوي وإمامُه، على صاحبه الصلاة والسلام

١ وَ لَقَدْ بَدَى فِي الدَّارِ بَدْرٌ سَارِ ... إِذْ قَدْ أَتَانَا الشَّيْخُ عَبْدُ البَارِي

٢ فَنُرَحِّبُ الشَّيْخَ الكَرِيْمَ بِدَارِنَا ... أَهْلًا وَ سَهْلًا مَجْمَعَ الْأَنْوَارِ

٣ الشَّيْخُ يَخْطُبُ فِي الْمَدِيْنَةِ دَاعِيًا ... يَدْعُو لِسُنَّةِ سَيِّدِ الْأَبْرَارِ

٤ وَ يَؤُمُّ بِالصَّوْتِ الْجَمِيْلِ بِطَيْبَةٍ ... يَتْلُو كِتَابَ اللّٰهِ بِالْأَسْحَارِ

٥ ضَيْفٌ أَلَمَّ بِنَا فَزَيَّنَ دَارَنَا ... وَ يُفِيْدُنَا حَقًّا بِنَشْرِ دَرَارِي

٦ وَاللّٰهِ قَدْ فَرِحَ الْوَرَى بِقُدُوْمِكُمْ ... كَالْفَرْحِ بِالْوَسْمِيِّ وَ الْأَزْهَارِ

٧ الشَّيْخُ بِالْحَسَبِ الْجَلِيْلِ مُكَلَّلٌ ... مِنْ نَسْلِ مُرْضِعِ سَيِّدِ الْأَخْيَارِ

٨ يَا أَيُّهَا الشَّيْخُ الثُّبَيْتِيُّ نَعَمْ ... إِتْيَانُكُمْ كَالصَّيِّبِ الْمِدْرَارِ

٩ فَحَيَاتُكُمْ وَقْفٌ لِنَشْرِ شَرِيْعَةٍ ... غَرَّاءَ لَيْلَتُهَا مَثِيْلُ نَهَارِ

١٠ وَ تَفَضَّلَ الشَّيْخُ فَقَرَّتْ أَعْيُنٌ ... فَرِحَ الْمَشَايِخُ كُلُّهُمْ فِي الدَّارِ

١١ الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الْمَنَاطِقِ كُلِّهَا ... لِقُدُوْمِكُمْ قَدِمُوْا مِنَ الْأَمْصَارِ

١٢ الدِّيْنُ كَالْمَاءِ الزُّلَالِ مُطَيِّبٌ ... وَ مَذَاهِبُ الْفُقَهَاءِ كَالْأَنْهَارِ

١٣ فَالدِّيْنُ مِثْلُ حَدِيْقَةٍ أَوْ جَنَّةٍ ... وَ تَشَاجُرُ الْفُقَهَاءِ كَالْأَشْجَارِ

١٤ فَالدِّيْنُ يَجْمَعُنَا وَ ذَاكَ أَسَاسُنَا ... هَذَا لَنَا ذُخْرٌ وَ خَيْرُ فَخَارِ

١٥ اللّٰهُ يَجْزِيْكُمْ ثَوَابًا وَافِرًا ... وَ يُثِيْبُكُمْ خَيْرًا بِدَارِ قَرَارِ

١٦ هٰذِي هَدِيَّتُنَا إِلَيْكَ مَحَبَّةً ... نُهْدِي إِلَيْكَ قَلَائِدَ الْأَشْعَارِ

ترجمہ:

شیخ شیتی حفظہ اللہ تعالیٰ کی آمد پر ترحیب منظوم:

۱- بخدا ہمارے دارالعلوم میں چلنے والا بدر ظاہر ہوا۔یعنی ہمارے پاس شیخ عبدالباری تشریف لائے۔

۲- پس ہم معزز شیخ کو اپنے دارالعلوم میں مرحبا کہتے ہیں۔اہلاً وسہلاً اے روشنیوں کے مرکز آپ کی آمد پر۔

۳- شیخ مدینہ منورہ میں دعوت اور خطبہ دیتے ہیں۔لوگوں کو سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتے ہیں۔

۴- مدینہ منورہ میں خوبصورت آواز کے ساتھ امامت کرتے ہیں۔اور صبح کے وقت کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

۵- مہمان گرامی ہمارے پاس فروکش ہوکر ہمارے دارالعلوم کی زینت بنے۔اور وہ یقیناً قیمتی موتیوں کو بکھیرتے ہوئے ہمیں فائدہ پہنچائیں گے۔

۶- واللہ لوگ آپ کی آمد پر ایسے خوش ہوئے، جیسے موسم بہار کی پہلی بارش اور رنگ برنگ پھولوں سے خوش ہوتے ہیں۔

۷- حضرت شیخ شرافتِ نسب کے تاجدار ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ کی نسل سے منسلک ہیں۔

۸- اے شیخ شیتی ! آپ کی تشریف آوری موسلا دھار موسم بہار کی مفید بارش کی طرح نافع اور مفید ہے۔

۹- پس آپ کی زندگی روشن شریعت کی نشر واشاعت کے لیے وقف ہے۔ ہماری شریعت کی رات دن کی مانند ہے۔

۱۰- حضرت شیخ تشریف لائے تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور ''دارالعلوم زکریا'' کے سب اساتذہ مسرور ہوگئے۔

۱۱- ہر علاقے کے مسلمان یہاں آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے مختلف شہروں سے تشریف لائے ہیں۔

۱۲- ہمارا دین میٹھے پانی کی طرح عمدہ اور پاک ہے اور فقہاء کرام کے مذاہب اس دریا کی نہریں ہیں۔

۱۳- پس دین ایک باغیچہ یا باغ کی طرح ہے۔اور فقہائے کرام کا اختلاف درختوں کی طرح ہے۔

۱۴- دینِ اسلام ہم سب کو جمع کرتا ہے اور یہی ہماری بنیاد ہے۔دین ہمارے لیے بہترین ذخیرہ اور بہترین باعثِ افتخار ہے۔

۱۵- اس آمد پر اللہ تعالیٰ آپ کو بہت جزائے خیر عطا کرے۔اور جنت میں آپ کو بہترین ثواب عطا فرمائے۔

۱۶- یہ محبت کا تحفہ ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ہم آپ کی خدمت میں اشعار کے یہ ہار پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

الترحيب المنظوم

بمناسبة قدوم الشيخ المحدث السيد محمد عوامة

ونجله الدكتور السيد محي الدين عوامة / حفظهما الله تعالى ورعاهما

١ أَتَانَا الشَّيْخُ عَوَّامُ البُحُوْرِ	يُضِيْئُ قُلُوْبَنَا دَوْمًا بِنُوْرِ
٢ هُوَ العَوَّامُ فِي بَحْرِ الْلآلِي	يَبُثُّ الدُّرَّ فِي نَحْرِ الصُّدُوْرِ
٣ لَهُ الكَلِمَاتُ كَالدُّرِّ المُصَفَّى	يُحَقِّقُ فِي المَسَاءِ وَ فِي البُكُوْرِ
٤ غَزِيْرُ العِلْمِ فِي التَّحْقِيْقِ فَرْدٌ	نَظِيْفُ الخَلْقِ كَالمَاءِ الطَّهُوْرِ
٥ هُوَ الشَّيْخُ المُحَدِّثُ فِي نُبُوْغٍ	هُوَ المَشْغُوْلُ فِي وَزْعِ العُطُوْرِ
٦ جَوَادٌ جَاءَ مِنْ بَلَدٍ بَعِيْدٍ	بِغَيْثِ الْعِلْمِ مِنْ غَيْمٍ مَطِيْرِ
٧ قُدُوْمُ الشَّيْخِ مِثْلُ العِيْدِ فَرْحٌ	جَزَاهُ اللّٰهُ نَعْمَاتِ القُصُوْرِ
٨ فَتَحْقِيْقَاتُهُ دُرٌّ وَ دَرٌّ	وَ كُحْلٌ لِلْبَصَائِرِ فِي الْعُصُوْرِ
٩ وَ أَشْرَقَ عِلْمُهُ شَرْقًا وَ غَرْبًا	أَنَارَ اللَّيْلَ كَالْبَدْرِ الشَّهِيْرِ
١٠ وَ تَصْنِيْفَاتُهُ ذَهَبٌ وَ طِيْبٌ	يَفُوْحُ رِيَاحُ طِيْبٍ مِنْ عَبِيْرِ
١١ أَدَامَ اللّٰهُ ظِلَّ الشَّيْخِ فِيْنَا	بِصِحَّةِ جِسْمِهِ دَهْرَ الدُّهُوْرِ
١٢ وَمُحْيِ الدِّيْنِ دُكْتُوْرٌ نَجِيْبٌ	فَنَشْكُرُ جُهْدَهُ جُهْدَ الخَبِيْرِ

ترجمہ:

شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالی کے لیے ترحیب منظوم:

۱- ہمارے پاس وہ شیخ تشریف لائے جو علم کے سمندروں میں غوطہ زن رہتے ہیں اور ہمارے دلوں کو ہمیشہ علم کے نور سے منور کرتے رہتے ہیں۔

۲- حضرت شیخ موتیوں کے سمندر میں تیرتے رہتے ہیں۔ موتیوں کو بکھیرتے ہیں اور سینوں کو اس سے مزین فرماتے ہیں۔

۳- ان کے کلمات طیبہ صاف شدہ موتیوں کی طرح ہوتے ہیں۔ صبح وشام تحقیق فرماتے ہیں۔

۴- شیخ کثیر العلم شخصیت ہیں۔ تحقیقات میں بے مثال ہیں۔ صاف جسم اور بدن والے آبِ طہور کی طرح ہیں۔

۵- شیخ محدث ہیں، ہم عصروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ہمیشہ علمِ حدیث کی خوشبو کی تقسیم میں مشغول ہیں۔

۶- شیخ سخاوت کا پیکر ہیں، دور ملک سے تشریف لائے ہیں۔ برسنے والے بادلوں سے علم کی بارش لے کر آئے ہیں۔

۷- حضرت شیخ کی آمد عید کی خوشی کی طرح ہے۔ اِس کے بدلے میں اللہ تعالی اُن کو جنت کے محلات کی نعمتیں عطا فرمائے۔

۸- ان کی تحقیقات موتیوں اور خیرِ کثیر کی طرح ہیں۔ اور عقول کی بصیرت کے لیے ہر زمانے میں سرمہ ہیں۔

۹- مشرق اور مغرب میں حضرت شیخ کا علم چمکتا ہے۔ اور چودھویں کے چاند کی طرح اندھیروں کو روشن کر دیتا ہے۔

۱۰- ان کی تصنیفات سونے اور عطر کی مانند ہیں۔ ان کے مخلط عطر کی خوشبو ہر سو پھوٹتی اور پھیلتی ہے۔

۱۱- اللہ تعالی حضرت شیخ کا سایہ ہم پر ہمیشہ رکھے۔ اور ہمیشہ کے لیے ان کو جسم کی صحت کی نعمت سے نوازے۔

۱۲- ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محی الدین بھی شریف النسب ہیں۔ ہم ان کی محققانہ کوششوں کی قدر کرتے ہیں اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

نداء الطالب بدار العلوم زكريا

١ أَيَا دَارَ الْعُلُوْمِ بِذِي الْبِلَادِ — فَأَنْتِ حَبِيْبَتِي حُلْتِ فُؤَادِ
٢ إِلَى شَيْخِ الْأَحَادِيْثِ نُسِبْتِ — تَبُثِّيْنَ الْعُطُوْرَ بِكُلِّ نَادِ
٣ وَفِيْكِ الْحِفْظُ وَالتَّجْوِيْدُ أَيْضًا — وَعِلْمُ الدِّيْنِ ذَا خَيْرُ الْعَتَادِ
٤ أُحِبُّ الْعِلْمَ وَالتَّرْحَالَ فِيْهِ — وَأَطْوِي كُلَّ بَحْرٍ كُلَّ وَادِ
٥ فَإِنَّ الْجُهْدَ فِي تَحْصِيْلِ عِلْمٍ — لَقَدْ كَتَبَ الإِلٰهُ عَلَى الْعِبَادِ
٦ فَعِلْمُ الدِّيْنِ عُسْرٌ لَيْسَ يُسْرًا — وَصَعْبٌ دُوْنَهُ خَرْطُ الْقَتَادِ
٧ وَكُلُّ زَخَارِفِ الدُّنْيَا قَبِيْحٌ — وَإِنَّ الْعِلْمَ عِنْدِي خَيْرُ زَادِ
٨ وَأَرْجُوْ أَنْ يُثِيْبَنِي إِلٰهِي — ثَوَابًا كَامِلًا يَوْمَ التَّنَادِ
٩ تَفَضَّلْ يَا أَخِي مِنْ غَيْرِ لُبْثٍ — لِتُحْصِي مِنْ تَبَاشِيْرِ الْعَوَادِي
١٠ تَقَدَّمْ وَالْتَحِقْ بِالدَّرْسِ وَادْرُسْ — تَقَبَّلْ حِيْنَ نَادَاكَ الْمُنَادِي
١١ فَإِنْ تَرْجُو الْكَمَالَ وَلَسْتَ تَسْعَى — فَعِنْدِي أَنْتَ تَنْفُخُ فِي رَمَادِ
١٢ فَعِلْمُ الدِّيْنِ كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزٍ — وَخَيْرُ جَنَا تَنَاوَلُهُ الْأَيَادِي
١٣ فَرَحْمَةُ رَبِّنَا وَهَّابِ فَضْلٍ — عَلَى أَعْوَانِهَا خَيْرِ الْعِبَادِ
١٤ وَنَدْعُوْ يَا إِلٰهِي ثُمَّ نَدْعُو — لِتَهْدِيَنَا إِلَى هَدْيِ السَّدَادِ
١٥ وَأَدْعُو اللّٰهَ رَبَّ النَّاسِ طُرًّا — يُرَقِّيْهَا إِلَى أَقْصَى السُّهَادِ
١٦ وَ أَعْطِ الْخَيْرَ مَنْ يُغْنِي طَرِيْقًا — وَ يُنْفِقُ فِي الْعُلُوْمِ مِنَ التِّلَادِ

١٧ وَ وَفِّقْ طَالِبِيْهَا يَا إِلٰهِي — إِلَى لَثْمِ الْعُلُوْمِ فَأَنْتَ هَادِ
١٨ تَعَلَّمْ يَا رِضَاً لِرِضَاءِ رَبٍّ — غَنِيٍّ مَالِكٍ بَرٍّ جَوَادِ

ترجمہ:

۱- اے ان شہروں کے دار العلوم تو میرے دل کا گو ہر مقصود اور قلب میں محبوبہ کی طرح فروکش اور جاگزین ہے۔

۲- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی طرف نسبت تیری عظمت کے لیے کافی ہے، تو ہر مجلس میں عطر کی خوشبوئیں فضاؤں میں بکھیرتا ہے۔

۳- تیرے آنگن میں حفظ کے ساتھ تجوید کا انتظام بھی ہے، تو دینی علوم کی تعلیم کا ذخیرہ وسامان طلبہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

۴- میں (طالب علم) علم دین کی راہ میں سفر سے محبت رکھتا ہوں اور اس کی خاطر سمندر کے طول وعرض اور وادیوں پر گامزن رہتا ہوں۔

۵- تحصیل علم کے راستے میں مشقت کو اللہ رب العزت نے بندوں کی فلاح کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

۶- علم دین کی بلندیوں کو سر کرنا کوئی آسان نہیں، اس سے کانٹے دار شاخ پر ہاتھ پھیرنا آسان لگتا ہے۔

۷- دنیا کی پُر فریب زینت کوئی اچھی چیز نہیں، اس کے مقابلہ میں میرے نزدیک علم بہترین توشہ ہے۔

۸- مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ثواب کی امید ہے، ان شاء اللہ وہ مجھے روز قیامت پورا پورا ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۹- میرے بھائی (طالب علم) بغیر تاخیر کے تشریف لائیے، تاکہ اللہ کی مہربانیوں اور لذتوں سے اپنا دامن بھرلیں۔

۱۰- آگے بڑھئے داخلہ لیجئے اور خوب پڑھئے، جب آواز دینے والے نے آپ کو پکارا تو اس پر

لبیک کہئے۔

۱۱- اگر آپ کمالات کی چوٹی سر کرنے کی امید رکھتے ہیں اور محنت نہیں کرتے تو یہ راکھ میں پھونکتے ہوئے آگ کی توقع رکھنے کی طرح ہے۔

۱۲- میرے بھائی علمِ دین تو خزانۂ الٰہی کا دوسرا نام ہے، اور یہ بہترین پھل ہے جس کو طلبہ کے ہاتھ چنتے ہیں۔

۱۳- بخشش کرنے والی ذات ان لوگوں پر رحمت نازل فرمائے جو دارالعلوم کا تعاون کرتے ہیں، یہ لوگ چنیدہ اور بہترین ہیں۔

۱۴- اے اللہ! ہم بار بار تیرے دربار میں دعا گو ہیں، تو ہمیں دینِ اسلام کی سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا فرما۔

۱۵- میں رب کائنات کے سامنے دست بدعا ہوں کہ اس دارالعلوم کو سُہا دستارے کی بلندیوں سے ہم آغوش کردے۔

۱۶- اور جو اس میں اپنا نیا اور پرانا مال خرچ فرماتے ہیں ان کو خیر و برکات کے بے پناہ خزانوں سے نواز دے۔

۱۷- اور اس مدرسہ کے طلبہ کو یہ توفیق بخش دے کہ وہ علوم دین کے محبوب رخساروں کو بوسہ دیں، تو ہی ہدایت دینے والا ہے۔

۱۸- اے رضا مرضی مولی کی خاطر پڑھتے اور سیکھتے رہو، جو غنی، کائنات کا مالک، احسان کنندہ اور کریم ذات ہے۔

نکاح کے دعوت نامہ کے لیے تحریر کئے گئے چند اشعار

١	يَكُوْنُ زَوَاجُ أَحْمَد عَنْ قَرِيْبِ	فَيَا رِيْحَ الصَّبَا هُبِّي بِطِيْبِ
٢	نَسِيْمَ الصُّبْحِ فَأْتِي فِي سُرُوْرٍ	وَ فَرحَاتٍ تَدُوْمُ فَلَا تَغِيْبِي
٣	فَنَدْعُو إِخْوَتِي مِنْ جَذْرِ قَلْبٍ	وَ أَخَوَاتٍ كَذٰلِكَ فِي رَحِيْبِ
٤	بِإِتْيَانِ الْحَبِيْبِ تَقَرُّ عَيْنٌ	وَ ذَاكَ مِنَ الْحَبِيْبِ إِلَى الْحَبِيْبِ
٥	تَفَضَّلْتُمْ إِلَيْنَا فَابْتَهَجْنَا	وَ زَادَ الْفَرْحُ فِي ثَوْبٍ قَشِيْبِ
٦	وَ نَعْجِزُ عَنْ أَدَاءِ الشُّكْرِ مِنَّا	أَتَيْتُمْ هٰهُنَا فِي غَيْرِ خَيْبِ
٧	حَضَرْتُمْ فِي الْوَلِيْمَةِ فَارْتَضَيْنَا	فَشِرْكَتُكُمْ تُفَرِّحُ كَالطُّيُوْبِ
٨	فَنَسْأَلُ رَبَّنَا بَرًّا كَرِيْمًا	ثَوَابًا لِلضُّيُوْفِ مِنَ الْمُجِيْبِ

ترجمہ:

۱- مولانا احمد صاحب کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔ اے بادِ صبا! تم خوشبوؤں کو لے کر اس طرف اُڑ کر آؤ۔

۲- اے نسیم صبح گاہی! خوشیوں میں ڈوب کر آؤ۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کی خوشیوں کو لاکر غائب ہونے کا نام نہ لو۔

۳- ہم اپنے بھائیوں کو دل کی گہرائیوں سے دعوت دے رہے ہیں۔ اسی طرح بہنوں کو بھی ہال میں دعوت دے رہے ہیں۔

۴- دوستوں کے آنے سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور یہ آنا دوست کی طرف سے دوست کے پاس ہوتا ہے۔

۵- آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم خوش ہوئے ۔اور خوشی اپنے خوبصورت لباس میں نمودار ہوئی۔

٦- ہم آپ کے شکریہ کے پورا کرنے سے عاجز ہیں۔آپ یہاں آئے جبکہ ہم آپ کی تشریف آوری سے ناامید نہیں تھے، بلکہ پُر امید تھے۔

۷- آپ ولیمہ میں حاضر ہوئے تو ہم خوشی سے نہال ہوئے۔آپ کی شرکت نے ہمیں خوشبوؤں کی طرح مسرت بخشی۔

۸- ہم محسن اور مجیب رب کریم سے دست بدعا ہیں کہ مہمانوں کو اس حاضری پر ثواب عطا فرمائیں۔

قصيدة في مدح طيران الإمارات

ودّ بعض الأحباب أن أضع قصيدة وجيزة فى مدح طيران الإمارات التي اشتهرت بحسن نظامها وحفظ أوقاتها، فامتثلت أمرهم.
نسأل الله أن يوفق مَن يديرها لمزيد الخير وإخراج الخمور منها

١ رَوْحٌ لِرُوْحٍ بِطَيْرَانِ الإِمَارَاتِ — تَمَتَّعُوْا مِنْهُ فِي الأَجْوَاءِ سَادَاتِيْ

٢ يَهُزُّنِي ذِكْرُ رِحْلَاتٍ مُمُيِّزَةٍ — جَوَائِزُ أُعْطِيَتْ مِنْ أَجْلِ مِيْزَاتِ

٣ وَ يَرْغَبُ النَّاسُ فِي رِحْلَاتِهِ أَبَدًا — تَرَى مَقَاعِدَهُ دَوْمًا مَلِيْئَاتِ

٤ ضِيَافَةٌ ثُمَّ أَخْلَاقٌ مُعَظَّمَةٌ — وَ لَا مِثَالَ لَهَا فِي حِفْظِ أَوْقَاتِ

٥ مَطَارُهُ فَائِقٌ أُعْجُوْبَةٌ ظَهَرَتْ — قَلَائِدُ الزَّهْرِ فِي نَحْرِ الْحَدِيْقَاتِ

٦ فَهٰذِهِ طَائِرَاتٌ أَوْ نُجُوْمُ هُدَى — عَلَى الْمَطَارَاتِ فِي لَمْعَانِ هَيْئَاتِ

٧ وَ حُبُّهَا رَاسِخٌ فِي كُلِّ أَفْئِدَةٍ — وَجِسْمُهَا طَائِرٌ مِثْلُ الْحَمَامَاتِ

٨ يَا صَاحِبِي أَنْتَ بِالْخَضْرَاءِ مُعْتَنِقٌ — تَطِيْرُ فِي الْجَوِّ فِي رَيْحَانِ جَنَّاتِ

٩ أَشْهَى الطَّعَامِ وَخِدْمَاتٌ مُمَتِّعَةٌ — نَسْقٌ عَجِيْبٌ لَهَا فَارْتَحْ بِلَذَّاتِ

١٠ مَطَارُهَا النُّوْرُ أَوْ كَالدُّرِّ مُؤْتَلِقٌ — وَ لِلْمُسَافِرِ رَاحَاتٌ بِقَاعَاتِ

١١ وَ زِيْرُهَا حَاذِقُ التَّنْظِيْمِ مُبْتَسِمٌ — تَجْرِيْ مَسَاعِيْهِ فِي إِعْلَاءِ رَايَاتِ

١٢ يَدْعُو رِضَاءٌ دُعَاءً أَنْ يُوَفِّقَهُ — تَوْفِيْقَ خَيْرٍ إِلَى أَزْيَدِ رَاحَاتِ

ترجمہ:

بعض حضرات کی فرمائش پر امارات ائر لائن کی ستائش میں یہ قصیدہ لکھا گیا۔امارات ائر لائنز اوقات کی پابندی اور حسن انتظام میں مشہور ہے۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کے چلانے والوں کو مزید آسائش پہنچانے اور اس سے شراب نکالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱- طیران الامارات میں روح وقلب کوسکون وراحت ملتی ہے۔محترم حضرات فضائے آسمانی میں اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

۲- اس کے بے مثال اور منفرد اسفار کو دیکھ کر آدمی جھوم جاتا ہے۔اس کی خصوصیات کی وجہ سے اس کو انعامات بھی ملتے رہتے ہیں۔

۳- ہمیشہ لوگ اس میں سفر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے اس کی سیٹیں اکثر بھری رہتی ہیں۔

۴- اس کے میزبانوں کے کریمانہ اخلاق اور مہمانی بھی قابل رشک ہے۔اوقات کی پابندی میں بھی اس کی مثال نہیں۔

۵- اس کا ائرپورٹ بھی بہت عمدہ اور اعلیٰ، بلکہ عجائبات میں سے ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے باغیچوں کے سینے پر پھولوں کے ہار سجے ہوئے ہوں۔

۶- تو یہ ان کے جہاز ہیں یا رہنمائی کے ستارے ہیں، جو چمکتی ہوئی شکل میں ہوائی اڈّے پر کھڑے ہیں!

۷- لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیوست ہے، کبوتروں کی طرح جہازوں کا بدن فضا میں اڑان کر رہا ہے۔

۸- اے دوست آپ اس میں بیٹھ کر فضا سے معانقہ کئے ہوئے ہیں، اور باغات کی خوشبو میں اڑتے ہوئے مگن ہیں۔

۹- اس کا طعام بہت لذیذ اور سروس بہت مزیدار اور شاندار ہے۔اس کا نظام بھی عجیب ہے، تو تم لذتوں سے لطف اندوز ہو جایا کرو۔

۱۰- اس کا ہوائی اڈّہ روشنیوں سے چمکتا ہے، یا موتی کی طرح ہے۔اور اس کی انتظارگاہوں میں آرام کرنے کا انتظام ہے۔

۱۱- اس کا وزیر نظم ونسق کا ماہر اور اس کا چہرہ مسکراتا ہے۔اس کی کوششیں ہمیشہ اس کے نظام کی سربلندی کے لیے وقف ہیں۔

۱۲- رضا دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کارکنوں کو مزید کی توفیق دیدے تاکہ زیادہ سے زیادہ آرام پہنچائیں۔

قصيدةٌ وجيزةٌ (١)

أُنْشِئَت لحفلة انعقدت بمناسبة تكميل القراءات السبع المتواترة سنة ١٤٢٥هـ الموافق ٢٠٠٤م في دار العلوم زكريا بجَنوب إفريقيا

١ إلٰهُ النَّاسَ أَعْطَاكُمْ كَمَالًا   شَرِبْتُمْ إِخْوَتِي مَاءً زُلَالًا
٢ هُوَ الْقُرْآنُ نُوْرُ اللّٰهِ قَطْعًا   مُرِيْحٌ فَاطْلُبُوْا هَذِي الظِّلَالَ
٣ قَدِيْمٌ لَيْسَ يَبْلَى فِي زَمَانٍ   رَأَيْنَا أَهْلَ قُرْآنٍ جِبَالًا
٤ قِرَاءَاتٌ لَهُ سَبْعٌ أُتِمَّتْ   فَمَنْ نَالَ الْعُلَى سَبَقَ الرِّجَالَ
٥ فَمَنْ طَلَبَ الْعُلُوْمَ وَ نَامَ لَيْلًا   وَ ضَيَّعَ يَوْمَهُ طَلَبَ الْمُحَالَ
٦ يُبَارِكُ رَبُّنَا اللّٰهُ كَرِيْمًا   فَمَنْ يَتْلُو الْهُدَى وَصَلَ الْهِلَالَ
٧ وَ بَارَكَ ثُمَّ أَعْطَاكُمْ عُلُوْمًا   وَ عَيْشًا رَاغِدًا هُوَ لَنْ يَزَالَ
٨ وَ نَدْعُوا أَنْ يُوَفِّقَنَا جَمِيْعًا   لِنَجْعَلَهُ لِأَنْفُسِنَا خِصَالًا
٩ وَ يُعْطِي شَيْخَكُمْ أَيُّوْبَ (٢) خَيْرًا   يُوَزِّعُ بَيْنَ طُلَّابٍ نَوَالًا
١٠ وَ نَضَّرَ هٰذِهِ الدَّارَ دَوَامًا   وَ أَسْعَدَهَا وَ رَقَّاهَا الْقِلَالَ
١١ وَ لَا تَنْسَو رِضَاءً فِي دُعَاءٍ   صَبَاحًا أَوْ مَسَاءً أَوْ زَوَالًا

(١) هذه القصيدة الوجيزة أنشأتُها بارتجال في أسرع وقت بالتماس بعض الطلاب الدارسين في صف القراءات السبع.

(٢) المراد: الشيخ القاري المقرئ أيوب إسحاق رئيس فرع القراءات والتجويد بدار العلوم زكريا بجَنوب إفريقيا، المتخرج من دار العلوم فلاح دارين، غجرات، الهند.

ترجمہ:

مختصر قصیدہ جو دارالعلوم زکریا میں ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء میں قراءات سبعہ کی تکمیل پر لکھا گیا:

۱- اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ لوگوں کو کمال نصیب فرمایا۔ آپ لوگوں نے علم تجوید کا میٹھا اور عمدہ پانی پی لیا۔

۲- یہ یقینی بات ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ قلب وروح کے لیے باعث سرور ہے، لہٰذا ان سایوں کے پیچھے لگے رہو۔

۳- قرآن کریم قدیم ہے، مگر کسی وقت بھی پرانا نہیں لگتا۔ ہم نے دیکھا کہ قرآن والے پہاڑوں کی طرح مستحکم اور بلند ہوتے ہیں۔

۴- قرآن کریم کی قراءات سبعہ کی تکمیل ہوگئی۔ جو بلند مرتبہ حاصل کرے گا وہ دوسرے حضرات سے سبقت کرے گا۔

۵- پس جو آدمی علوم کو طلب کرتا ہے اور پھر بھی رات کو سوتا ہے اور دن کو بھی ضائع کرتا ہے وہ ناممکن کی طلب میں دماغ کھپا رہا ہے۔

۶- اللہ کریم آپ لوگوں کو برکات سے نواز دے۔ پس جو کتاب ہدایت کی تلاوت کرتا رہے گا اگر اس کی منزل چاند کی طرح بعید ہو پھر بھی پہنچ جائے گا۔

۷- اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا کرے، پھر آپ کو علوم عطا کرے۔ اور زندگی کی فراخی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کو عطا کرے۔

۸- اور ہماری یہ دعا ہے کہ ہم سب کو یہ توفیق دے کہ ہم قرآن کریم کو اپنے سینے سے بے تکلف عادات کی طرح لگائیں۔

۹- اللہ تعالیٰ آپ کے شیخ قاری ایوب صاحب کو خیر عطا فرمائے، جو اپنی بخشش کو طلبہ کے درمیان بانٹ رہے ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ دارالعلوم زکریا کو ہمیشہ کے لیے تروتازہ رکھے اور اس کو سعادت سے ہمکنار کردے اور بلندیوں تک پہنچا دے۔

۱۱- رضؔا کو اپنی مقبول دعاؤں میں صبح شام اور بوقت ظہر فراموش نہ کریں۔

قصیدۃٌ وجیزۃٌ

أُنشِئَت لحفلة انعقدت بمناسبة تكميل القراءات السبع المتواترة بارتجال واستعجال سنة ١٤٢٧ هـ الموافق ٢٠٠٦ م في دار العلوم زكريا بجنوب إفريقيا

١ أَيُّهَا الْقُرَّاءُ نِلْتُمْ مَنْصِبَا   لَامِعُ النُّوْرِ الْمُبِيْنِ أُعْرِبَا

٢ فِي الْقِرَاءَاتِ تَخَصَّصْتُمْ وَ ذَا   خَيْرُ دَرٍّ لِلْعِطَاشِ مَشْرَبَا

٣ اِسْتَنَارَ النُّوْرُ فِي أَعْطَافِكُمْ   وَاسْتَضَاءَ الْقَلْبُ مِنْ ذَا الْكَهْرُبَا

٤ كَانَ هَذَا الْمَجْدُ مِنْ أَهْدَافِكُمْ   اِرْتَوَيْتُمْ مِنْ عُلُوْمِ الْمُجْتَبَى

٥ ذَلِكَ الْعِزُّ لَكُمْ حَبْلُ الْعُلَى   ذَلِكَ التَّجْوِيْدُ مِنْ رِيْحِ الصَّبَا

٦ وَزَّعَ الشَّيْخُ عَلَيْكُمْ دُرَرَا   فَيْضُ خَيْرٍ فِي الصُّدُوْرِ أُشْرِبَا

٧ قَدْ سَقَاكُمْ مِنْ نَمِيْرٍ خَالِصٍ   ذَلِكَ الْكِدُّ إِلَيْكُمْ حُبِّبَا

٨ قَدْ أَتَى عِلْمٌ عَجِيْبٌ عِنْدَكُمْ   نَوَّرَ الْأَذْهَانَ قُوْلُوا مَرْحَبَا

٩ وَجَزَى اللّٰهُ الشُّيُوْخَ دَائِمَا   نَوِّرُوْا بِالذِّكْرِ شَرْقًا مَغْرِبَا

ترجمہ:

مختصر قصیدہ جو دارالعلوم زکریا میں ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں قراءات سبعہ کی تکمیل پر لکھا گیا:

۱- اے قاری حضرات! آپ نے مرتبہ پایا اور چمکتی ہوئی کھلی روشنی آپ کے اوپر ظاہر ہوگئی۔

۲- آپ مختلف قراءات میں متخصص بن گئے۔ یہ بہت بڑی خیر ہے اور پیاسوں کے لیے گھاٹ ہے۔

۳- آپ کے سینے کے اطراف میں نور روشن ہوا اور آپ کے دل اس بجلی سے روشن ہوئے۔

۴- یہ بزرگی آپ کے مقاصد میں شامل تھی۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے سیراب ہوگئے۔

۵- یہ عزت آپ کے لیے بلندیوں تک پہنچنے کی رسی ہے۔یہ تجوید آپ کے لیے بادِ صبا کے جھونکے ہیں۔

۶- آپ کے شیخ نے آپ پر موتیوں کو تقسیم کیا۔یہ بھلائی حاصل کرنے کا فیض آپ کے سینوں کو پلایا گیا۔

۷-آپ کے شیخ نے خالص اور صاف پانی پلایا۔اس راہ میں محنت اور جد وجہد آپ کے لیے پسندیدہ تھی۔

۸- آپ کے پاس عجیب وغریب علم آیا۔اس علم نے آپ کے ذہن کے دریچوں کو منور کیا۔اس علم کو خوش آمدید کہو۔

۹- اللہ تعالی آپ کے مشائخ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔انھوں نے قرآن کریم کے نور سے مشرق ومغرب کو منور کردیا۔

قصيدةٌ وجيزةٌ

أُنشِئت لحفلة انعقدت بمناسبة تكميل القراء ات السبع المتواترة
سنة ١٤٢٩ هـ الموافق ٢٠٠٨ م في دار العلوم زكريا بجَنوب إفريقيا

١ يَفُوْحُ بِعِلْمِ تَجْوِيْدٍ فِضَاءُ　　أَضَاءَتْ دَارُنَا عِطرَ الْهَوَاءُ
٢ قِرَاءَاتٌ وَ تَرْتِيْلٌ حَبِيْرٌ　　سُرُوْرُ الْقَلْبِ لِلرُّوْحِ الغِذَاءُ
٣ هُوَ الْقُرْآنُ ضَوْءٌ فِي كَمَالٍ　　لَهُ حَقٌّ تِلَاوَتُهُ وَفَاءُ
٤ يُبَارِكُ رَبُّنَا رَبٌّ كَرِيْمٌ　　كِتَابُ اللّٰهِ لِلْمَرْضَى دَوَاءُ
٥ فَمَنْ يَقْرَء يُبَارِكهُ الإِلَهُ　　لَهُ دَوْمًا غَدَاءٌ أَوْ عَشَاءُ
٦ فَمَنْ يُعْرِض عَنِ القُرْآنِ حِيْنًا　　مِنَ الْأَحْيَانِ فَالإِعْرَاضُ دَاءُ
٧ سُرُوْرٌ أَنْتُم فُزْتُمْ نَجَحْتُمْ　　فَتَجْوِيْدٌ لِطُلَّابٍ عَبَاءُ
٨ يُرَقِّيْكُمْ إِلَهِي كُلَّ يَوْمٍ　　إِلَى الْمَطْلُوْبِ مِنَّا ذَا الدُّعَاءُ

ترجمہ:

مختصر قصیدہ جو دار العلوم زکریا میں ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں قراءات سبعہ کی تکمیل پر لکھا گیا:

۱- ہماری فضا علم تجوید کی خوشبو سے معطر ہوگئی۔اس نے ہمارے دار العلوم کو روشن اور ہوا کو خوشبودار کردیا۔

۲- اس میں مختلف قراءتیں اور خوبصورت ترتیل قرآن ہے۔یہ دلوں کے لیے سرور اور روح کے لیے غذا ہے۔

۳- یہ قرآن کریم کمالات کے زینوں کے لیے روشنی ہے۔ قرآن کریم کا ہمارے اوپر حق ہے، اس کی تلاوت قرآن کے ساتھ وفا ہے۔

۴- رب کریم جو ہم سب کے رب ہیں ہم کو برکت عطا فرمائے۔ کتاب اللہ مریضوں کے لیے دوائی اور شفا ہے۔

۵- جو قرآن کریم پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ برکت دیں گے۔ ہمیشہ وہ برکتوں میں رہے گا، صبح ہو یا شام ہو۔

۶- پس جو شخص قرآن کریم سے کچھ دیر کے لیے بھی اعراض اور پہلوتہی کرے گا اس کا یہ اعراض بیماری ہے جس کا علاج کرنا چاہئے۔

۷- یہ خوشی ہے کہ آپ کامیاب اور پاس ہوگئے۔ یہ تجوید طلبہ کے لیے جبہ اور چوغہ کی طرح ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ تم کو ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن کردے۔ اور منزلِ مقصود تک پہنچادے۔ یہی ہماری دعا ہے۔

قصيدةٌ

بمناسبة تكميل القراءات السبع المتواترة في دار العلوم زكريا بجنوب إفريقيا

١ يَا نَسِيْمَ الصُّبْحِ يَا رِيْحَ الصَّبَا — عَطِّرِيْنَا مَرْحَبَا يَا مَرْحَبَا
٢ أَيُّهَا الْقُرَّاءُ نِلْتُمْ مَقْصِدَا — نَوِّرُوْا بِالْعِلْمِ هَذَا الْمَعْهَدَ
٣ كُلُّكُمْ فِي النَّاسِ يُصْبِحُ مُقْتَدَا — فِي الْقِرَاءَاتِ يَكُوْنُ أَزْيَدَا
٤ قَدْ تَخَرَّجْتُمْ فَقُوْلُوْا حَبَّذَا — نِلْتُمُ الْعِطْرَ الْعَجِيْبَ الْأَطْيَبَا
٥ أَيُّهَا الْقُرَّاءُ لِلّٰهِ الْمِنَنْ — أَيُّهَا الطُّلَّابُ أَصْحَابُ الْمِحَنْ
٦ نِلْتُمُ الْأَفْرَاحَ فِي هَذَا الزَّمَنْ — أَقْرَءَ الْمُقْرِئ بِتَجْوِيْدٍ حَسَنْ
٧ فِي الْقُلُوبِ النُّوْرُ يَعْلُو دَائِمَا — بَارَكَ الرَّحْمٰنُ هَذَا الْمَنْصِبَا
٨ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ فِي نَفَثَاتِكُمْ — قَدْ رَأَيْنَا النُّوْرَ فِي سَادَاتِكُمْ
٩ بَثَّتِ الْأَنْوَارُ مِنْ كَلِمَاتِكُمْ — نِلْتُمْ الْمَقْصُوْدَ فِي عَقَبَاتِكُمْ
١٠ لَا يَزَالُ الْكُلُّ مِنْكُمْ مُخْلِصَا — ثُمَّ عِنْدَ اللّٰهِ صَارَ مُحَبَّبَا
١١ يَسْتَفِيْدُ النَّاسُ مِنْ أَنْهَارِكُمْ — يَسْتَظِلُّ النَّاسُ فِي أَشْجَارِكُمْ
١٢ تَدْرُسُوْنَ الْعِلْمَ فِي أَسْحَارِكُمْ — يَسْتَنِيْرُ الْخَلْقُ مِنْ أَنْوَارِكُمْ
١٣ دَائِمًا أَدْعُوْ إِلَهِي سَرْمَدَا — أَنْ يَكُوْنُوْا لِلْعِطَاشِ مَشْرَبَا

ترجمہ:

تکمیل قراءات سبعہ کے سلسلہ کی ایک نظم:

۱- اے نسیم صبح گاہی! اے بادِ صبا کے جھونکو! عطر کی خوشبو پھیلاؤ، ہم تم کو بار بار مرحبا کہتے ہیں۔

۲- اے قرارِ حضرات! آپ نے مقصود کو پالیا۔ علم کے نور سے اس دارالعلوم کو منور کیجئے۔

۳- آپ قراءات میں لوگوں کے مقتدا بننے والے ہیں اور قراءات میں مزید ترقی کرتے رہیں گے۔

۴- آپ قراءتوں سے فارغ ہو گئے تو خوشی کا اظہار کیجئے۔ بہترین عجیب خوشبودار عطر آپ کو ملا ہے۔

۵- اے قاری حضرات! آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔ اے طلبہ کرام آپ نے محنتیں کی ہیں۔

۶- اس زمانے میں آپ کو خوشیوں کا سامان ملا ہے۔ استاذ قراءت نے آپ کو بہترین تجوید سکھائی اور پڑھائی ہے۔

۷- آپ کے دلوں پر ہمیشہ نور غالب رہے گا۔ یہ منصب اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک فرمادے۔

۸- اللہ تعالیٰ آپ کے باتجوید کلمات میں برکت عطا کرے۔ آپ حضرات پر ہم نے نور کی چادر دیکھی۔

۹- آپ کے کلمات سے انوار پھیلتے نظر آرہے ہیں۔ آپ نے اپنی دشوار گذار اور پر مشقت گھاٹیوں میں اپنے مقصد کو پالیا۔

۱۰- ان شاء اللہ آپ سب اخلاص سے سرفراز ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بنیں گے۔

۱۱- لوگ آپ کی نہروں سے پانی پی کر مستفید ہوں گے۔ آپ کے درختوں کے سائے میں آرام کریں گے۔

۱۲- آپ لمحات تہجد میں قرآن کریم پڑھتے رہیں گے۔ لوگ آپ کے انوار سے روشنی لے کر لوٹیں گے۔

۱۳- ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ آپ علم کے پیاسوں کے لیے چشمہ صافی اور پانی پینے کی جگہ بن جائیں۔

منظومةٌ وجيزةٌ

بمناسبة ختم الصحيح للإمام البخاري في جامعة العلوم الإسلامية، جوهانسبرغ

تحت قيادة جمعية العلماء بجنوب إفريقية بجوهانسبرغ

يقدمها الطلاب إلى الضيوف والأساتذة

١ عَبِيْرُ العِطْرِ فِي الْأَطْرَافِ سَارِ ... هَنِيْئٌ رُفْقَتِي خَتْمُ الْبُخَارِي

٢ فَخِيْرٌ سَارَ فِي الطُّلَّابِ طُرًّا ... فَهَذَا فَضْلُ رَبِّي فِي الدِّيَارِ

٣ وَ رَوْحٌ هَبَّ فِي الْأَرْوَاحِ وَاهًا ... لِأَهْلِ جَمِيْعَةٍ خَيْرُ الفَخَارِ

٤ شَرِبْنَا مِنْ زُلَالِ الدِّيْنِ مَاءً ... وَ نَهْرُ العِلْمِ فِي جُوْبَرْغَ جَارِ

٥ وَ يَجْزِي اللّٰهُ خَلَّاقُ البَرَايَا ... مَشَايِخَنَا بِنَشْرِ مِنْ دَرَارِي

٦ وَ نَدْعُو رَبَّنَا رَبًّا كَرِيْمًا ... لِيَرْزُقَ كُلَّهُمْ دَارَ القَرَارِ

٧ حَدِيْقَتُنَا حَدِيْقَةُ عِلْمِ دِيْنٍ ... عُقُوْدُ الدُّرِّ تَلْمَعُ فِي نُضَارِ

٨ إِلٰهِي رَقِّ هَذِي الدَّارَ دَوْمًا ... رُقِيًّا فِي اللَّيَالِي وَ النَّهَارِ

٩ تَفَضَّلَ شَيْخُنَا المِفْضَالُ أَرْشَدْ ... لِهَذَا الحَفْلِ نَشْكُرُ بِالجِهَارِ

ترجمہ:

جامعہ علوم اسلامیہ جوہانسبرگ کے پہلی ختم بخاری کے موقعہ پر یہ نظم کہی گئی:

۱- مخلّط عطر کی خوشبو اطراف میں جاری ساری ہے۔ اے دوست واحباب یہ ختم بخاری مبارک اور خوشگوار ہے۔

۲- یہ ایک خیر اور بھلائی ہے جو سب طلبہ میں پھیل گئی۔ یہ ختم بخاری ان بستیوں کے لیے اللہ تعالیٰ

کا فضل وکرم ہے۔

۳- واہ واہ! خوشی کی ہوا ہماری ارواح میں سرایت کرگئی۔ یہ اربابِ جمعیت کے لیے بہترین باعث فخر اور سرمایۂ سعادت ہے۔

۴- ہم سب طلبہ نے دین کے لذیذ اور میٹھے پانی میں سے پی لیا؛ اس لیے کہ جو ہانسبرگ میں علم دین کی نہر بہہ رہی تھی۔

۵- خالق کائنات ہمارے مشائخ کو جزائے خیر دے؛ اس لیے کہ انھوں نے ان موتیوں کو ہم پر نچھاور کیا۔

۶- رب کریم کے دربارِ عالی میں ہم دست بدعا ہیں کہ ان سب (طلبہ، اساتذہ اور حاضرین) کو جنت کہ آرام گاہ عطا فرمائیں۔

۷- یہ ہمارا باغیچہ علمِ دین کا باغیچہ ہے۔ یہاں موتیوں کے ہار خالص سونے میں چمکتے ہیں۔

۸- اے اللہ تعالی اس دار العلوم کو ہمیشہ ترقی سے ہمکنار فرما۔ اور اس کو دین دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔

۹- اس جلسے میں حضرت مولانا ارشد مدنی احسان فرما کر تشریف لائے ہیں۔ ہم ان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔




شخصيات

حرف الألف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت با سعادت: یکم جنوری ۱۹۴۳ء بروز جمعہ۔ حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خشیت وللّٰہیت میں اپنی مثال آپ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند کردار اور اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہی میں حاصل کی۔ اور درسیات کی تکمیل کے لیے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور نہایت مستعدی، ذوق وشوق اور لگن سے علوم میں کمال پیدا کیا، ۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے سند فراغت حاصل کی، طبیعت میں نیکی اور تقویٰ ابتدا ہی سے غالب تھا، چنانچہ فراغت کے فوراً بعد ہی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے اصلاح وتربیت کا تعلق قائم فرمایا اور آپ سے مجاز صحبت ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سے اصلاح وتربیت کا تعلق قائم فرمایا اور بہت جلد اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے بے حد عقیدت ومحبت کا تعلق تھا، چنانچہ ایک خط میں آپ نے تحریر فرمایا: ''حق تعالیٰ قیامت میں پوچھیں گے کہ کیا لائے ہو؟ تو آپ کا نام لے لوں گا کہ ابرار احمد کو لایا ہوں اور آپ کا دامن تھام لوں گا''۔

وفات: ۱۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸؍مئی ۱۹۹۵ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم:

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اس دور کی مایہ ناز ہستی، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجل خلیفہ اور بزم اشرف کے آخری چراغ ہیں۔ آپ کا وطن ضلع ہردوئی (یوپی) ہے۔ علم وفضل اور محاسن وکمالات کے ساتھ ساتھ عالی حسب ونسب کے

مالک ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب اوپر جاکر شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ آپ بچپن ہی سے نیک طینت، بلند اقبال اور سعادت مند تھے۔ ایام طفلی ہی میں آثارِ رشد وہدایت کا نور جبیں پر نمایاں تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ''ہردوئی'' میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے جہاں نہایت لگن اور جانفشانی سے درسیات کی تکمیل کی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کا زہد وتقویٰ ضرب المثل تھا، آپ اعلیٰ اخلاق اور ملکوتی صفات کی بنا پر اساتذہ کے منظور نظر اور ہر دل عزیز طالب علم تھے۔ مظاہر علوم سہارنپور کے زمانہ قیام ہی میں آپ تھانہ بھون کے چشمۂ فیض الٰہی مجدد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو چکے تھے۔ آپ اپنے مرشد کی خدمت میں سہارنپور سے تھانہ بھون ہفتہ وار حاضری دیتے اور تمام ایام رخصت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزارتے، چنانچہ بہت ہی جلد آپ نے سلوک کی منازل طے کیں اور کم عمری میں حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف سے اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ درسیات سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مظاہر علوم سہارنپور اور جامع العلوم کانپور میں تدریسی خدمات انجام دیں اور پھر ہردوئی میں اشرف المدارس کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جو آج ایک مثالی دینی درسگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم روحانی فیض گاہ بھی ہے۔ اس دور میں آپ اصلاحِ منکرات وبدعات کے سلسلہ میں بے مثال خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کبرسنی اور ضعف ونقاہت کے باوجود طویل اسفار، مجالس ومواعظ اور تلقین وارشادات کا سلسلہ برابر جاری ہے اور اس شمع تاباں کی ضو سے نہ جانے کتنے گم گشتگانِ طریق، رشد وہدایت کی راہ پر آ چکے ہیں۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات، امت کی پریشانی اور انحطاط کا سبب اور اس کا علاج، اشرف النصائح، اشرف الاصلاح، اشرف النظام، اشرف الخطاب، اذکار مسنونہ، اشرف التفہیم، اصلاح الغیبۃ اور مجالس ابرار، وغیرہ۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی عمر میں افزونی فرمائیں اور آپ کے فیوض اور تعلیمات کو مزید عام وتام فرمائیں۔ (آمین)

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۱۷رمئی ۲۰۰۵ء کو حضرت مولانا اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم:

حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ وخادمِ خاص، جنھیں یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی کہ تقریباً انیس سال تک سفر وحضر میں حضرت فقیہ الامت کے رفیق اور خادم رہے اور ایسی بے لوث اور بے مثال خدمت کی کہ خدمت ورفاقت کا حق ادا کر دیا۔ وگرنہ اس دور میں ایسے خدام کی بھی کمی نہیں جو اپنے اپنے معیار، پیمانے اور مفادات مقرر کر کے بزرگوں کا قرب اختیار کرتے ہیں، جو ایذارسانی کے ساتھ ساتھ نہ جانے کتنے طالبین حق کے لیے حجاب بن کر دوری کا سبب بن جاتے ہیں۔ خیر، مولانا ابراہیم صاحب پانڈور جس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہوئے یہ دراصل ان کی خاندانی روایات کا تسلسل ہے۔ آپ اس عظیم خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو عرصہ دراز سے اس شرف اور خدمت سے مشرف ہوتا چلا آ رہا ہے، آپ کے والد بزرگوار الحاج اسماعیل یوسف صاحب پانڈور بھی حضرت فقیہ الامت کے مجازین میں سے تھے اور خود مولانا ابراہیم صاحب پانڈور کئی عظیم نسبتوں کے حامل ہیں یعنی حضرت فقیہ الامت کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز ہونے کے ساتھ پیر بھائی بھی ہوتے ہیں۔ آپ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے بھی مجاز ہیں۔ اسی طرح آپ کے برادران میں مفتی محمد سلیمان صاحب اور مولانا محمد موسیٰ صاحب پانڈور بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مجازین میں شامل ہیں۔ آپ نے جس انہماک واستغراق، فنائیت اور شیفتگی کے ساتھ اپنے مرشد کی خدمت کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے، شب وروز خدمت، سفر حضر کی رفاقت اور طویل عرصہ صحبت میں رہ کر آپ جس مقام پر فائز ہوئے وہ سب پر عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عادات وخصائل میں حضرت فقیہ الامت کا پرتو ہیں۔ اسفار کی ترتیب اور بالخصوص جنوبی افریقہ تشریف آوری میں آپ کی کوششوں کا خاصا دخل ہوتا تھا۔

ابن سلول:

پورا نام: عبداللہ بن اُبی بن سلول ہے۔ اُبی اس کے باپ کا اور سلول ماں کا نام تھا۔ رئیس المنافقین تھا، ہمیشہ نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کے درپئے آزار رہتا اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں اور سازشیں کیا کرتا اور افواہیں پھیلایا کرتا، قرآن مجید کی کئی آیات اس کی مذمت میں نازل ہوئیں۔ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا، اللہ نے اس کے بیٹے کو دولتِ اسلام سے نوازا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا انتقال ہوا اور بیٹے کی خواہش پر وسعت ظرفی کے ساتھ کفن کے لیے اپنا کرتا عنایت فرمایا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم:

ولادت: ۶ محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ کے قابل فخر جانشین ہیں اور اس وقت برصغیر ہند وپاک کی وہ یکتائے روزگار شخصیت ہیں کہ علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں بے مثال، علوم اسلامیہ کی اعلیٰ معرفت اور عالم اسلام پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ وقت کے بہترین ادیب اور اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز بھی ہیں۔ آپ کے علم وفضل اور بصیرت وگیرائی کا پورا عالم اسلام معترف ہے اور سارے عالم اسلام میں آپ کی شخصیت بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ آپ دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور اداروں کے رکن رکین اور اہم مناصب پر فائز ہیں۔ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ سے لے کر تصنیف وتالیف تک جیسی گراں مایہ خدمات آپ انجام دے رہے ہیں جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہیں۔ امصار وولایات بالخصوص عالم اسلام سے گہری واقفیت، کثرت اسفار اور تجربات ومشاہدات کی بنا پر آپ کی تصانیف میں حقیقی عنصر غالب ہوتا ہے۔

تصانیف: آپ کی گوہر بار قلم سے بہت سی تصانیف اہم اور نازک موضوعات پر نکل کر سامنے آ چکی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: تاریخ دعوت وعزیمت، حدیث کا بنیادی کردار،

جب ایمان کی بہار آئی، دستور حیات، حیات عبدالحی، نبی رحمت، تعمیر انسانی، اصلاحیات، صحبتے با اہل دل، کاروان زندگی، تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، کاروان ایمان وعزیمت، عالم عربی کا المیہ، مذہب وتمدن، ارکان اربعہ، نقوش اقبال، مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح، مطالعہ قرآن کے مبادی واصول، حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب، تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری، تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب، قادیانیت، معرکۂ ایمان ومادیت، وغیرہ۔ (اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت فرمائیں۔ آمین)

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل جمعہ کے روز ۲۳/رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو حضرت مولانا اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۶/رجب ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۲/اگست ۱۹۳۹ء۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ جلیل القدر فقیہ، بلند پایہ محدث اور عظیم المرتبت عالم دین تھے۔ آپ اس عظیم علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جو شروع ہی سے دعوت وارشاد، علم وفضل، تلقین وللّٰہیت اور تصلب فی الدین میں امتیازی شان رکھتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری اپنے وقت کے عظیم محدث اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت مفتی صاحب ان تمام صفات وکمالات کے کامل پرتو اور اپنے والد ماجد کے علوم کے صحیح جانشین تھے۔ والد ماجد کی تربیت اور خاندانی نیکی کے اثرات تھے کہ آپ ابتدا ہی سے فکر کی بلندی، طلب وجستجو، بالغ نظری اور ذوق کی پختگی جیسی اعلی صفات کے حامل تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد کے زیر سایہ رہ کر پاکستان کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی اور پھر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے، جہاں فراغت کے بعد مفتی اور مدرس کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ محدث عصر علامہ بنوری رحمہ اللہ تعالی آپ کے کمالات کے بے حد معترف اور قدردان تھے

اور آگے چل کر آپ کو حضرت رحمہ اللہ کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کے علمی کمالات کی بنا پر حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالی نے آپ کو حیاً ومیتاً اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ آپ کی دینی حمیت اور غیرت بے مثال تھی۔ دینی معاملات میں ذرا بھی لچک اور نرمی کے روادار نہ تھے۔ آپ کی بات ہمیشہ دوٹوک اور معاملات صاف ہوا کرتے تھے۔ آپ ایک عرصہ تک وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلی بھی رہے۔

وفات: ۱۴/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۱/جنوری ۱۹۹۱ء کو یہ علم وفضل کا پیکر اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کا عظیم جانشین راہی ملک عدم ہوا۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۲/رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری علم وفضل، زہد وتقوی اور اخلاص وللّٰہیت میں اپنی مثال آپ تھے، اتباع سنت میں آپ انتہائی راسخ القدم تھے اور یہ آپ کا حال تھا۔ توحید کے آثار وانوار آپ کی زندگی میں نمایاں تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں امتیازی شان رکھتے تھے، عواقب ونتائج سے بے فکر ہو کر حق بات بلا خوف لومۃ لائم برسر عام فرما دیا کرتے تھے۔ آپ ابتدا ہی سے امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی آغوش شفقت میں رہے۔ آپ کو امامِ انقلاب سے بے پناہ محبت وعقیدت کا تعلق تھا اور یہ تعلق رفتہ رفتہ اتنا بڑھا کہ امام انقلاب کی صاحبزادی حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے حبالۂ عقد میں آئیں اور یوں اس عظیم خانوادے سے آپ کا نسبی تعلق بھی قائم ہو گیا۔ آپ نے امام انقلاب کے شانہ بشانہ استخلاص وطن کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور جب امام انقلاب کو بعض تحریکی امور کی انجام دہی کے لیے کابل کی طرف ہجرت کرنا پڑی تو تحریک کا نگران آپ ہی کو مقرر فرمایا۔ کابل سے ارسال کیے گئے بعض تنظیمی خطوط انگریزی حکومت کے ہاتھ لگ جانے کی بنا پر حضرت لاہوری کی دہلی سے گرفتاری عمل میں آئی اور وہاں سے شملہ لے جا کر قید کر دیئے گئے۔ سندھ اور مشرقی پنجاب کے حلقے امام انقلاب کی تحریک سے خاصے متاثر تھے اس لئے آپ کی رہائی کے بعد انگریز حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایسے علاقے میں رہائش پر مجبور

کیا جائے جہاں آپ کا حلقۂ اثر نہ ہو، تاکہ تحریکی کام کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں، اس کے لیے لاہور کا انتخاب کیا گیا؛ چنانچہ لاہور میں اجنبیت کا یہ عالم تھا کہ حکومت کی طرف سے ۲ رضامن طلب کئے گئے تو حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہاں تو کوئی میرا شناسا نہیں ہے''، بڑی تگ و دو کے بعد ۲ رضامن ملے۔ آپ نے توکلاً علی اللہ لاہور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد قرآن مجید کا درس شروع کر دیا، رفتہ رفتہ حلقہ درس اتنا بڑھا کہ عوام وخواص ہر طبقہ کے لوگ بڑی تعداد میں اس درس میں شریک ہونے لگے۔ انہی ایام میں اشاعت قرآن اور خدمت دین کے لئے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا گیا اور آپ ہی انجمن کے امیر منتخب ہوئے اور اسی نام سے ایک ہفت روزہ ''خدام الدین'' بھی جاری کیا گیا۔ آپ کے درس قرآن کی شہرت اس قدر بڑھی کہ مدارس عربیہ سے فارغ التحصیل علما دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، مدرسہ امینیہ دہلی اور مرادآباد تک سے جماعتوں کی شکل میں آنے لگے اور اس درس میں شرکت کرنے والوں کی سندات علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت مدنی رحمہم اللہ کے دستخطوں سے مزین ہوتیں۔ آپ قرآن مجید اور سنت نبوی کی تعلیم پر ہمیشہ زور دیتے۔

تصانیف: مجموعی طور پر آپ نے ۳۴ر رسائل انتہائی اہم اور نازک موضوعات پر تصنیف فرمائے جو ایک ہی مجلد میں شائع ہوئے ہیں۔ چند مشہور رسائل یہ ہیں: تذکرہ رسوم الاسلامیہ، توحید مقبول، ضرورۃ القرآن، میراث میں حکم شریعت، اسلام میں نکاح بیوگان، فوٹو کا شرعی فیصلہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف، اصلی حقیقت، صد احادیث کا گلدستہ اور فلسفۂ روزہ، وغیرہ۔

وفات: ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کو یہ درویش خدا مست اپنے خالق حقیقی سے جاملا اور جس لاہور میں اس مرد حق کی ضمانت دینے والا کوئی نہ تھا، وہیں لاکھوں افراد نے نماز جنازہ میں پروانہ وار شرکت کی اور ایک عرصہ تک آپ کی قبر مبارک سے شمیم جنت کی مہک آتی رہی۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم:

ولادت: اگست ۱۹۲۸ء۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند، بلند پایہ عالم دین، ملک وملت

کے بے مثال رہنما اور جمعیت علمائے ہند کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ حق تعالیٰ نے بے مثال باریک بینی، بالغ نظری اور عجیب وغریب سیاسی بصیرت سے نوازا ہے۔ امیر الہند کے لقب سے ملقب اور پورے ہند میں مسلمانوں کے ہر دلعزیز رہنما ہیں۔ مسلمانانِ ہند کے لیے آپ کی خدمات تاریخ ہند کا تابناک باب ہے۔

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۶ر فروری ۲۰۰۶ء کو حضرت امیر الہند اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ نوراللہ مرقدہ۔

اسکندر اعظم:

دنیا کا وہ عظیم بادشاہ جس نے اپنے عہد میں یونان وخراسان سے لے کر بلاد شام، چین، بلاد ہند، افریقہ اور ترکستان تک وسیع علاقوں پر حکومت کی۔ تقریباً ساری دنیا کے ملوک وسلاطین اس کے مطیع اور باجگزار تھے۔ اس اعتبار سے اس نے اپنے وقت میں تقریباً ساری دنیا پر حکومت کی۔ فارس کے عظیم بادشاہ دارا کو بھی اس نے شکست دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب دارا کو شکست دینے کے بعد فارس کا وسیع علاقہ اس کے زیر نگیں آ گیا تو اسے اس علاقہ کے انتظام کی فکر ہوئی، چنانچہ اس نے سارے علاقے پر انھیں میں سے چھوٹے چھوٹے حصوں پر بادشاہ مقرر کر دیئے، جس سے فارس میں طوائف الملوکی کا دور شروع ہو گیا اور اس نے اطمینان کے ساتھ حکومت کی۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ:

ولادت: ۱۲ر ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۸ء۔ شاہ اسماعیل شہید تاریخ کا وہ تابندہ نام ہے جو رہتی دنیا تک لوگوں کو عزیمت کا درس دیتا رہے گا۔ آپ کیا تھے؟ عزم واستقلال کا کوہِ گراں، جرأت وعزیمت کا پیکر اور سرتاپا وقف ملت تھے۔ وہ دل ان کے سینہ میں دھڑکتا تھا جس میں مایوسی، خوف اور اندیشے کبھی خیال خام بن کر بھی نہ گزرے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہمت وشجاعت بڑی سخاوت سے عطا فرمائی تھی۔ ذہانت وقابلیت میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کا خانوادۂ ولی اللّٰہی سے تعلق تھا اور آپ شاہ عبد الغنی صاحب خلف رشید شاہ ولی اللہ صاحب

(مولانا عبدالغنی مجددی ان کے علاوہ ہیں) کے فرزند ارجمند تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز ہندوستان پر چڑھے چلے آتے تھے لہٰذا آپ نے ابتدا ہی سے جہاد کو نصب العین اور مقصد زندگی بنایا اور ابتدا ہی سے مشق جہاد میں مصروف ہوگئے، چنانچہ گھڑسواری، تیز اندازی، تیراکی اور نشانہ بازی میں آپ کا ثانی نہ تھا، گھنٹوں تپتی زمین پر چلا کرتے اور جفاکشی ایسی تھی کہ دھوپ میں ننگے پاؤں دوڑتے اور ایک ایک سانس میں آٹھ آٹھ دس دس میل تک نکل جاتے۔ یہی نہیں اس کے ساتھ تبلیغ دین کا حق بھی ادا کرتے، باوجود حکومت کے منع کرنے کے باز نہ آتے۔ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد فقیرانہ لباس پہن کر خانم بازار جا پہنچے اور ایسے سوز سے قرآن پڑھ کر دین کی دعوت دی کہ سب نے عصمت فروشی سے توبہ کرلی۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے آپ نے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالی کے ہاتھ پر بیعت کی اور قافلہ مجاہدین میں شامل ہوکر برسر پیکار ہوگئے۔ انگریزوں کے علاوہ سکھوں کی مخالفت بھی سامنے آئی، چنانچہ ایسے ہی ایک معرکہ میں سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے بالاکوٹ کے مقام پر کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۴؍ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ۔ یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی یگانۂ روزگار ہستیاں، زہد وتقویٰ اور علم وفضل کے پیکر دیکھے ہوں گے، مگر شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج شاید ہی کسی نے دیکھا ہو۔ آپ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالی کے فرمان سے تھانہ بھون کی مقدس یادگارِ اکابر مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے اور ساری زندگی اصلاح وتربیت، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، افتا وتبلیغ اور مواعظ وملفوظات میں گزاری، چنانچہ آپ کی تربیت کے زیر اثر ہزاروں معصیت کوش اور عصیاں آلود روحیں پاک صاف ہوکر گوہر مقصود سے دامن بھر کر لوٹیں۔ نصف صدی تک خدمتِ دین اور اصلاحِ خلق کے تمام شعبوں میں تن تنہا وہ خدمات انجام دیں کہ بڑی بڑی جماعتیں اور ادارے اس کا عشر عشیر کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ آپ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایسے اصولِ طریقت وضع فرمائے تھے کہ جن کا فہم پیدا ہوجانے

کے بعد طالب حق کو طریقت میں بالکل سہولت اور آسانی کا گمان ہونے لگتا۔ مثلاً: مطالبات دین کو مفاد دنیا پر غالب رکھنا، اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا، مقصود شرعی کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا، طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا بلکہ عقل کے فتویٰ پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کے تابع رکھنا وغیرہ وغیرہ آپ کی جامع تعلیمات اور اصولِ طریقت کے چند نمونے ہیں۔

تصانیف: جمیع موضوعات پر آپ کی تصانیف اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصا ممکن نہیں، چند مشہور تصانیف یہ ہیں: بیان القرآن، امداد الفتاویٰ، بہشتی زیور، نشر الطیب، آداب المعاشرت، فروع الایمان، حیاۃ المسلمین، مناجات مقبول، الحیلۃ الناجزۃ، جمال القرآن، تعلیم الدین، التشرف، تربیت السالک، قصد السبیل، جامع الآثار، المسک الذکی اور تقریر ترمذی وغیرہ۔ مجموعی طور پر آپ کی مصنفات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

وفات: جامع شریعت وطریقت، حکمت ودانائی کا یہ پیکر ۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹/اور ۲۰؍جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب بعمر ۸۳ سال اس دار فانی سے ہمیشہ کے لیے کوچ کرگیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

تسلی جو کرتا تھا ہر مبتلا کی
وہ فخر حکیمان امت کہاں ہے؟!

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۴؍رجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء۔ مولانا عبد الحفیظ المعروف بہ قاضی اطہر مبارک پوری نور اللہ مرقدہ علم وفضل، تلاش وتحقیق، تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ فضائل واخلاق کا پیکر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ ''احیاء العلوم'' مبارک پور میں حاصل کی۔ تکمیل درسیات اور دورۂ حدیث شریف کے لیے مدرسہ شاہی مرادآباد تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ ''احیاء العلوم'' مبارک پور اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ایک عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ آپ نے زندگی کا ایک طویل دور عروس البلاد بمبئی میں گزارا، جہاں مختلف روزناموں اور ماہوار رسالوں کی ادارت آپ کے ذمہ رہی۔ قاضی صاحب خالص علمی

وتحقیقی مزاج کے مالک تھے، بلکہ بجائے خود علم کا پیکر اور تحقیق کا مظہر تھے۔ قاضی صاحب کی تمام حیثیتوں میں نمایاں حیثیت اسلامی ہند کے ابتدائی عہد کے مؤرخ کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انداز سے آپ نے قدیم ترین مآخذ میں عرب وہند کے روابط کی جستجو کر کے ایک شاندار تاریخی دستاویز فراہم کی وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ آپ کے ان علمی کارناموں پر جہاں دنیا بھر کے علمی حلقوں نے خوب دادِ تحقیق دی وہیں ہندوستانی حکومت کی طرف سے بھی ''انڈین عظیم اسکالر'' کے صدارتی ایوارڈ سے بھی نوازے گئے۔

تصانیف: رجال السند والہند، الفتوحات الاسلامیۃ فی الہند، مرأۃ العلم، دروس النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شرح وتعلیق جواہر الرسول فی علم حدیث الرسول، الہند فی عہد العباسیین، خلافت بنو امیہ اور ہندوستان، خیر الزاد شرح بانت سعاد، تاریخ وتدوین سیر ومغازی، سوانح مختصر ائمہ اربعہ، خلافت راشدہ اور ہندوستان، عرب اور ہند عہد رسالت میں، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، اسلامی ہند کی عظمت رفتہ اور خیر القرون کی درسگاہیں وغیرہ آپ کی شاہکار تصانیف ہیں۔

وفات: ۷؍صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴؍جولائی ۱۹۹۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: یکم محرم ۱۳۰۰ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۸۸۲ء بروز جمعہ۔ اکابرین دیوبند میں آپ کی ہستی گوناگوں صفات کی حامل تھی۔ بے مثال اور جلیل القدر فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور انشاء پرداز بھی تھے، لیکن اس کے باوجود بےنفسی، تواضع اور مزاج کی انکساری حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے بعد آپ ہی دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی نامزد کئے گئے۔ تقریباً ۴۴ سال دار العلوم کے مختلف شعبوں میں بے مثال خدمات انجام دیں اور اس عرصہ میں اپنا شباب، قوت عمل، شب وروز غرضیکہ سبھی کچھ دار العلوم پر نچھاور کر دیا، چنانچہ آپ سے کسب فیض اور شرف تلمذ حاصل کرنے والوں میں مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی، قاری محمد طیب صاحب، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا منظور احمد نعمانی رحمہم اللہ تعالیٰ

جیسی یگانۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔

تصانیف: آپ نے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر درس نظامی کی ادق اور اصعب کتابوں کے ایسے حواشی لکھے کہ انھیں سہل اور عام فہم بنا دیا۔ چنانچہ حاشیہ کنز الدقائق، حاشیہ دیوان متنبّی عربی واردو، ترجمہ دیوان متنبّی، حاشیہ نور الایضاح فارسی وعربی، حاشیہ دیوان حماسہ، حاشیہ تلخیص المفتاح، حاشیہ شرح نقایہ، التنقیح الضروری علی المختصر القدوری، حاشیہ مفید الطالبین، مختصر ومطول وغیرہ مقبول ترین حواشی ہیں۔ دیگر تصانیف میں نفحۃ العرب بھی مقبول عام کتاب ہے۔

وفات: ۱۳؍رجب بروز منگل ۱۳۷۴ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۵۵ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا امین گل صاحب وہل نور اللہ مرقدہ:

مرحوم ضلع مردان، کوہی برمول بستی کے رہنے والے تھے، نہایت ہی عجیب وغریب شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات اور خصوصیات سے نوازا تھا۔ حافظہ اور قوتِ یادداشت بے مثال تھی۔ آپ کا اسلوب مؤثر، طرز ادا شگفتہ اور آواز نہایت دلکش تھی، چنانچہ تقریر اور سبق کے دوران مختلف زبانوں کے اشعار ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ علمی، روحانی وباطنی کمالات کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن وجمال اور وجاہت میں بھی یکتا تھے۔ حضرت استاذ مکرم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے مرحوم ومغفور استاذ جیسے حسین وجمیل لوگ بہت کم دیکھے ہیں۔ عموماً پختون علما میں پشتو زبان کے ادیب بہت کم لوگ ہوتے ہیں، لیکن مرحوم پشتو شعر وادب میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، چنانچہ ان کی تصانیف: سیرۃ الرسول پشتو اور لامیۃ المعجزات کی پشتو شرح اس پر شاہد عدل ہیں۔ آپ کی حدیث کی سند نہایت عالی ہے، یعنی: مولانا امین گل، عن مولانا نور الحسن دیوبندی، عن مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی، عن مولانا شاہ اسحاق صاحب، الی آخرہ۔ اس کے علاوہ اور بھی حضرات سے حدیث کی اجازت اور سند حاصل تھی ۱۹۷۱ء میں حضرت استاذ مکرم نے آپ سے بخاری شریف، مسلم جلد ثانی، اور موطأ امام محمد جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک، پاکستان میں پڑھی۔ دس سال ہونے کو آتے ہیں کہ آپ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرما گئے۔

حرف الباء

حضرت مولانا سید بادشاہ گل بخاری نوراللہ مرقدہ:

آپ دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالی کے ارشد تلمیذ تھے۔ آپ بلند پایہ عالم، عارف کامل، حسن وجمال کا پیکر اور علم وحلم کی تصویر تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو اعلی صفات اور خصوصیات سے نوازا تھا۔ اظہارِ حق میں نہایت جری اور بے باک تھے۔ آپ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور مہتمم تھے اور اس جامعہ کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی تھی، مگر افسوس اب یہ جامعہ بعض حوادث کی بنا پر بند ہو چکا ہے، دعا ہے کہ حق تعالی اس کے دوبارہ جاری کرنے کی کوئی سبیل میسر فرمادیں۔ آپ چاروں سلاسل میں مجاز اور بلند پایہ شیخ طریقت تھے اور تصنیف وتالیف کا بھی ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں تفسیر بخاری، کتاب الوسیلہ، فوائد حسینیہ، (یہ کتاب سالکین طریقت کے لیے شمع ہدایت ہے)، دعوۃ الحق (یہ کتاب منکرین حدیث کے رد میں لکھی گئی) اور زیارۃ القبور وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت استاذ مکرم نے آپ سے بخاری وترمذی کے چند اوراق پڑھے۔

حرف الحاء

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳۱۹ھ۔ ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ تعالی ان یگانۂ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جنھیں حق تعالی نے تمام علوم وفنون بالخصوص حدیث، فن رجال اور فقہ میں اعلی درجہ کی بالغ نظری، محققانہ ہوشمندی اور عمق، ناقدانہ بصیرت اور نگاہ کی جامعیت ووسعت سے نوازا تھا، چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ پورے عالم اسلام کے ممتاز علمی حلقوں میں آپ کی بات سند اور حرفِ آخر کے طور پر تسلیم کی جانے لگی۔ ابتداءً جب آپ کی تحقیقات نادرہ

اور تعلیقات عالیہ سے لبریز تصانیف منظر عام پر آئیں تو پوری دنیا کے علمی حلقوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وسائل سے تہی دامن گوشۂ گمنامی میں رہنے والا کوئی شخص اس دور قحط الرجال میں اتنا بڑا محقق بھی ہو سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ محدث اعظمی کے اٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوا وہ پر ہو جائے اب یہ ناممکن سا نظر آتا ہے؛ اس لیے کہ علم حدیث سے واقفیت میں سطحیت جس حد تک پہنچ چکی ہے اور جس تیزی سے یہ علم تنزل اور انحطاط کا شکار ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید ہی اس پایہ کا محقق پھر سے پیدا ہو۔ برصغیر ہندوپاک کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ یہاں علوم دینیہ خاص طور پر فن حدیث کی علمی، تحقیقی اور تدریسی خدمات اس وقت سے انجام پا رہی تھیں جب کہ پورے عالم اسلام پر علم وتحقیق کے اعتبار سے بڑی حد تک سکوت طاری تھا، لیکن افسوس ہے کہ اس علمی وتحقیقی میدان سے یکے بعد دیگرے اہم علمی شخصیات اٹھتی چلی جا رہی ہیں اور محدث اعظمی کے بعد یہ میدان تقریباً خالی نظر آتا ہے اور ساتھ یہ بھی خطرہ ہے کہ جو تفوق اور برتری اس میدان میں علمائے ہند کو حاصل تھی اور جس امتیازی شان کے یہ حضرات حامل تھے وہ بھی کہیں رخصت نہ ہو جائے۔

محدث اعظمی کا علمی مقام اس قدر بلند تھا کہ ہندوپاک کے علاوہ عرب، بلکہ پورے عالم اسلام کے بڑے بڑے جید الاستعداد اور کبار علما آپ سے سند کے حصول میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں جو علمی خدمات انجام دیں بالخصوص فن حدیث کی جو گرانقدر خدمت حق تعالی نے آپ سے لی یہ کام بڑی بڑی جماعتوں اور اداروں کے کام پر بھاری ہے۔ آپ کو گرانقدر علمی وتحقیقی کارناموں کی بنا پر حکومت ہند کی طرف سے صدر جمہوریہ ہند کا اعزازی ایوارڈ بھی دیا گیا، نیز آپ دنیا بھر کے کئی اہم اسلامی تنظیموں کے اساسی رکن بھی تھے۔

تصانیف: چند مشہور تصانیف یہ ہیں: استدراک وتعلیق شرح مسند امام احمد بن حنبل، تحقیق وتعلیق سنن سعید بن منصور، تحقیق وتعلیق مصنف عبدالرزاق، تحقیق وتعلیق مصنف ابن ابی شیبہ، تحقیق وتعلیق کتاب الزہد والرقاق، تحقیق وتعلیق مسند الحمیدی، تحقیق وتعلیق المطالب العالیہ، تحقیق وتعلیق مختصر کتاب الترغیب والترہیب، تحقیق وتعلیق کشف الاستار عن زوائد البزار، **تعليقات كتاب الثقات لابن شاهين، الاتحاف السنية لذكر محدثي الحنفية، الحاوي لرجال**

الطحاوي، الألباني شذوذه وأخطاؤه، الأعلام المرفوعة، الأزهار المربوعة، إرشاد الثقلين، التنقيد السديد، أحكام النذر لأولياء الله، مقدمة مجمع بحار الأنوار، رفع المجادلة، تنبيه الكاذبين، نصرۃ الحدیث، شارع حقیقی، تحقیق اہل حدیث، رہبر حجاج، ابطال عزاداری اور رکعات تراویح وغیرہ۔

وفات: ۱۷/مارچ ۱۹۹۶ء کو ہزاروں دلوں کو اپنی یاد میں دھڑکتا چھوڑ کر یہ آفتاب علوم وعرفان افق ہند میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا:

علم حدیث پاک کا دیوانہ چل بسا — جس کا ہر اک سخن تھا حکیمانہ چل بسا
دشت عجم سے تا بہ عرب جس کی دھوم تھی — وہ اعتبارِ گلشن و ویرانہ چل بسا

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۹/شوال ۱۲۹۶ھ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، جنھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ قال اللہ وقال الرسول اور ملک وملت کی خدمت پر نچھاور کردیا۔ فرنگی اقتدار کی نفرت اکابرین بالخصوص حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ سے سینہ بہ سینہ ان کے سینۂ آتش دان میں منتقل ہوئی اور یہ فرنگیت کے خلاف کوہ آتش فشاں بن گئے، چنانچہ استخلاص وطن کی تحریک میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے ملک وملت کے لئے تحریک آزادی میں جو قربانیاں آپ نے دیں وہ تاریخ ہند کا انتہائی اہم باب ہے۔ بارہا جیل جانا پڑا۔ مالٹا کی اسارت محض اس جذبہ سے اختیار کی کہ کہیں تنہا میرے محبوب استاذ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف نہ ہو۔ ساری زندگی انھی تکالیف میں گزری، تقسیم ملک کے بعد جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کردیا گیا اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی تو ان حالات میں بھی سفینۂ ملت کے اس بوڑھے ناخدا نے گھر بیٹھنا پسند نہ کیا، بلکہ فسادات اور گولیوں کی بوچھار میں گلی کوچوں اور شہروں میں دربدر پھر کر مسلمانوں کی تسلی اور بقا کا سامان کیا۔

تصانیف: آپ کی تصانیف میں آپ ہی کی تحریر فرمودہ کتاب ''نقش حیات'' عجیب وغریب اور بے مثال ہے، اس کے علاوہ آپ کے مکتوبات کا گراں قدر مجموعہ بھی کئی ضخیم جلدوں

میں شائع ہوا ہے۔

وفات: ۱۳/جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات اس مرد درویش نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ زندگی میں جس طرح اپنے محبوب استاذ حضرت شیخ الہندؒ کی تکلیف اور جدائی کو کبھی گوارا نہ کیا اور اسی خیال سے بغرض خدمت اپنے محبوب کی معیت میں اسارت مالٹا کو منظور کیا۔ آج بھی یہ مرد باوفا، صدق مجسم اور وفا کا پیکر بن کر اپنے اسی محبوب کی آغوش میں محو خواب ہے۔

محو ہیں اپنی جگہ آسودہ گان کوئے دوست
آرزو دل میں ہے، دل آنکھوں میں، آنکھیں سوئے دوست

حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۸۳ھ یا ۱۲۸۵ھ۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت علم وحکمت، زہد وتقویٰ اور فضل وکمال کا پیکر تھی۔ حق گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ردّ بدعات پر بے مثال کام کیا، چنانچہ بلاخوف لومۃ لائم آپ نے جملہ بدعات ورسوم کا ڈٹ کر رد کیا، آپ پر توحید کا غلبہ تھا، آپ نے خصوصیت کے ساتھ قبر پرستی، غیر اللہ سے استعانت، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے جیسے غلط عقائد کے خلاف مثالی کام سرانجام دیا۔ اس کی بنا پر مخالفین ومعاندین کی طرف سے سخت تکالیف میں بھی مبتلا کئے گئے؛ لیکن پایۂ استقامت میں لغزش نہ آئی اور اسی تندہی اور جانفشانی کے ساتھ کام میں لگے رہے۔ قرآن پاک کی تفسیر عقیدہ توحید کو مدنظر رکھتے ہوئے خاص انداز سے فرماتے تھے۔ لیکن ان تمام صفات عالیہ کے باوجود گزر بسر انتہائی سادہ اور تواضع طبیعت میں غالب تھی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ عثمان نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مجاز تھے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: تقریر بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، تفسیر بے نظیر، تحریرات حدیث، تلخیص الطحاوی اور تحفۂ ابراہیمیہ وغیرہ۔

وفات: رجب ۱۳۶۳ھ میں اس عالم ربانی نے ملک جاودانی کی راہ لی۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۱۹۰۱ء۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی استقامت وعزیمت، جرأت وبصیرت اور اخلاص وایثار کا پیکر، بلند ہمت اور اولوالعزم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملک وملت کی خدمت پر نچھاور کردیا۔ معاملہ فہمی اور رسائی فکر کا وہ ملکہ آپ کو میسر تھا جو ہر پیچیدہ معاملہ کو سلجھا دیتا۔ آپ جوش عمل، قائدانہ افکار اور جذبۂ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ یہی وہ اوصاف وکمالات تھے کہ آپ استخلاص وطن کی تحریک میں فرنگیت کے خلاف ایسے سینہ سپر ہوئے کہ بہت جلد جہاد حریت کی صف اول کے مجاہدین میں شمار ہونے لگے اور نہ جانے اس راہ میں کتنی بار اسیر زنداں ہوئے اور سخت ترین اور صبر آزما تکالیف برداشت کیں۔ آپ کے جوش عمل کے آگے بادِ سموم وصبا، سرد وگرم سب برابر تھا۔ سیاست میں انتہائی زیرک نظر اور باریک بین اور خطابت میں کمال درجہ پر فائز تھے۔ آپ کی گرمی عمل اور گرمی گفتار نے خرمن فرنگ میں ایسے شعلے اٹھائے جو بالآخر اسے راکھ کا ڈھیر اور قصۂ پارینہ بنا گئے۔ اور جب ملک آزاد ہوا تو ان خدمات اور قربانیوں کا صلہ تو کیا ملتا مجاہد ملت کے لیے ایک نیا محاذ کھل گیا۔ یعنی ۱۹۴۷ء کے وہ روح فرساں اور لرزاں دینے والے فسادات جن کے آگے بڑے بڑے کوہ گراں ٹل گئے، مگر یہ مجاہد ملت ہی تھے کہ جن کے پایۂ ثبوت واستقلال میں ذرا بھی لغزش وجنبش نہ آئی۔ یہ وہ دور تھا کہ ہر طرف نفرت وعصبیت کا عفریت رقصاں تھا اور کشت وخون کا ایسا بازار گرم ہو چکا تھا جو بظاہر سرد ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ ایسے منجدھار سے بفضل ایزدی سفینۂ ملت کا ناخدا بن کر مجاہد ملت ہی نے نکالا۔ فسادات کے آتش فشاں جوں جوں شعلہ بار ہوتے گئے مجاہد ملت نے اتنا ہی زیادہ سینہ سپر ہوکر حالات کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ شعلے سرد پڑے اور سیلاب پایاب ہوا۔ یہ وہ عہد تھا کہ یتیم بچے، بیوہ عورتیں، تڑپتی لاشیں، برباد مکان اور اجڑی ہوئی بستیاں مجاہد ملت کو پکارتیں اور آپ زخموں کا مرہم بن کر جان ہتھیلی پر لئے ہر ایک کی دادرسی کے لیے پہنچ جاتے۔ یہی وہ عہد تھا جس کے لیے شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمنا کی تھی کہ مولانا حفظ الرحمٰن میری عمر بھر کی عبادت لے لیں اور

۱۹۴۷ء کے بعد جو ملت کی خدمت کی ہے وہ مجھے دے دیں تو میں سمجھوں گا کہ اس سودے میں نفع تمام مجھ ہی کو ہوا۔ آپ اٹھارہ برس تک جمعیت علمائے ہند کے ناظم اعلیٰ رہے اور اس عرصہ میں جمعیت کے تن مردہ میں ایسی جان ڈالی کہ اس کا شمار اب تک مثالی تنظیموں میں ہوتا ہے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف میں قصص القرآن، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، البلاغ المبین فی مکاتیب سید المرسلین، رسول کریم، اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان اور مالابار میں اسلام وغیرہ شامل ہیں۔

وفات: ۲؍اگست ۱۹۶۲ء کو جرأت وبصیرت، استقامت وعزیمت اور اخلاص وایثار کے اس پیکر نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ تب سے دلی کے مشہور گورستان مہندیان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں آسودۂ خواب ہے۔

کشتی ملت چلی جاتی تھی جس کے ساتھ ساتھ
بحر جہد وعزم کا وہ ناخدا رخصت ہوا

حرف الخاء

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۸۹۵ء۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اخلاص وللّٰہیت، علم وعمل، ہمت واستقلال اور پامردی واستقامت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجل خلفا میں سے تھے۔ ابتداءً آپ نے جالندھر میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مدرسہ عربیہ خیر المدارس'' تجویز فرمایا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا وتوجہات اور آپ کے اخلاص وتقوی اور حسن انتظام کی برکت سے اس مدرسہ کو بہت جلد مقبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد ملتان میں اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ آپ نے مدرسہ میں تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفوس اور اصلاح خلق کا اہتمام فرمایا، چنانچہ خیر المدارس اسم بامسمیٰ بن گیا، لیکن آپ کی زندگی کا سب سے بڑا اور عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے پاکستان کے مدارس دینیہ کا وفاق بنام ''وفاق المدارس العربیہ'' قائم فرمایا اور تمام

مدارس عربیہ کو ایک لڑی میں منسلک کر دیا اور آگے چل کر ہر محاذ پر اتحاد و یگانگت کی صورت میں اس کے بے شمار فوائد سامنے آئے، جس سے نہ صرف یہ کہ ساری دنیا پر آپ کے علم وفضل واضح ہوگیا، بلکہ کمال ذہن وذکا اور حسن انتظام کی اعلی صلاحیتیں بھی کھل کر نمایاں ہوئیں۔آپ کے ہم عصر اکابرین وعلما آپ کے عالمانہ رفعت وعظمت اور اعلی انتظامی صلاحیتوں کی بنا پر آپ کے بڑے قدر دان تھے۔آپ اپنے حلقہ احباب میں بڑے محبوب اور حلقہ تلامذہ میں نہایت مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

وفات: ساری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتبلیغ اور اصلاح وارشاد میں گزارنے کے بعد ۲۰؍شعبان ۱۳۹۰ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ:

ولادت: اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء۔آپ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالی کے معاصر اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالی کے ارشد خلفا میں سے ہیں۔آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، جلیل القدر فقیہ، علم وفضل اور زہد وتقوی کے پیکر تھے۔تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مگر حدیث وفقہ سے عجیب وغریب مناسبت تھی۔طویل عرصہ تک مظاہر علوم کی مسند حدیث پر فائز رہ کر تشنگانِ علوم کو سیراب کیا، علمائے دیوبند میں حق تعالی نے آپ کو ذکاوت وذہانت خوب عطا فرمائی تھی۔فرق باطلہ کے خلاف مناظروں میں آپ کی ذکاوت کے عجیب وغریب واقعات سامنے آتے۔آپ کے خلفا وتلامذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مفتی جمیل احمد تھانوی، فیض الحسن گنگوہی اور مولانا الیاس کاندھلوی جیسے علما وفضلا شامل ہیں۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: ہدایات الشیعہ، مطرقۃ الکرامۃ، اتمام النعم، تنشیط الآذان، المہند۔ان کے علاوہ آپ کی سب سے آخری تالیف بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد بے مثال کتاب ہے اور آپ کے علمی مقام کی بلندی کا صحیح پتہ دیتی ہے، نیز آپ کے فتاوی کا گراں قدر مجموعہ بنام فتاوی خلیلیہ شائع ہوکر علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہے۔

واقعہ وفات: مدینہ منورہ میں جب بذل المجہود کی تالیف مکمل ہوچکی تو فرمایا: میں نے حق تعالی سے تین دعائیں مانگی تھیں، دو قبول ہوچکیں، ایک باقی ہے، وہ تین دعائیں یہ ہیں: ۱-مکہ مکرمہ میں پرامن اسلامی حکومت قائم ہوجائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔۲-بذل المجہود کی تالیف مکمل ہوجائے۔۳-حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار دفن کے لئے نصیب ہوجائے۔دو دعائیں قبول ہوچکی تھیں، تیسری دعا کی قبولیت کے لئے آپ بے تاب تھے، حق تعالی نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور ہندوستان کے اس عظیم محدث کو پھر وطن واپس جانے کی نوبت نہ آئی، چنانچہ خزینۃ الاصفیا اور عظیم محدث جوارِ رسول جنت البقیع مدینہ منورہ میں آرام فرما ہے۔رحمۃ اللہ علیہ۔

حرف الدال

دارا:

یہ انتہائی عظیم الشان بادشاہ تھا جس نے فارس کے وسیع وعریض علاقہ پر تقریبا بیس برس حکومت کی اور اپنے دور حکومت میں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے خراج وصول کیا، حتی کہ اس کے دور حکومت میں یونان سے بھی خراج وصول کیا جاتا تھا، مگر جب اسکندر اعظم یونان کا بادشاہ ہوا تو اس نے خراج ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا، جواباً دارا نے یونان پر لشکر کشی کی مگر سکندر سے شکست کھا کر مقتول ہوا اور فارس کا سارا علاقہ یونانیوں کی عملداری میں چلا گیا۔

حرف الراء

حضرت مولانا رسول خان صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا رسول خان صاحب نور اللہ مرقدہ دار العلوم دیوبند کے عظیم فرزند اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے اجل خلفا میں سے تھے۔اللہ تعالی نے آپ کو حسن ظاہر اور حسن باطن دونوں سے وافر حصہ عطا

فرمایا تھا۔ آپ علم وتقوی، تواضع ووفا، حسن ادا اور سنجیدگی ومتانت کا پیکر تھے۔ دیگر علوم کے علاوہ معقولات ومنقولات میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ادق اور اصعب مباحث کو انتہائی سہل اور دلنشیں انداز میں بیان فرماتے۔ آپ کا درس تفہیم کے لحاظ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ آپ سے کسب فیض کرنے والوں میں مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا یوسف بنوری، مولانا ادریس کاندھلوی، قاری محمد طیب، مولانا افغانی اور مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے جلیل القدر علما وفضلا شامل ہیں۔ پاکستان میں آپ کی حیثیت استاذ الکل کی تھی۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۱ء تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں استاذ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس سے پہلے دار العلوم دیوبند میں اپنے علوم سے ایک عرصہ تک تشنگان کو سیراب کیا۔

تصانیف: اللہ تعالی نے آپ کو رجال سازی کے لیے مقرر فرمایا تھا، گو کہ آپ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں مگر ایسے افراد اور رجال پیدا کئے جن کا شمار بڑے بڑے مصنفین ومؤلفین میں ہوتا ہے۔

وفات: ۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو سورۂ یٰسین پڑھنے کے بعد یہ کلمات پڑھے: "فاللّٰہ خیرٌ حافظًا وھو أرحمُ الرّاحِمین" اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بروز پیر بوقت چاشت۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ علوم ومعارف کا بحر ناپیدا کنار، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالی کے اجل خلفا میں سے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے حدیث وفقہ کے امام تھے۔ آپ کے علمی وروحانی کمالات کا احاطہ ناممکن ہے، آپ کے کمالات علمی وروحانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ہی کے فیض صحبت سے حضرت شیخ الہند، حضرت رائے پوری، حضرت مدنی، حضرت سہارنپوری رحمہم اللہ جیسے باکمال حضرات فلک ہند کے نیر اعظم ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالی کے ایک ملفوظ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس

مقام پر فائز تھے، فرمایا: "اگر حق تعالی مجھ سے سوال کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا؟ تو میں مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کردوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں"۔ آپ نے استخلاص وطن کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس درویش صفا کوش نے ہتھیار اٹھائے اور شاملی کے محاذ پر کارہائے نمایاں انجام دئے، چنانچہ گرفتار بھی ہوئے۔

تصانیف: چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں: لطائف رشدیہ، **سبيل الرشاد، هداية الشيعة، زبدة المناسك، فيصلة الإعلام في دار الحرب ودار الإسلام، هداية المعتدي في قراءة المقتدي، القطوف الداينة في تحقيق الجماعة الثانية، الحق الصريح في إثبات التراويح، رد الطغيان في أوقاف القرآن.**

کچھ رسائل فتاوی رشیدیہ کا جز بنا کر شائع کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بخاری شریف کی تقریر **لامع الدراري** اور ترمذی شریف کی تقریر **الكوكب الدري** علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہے۔

سانحۂ ارتحال: ایک روز بوقت شب دوران مناجات کسی موذی جانور کے کاٹنے سے دو انگلیوں کے درمیان زخم ہوگیا اور یہی زخم مرض وفات کا پیش خیمہ ثابت ہوا، کئی روز سخت تکلیف میں گزارے اور بالآخر ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱؍اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ **نوَّر اللّٰهُ مرقدَه، وبرّدَ مضجعَه.**

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی:

ولادت: ۳؍صفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶؍ستمبر ۱۹۲۲ء۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نور اللہ مرقدہ علم وفضل، زہد وتقوی، جرأت وبصیرت اور حق گوئی وبے باکی میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں۔ آپ علمائے لدھیانہ کے مشہور علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے صحبت یافتہ اور بزم اشرف میں "صاحب الرؤیا" کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ مقامی درسگاہوں سے ابتدائی تعلیم اور فنون

کی تکمیل کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور دورۂ حدیث شریف کے سال میں وقت کے عظیم محدثین سے کسب فیض اور شرف تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد سندھ کی مختلف درسگاہوں میں تدریس وافتا اور مسند حدیث پر فائز رہ کر بے مثال خدمات انجام دیں۔ ۱۳۷۶ھ میں مفتی اعظم پاکستان کے فرمان پر بحیثیت شیخ الحدیث دار العلوم کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۳ھ میں ''دارالافتاء والارشاد'' کے نام سے فارغ التحصیل علما کی تمرین افتا کے لیے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی۔ فقہ وفتاوی میں آپ کی ژرف نگاری مسلمہ حیثیت رکھتی ہے۔ ان تمام خدمات ومصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ مختلف جہادی تنظیموں بالخصوص تحریک طالبان کے زبردست حامی اور سرپرست بھی ہیں اور طالبان کی بے مثال امداد واعانت فرماتے رہتے ہیں۔

تصانیف: احسن الفتاوی، ارشاد القاری الی صحیح البخاری، فتنۂ انکار حدیث، حقیقت شیعہ، تسہیل المیراث، حفاظت نظر، اسلام کا عادلانہ نظام معیشت، وراثت کی اہمیت، اصلاح معاشرہ، فضائل جہاد اور تربیت اولاد، ۲۱/رسائل کا مجموعہ بنام رسائل الرشید وغیرہ۔ دعا ہے کہ حق تعالی آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھیں۔ (آمین)

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۶/ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ بروز منگل حضرت مفتی صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

حرف السین

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم:

ولادت باسعادت: ۱۹۱۴ء۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کی یگانہ روزگار ہستی اس دور قحط الرجال میں علوم ومعارف، تحقیق وتدقیق، تصنیف وتالیف اور فضل وکمال میں متقدمین اور سلف صالحین کا نمونہ ہے۔ آپ دار العلوم دیوبند کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ نے حضرت مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا ابراہیم بلیاوی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالی جیسی بلند پایہ شخصیات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ایک عرصہ سے آپ

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں مسند حدیث پر فائز ہیں۔ آپ کے حدیث اور تفسیر کے دروس اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ملک بھر کے علمی حلقوں میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرق باطلہ کی دسیسہ کاریوں سے نمٹنے کے لیے بے مثال صلاحیتوں سے نوازا ہے، جس موضوع پر بھی آپ نے قلم اٹھایا اور لکھا ہے اسے تحقیق کی انتہا تک پہنچا کر حق ادا کر دیا، چنانچہ آپ کی کتب پر اکابرین کی تقاریظ اور کلمات تحسین اس کی بین دلیل ہیں۔ مختلف فرق باطلہ کے خلاف آپ نے بے مثال کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

تصانیف: آپ کی تصانیف کی تعداد نصف صد کے قریب ہے۔ جن میں سے چند ایک شہرہ آفاق یہ ہیں: راہ سنت، تسکین الصدور، عبارات اکابر، اتمام البرہان، تفریح الخواطر، تنقید متین، راہ ہدایت، شوق حدیث، الکلام الحاوی، انکار حدیث کے نتائج، تبلیغ اسلام، چراغ کی روشنی، مقالہ ختم نبوت، گلدستہ توحید، ارشاد الشیعہ، احسان الباری تقریر مقدمہ بخاری، خزائن السنن تقریر ترمذی وغیرہ۔ دعا ہے کہ حق تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۵/جون ۲۰۱۱ء بروز سنیچر حضرت مولانا اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳۲۷ھ۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی خدمت دین سے تعبیر ہے، بالخصوص جماعت تبلیغ کی تاریخ میں آپ کی شخصیت ہمیشہ زندہ وجاوید رہے گی۔ ابتدائے عمر میں آپ نے میٹرک تک انگریزی تعلیم حاصل کی اور پھر جب حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے تعلق قائم ہوا تو اس تعلق کی برکت سے دینی تعلیم کا شوق بیدار ہوا اور یہ داعیہ ایسا شدید تھا کہ تقریباً پچیس سال عمر ہو چکنے کے باوجود ۱۳۵۳ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ ۱۳۶۶ھ میں آپ

ہجرت فرما کر مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے اور شب و روز تبلیغ و دعوت میں کھپا دیئے۔ پوری جانفشانی، کامل حزم و احتیاط اور بصیرت کے ساتھ آپ نے تا حیات یہ خدمت انجام دی اور ۱۳۷۲ھ سے تا دمِ اخیر سعودی عرب کے امیر جماعت تبلیغ رہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کے آپ کے بارہ میں الفاظ سند سے بڑھ کر حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کے مقام کی عکاسی بھی کرتے ہیں، حضرت فرمایا کرتے تھے: ''تبلیغ کی حقانیت کا اندازہ مولانا سعید احمد خان صاحب کو دیکھ کر ہوتا ہے''۔ حرمین شریفین میں آپ کی ذات مرجع خلائق تھی اور حجاج و زائرین کے لیے مسائل اور جزئیات کی تحقیق میں روشن مینار تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی جانب سے آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ ایک عرصہ تک آپ نے حرمین میں البدایۃ والنہایۃ، ریاض الصالحین اور الترغیب والترہیب کا درس دیا، جس میں اعیان علما شامل ہوتے تھے، جس کا مقصد دعوت نبوی کو سمجھانا اور اس کی کیفیت کو دل میں اتارنا تھا۔

وفات: زندگی کے اخیر میں سخت مصائب بھی آئے مخالفین کی سازشوں سے کئی بار مدینۃ الرسول سے اخراج بھی ہوا، لیکن آپ ضعف و نقاہت کے باوجود پھر لوٹ آتے اور بس یہی آرزو تھی کہ دیارِ حبیب میں موت اور جنت البقیع کی آغوش نصیب ہو جائے۔ ۲۶/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ کو بالآخر آپ ساکنان بقیع میں شامل ہو گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم:

ولادت: ۲۵/دسمبر ۱۹۲۶ء۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اس دورِ قحط الرجال میں بڑی ہی مغتنم اور جامع الکمالات شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا ہے۔ علم و فضل کے ساتھ اصابت رائے اور دور اندیشی میں بے مثال ہیں۔ آپ نے برصغیر ہند و پاک کی بڑی بڑی نابغۂ روزگار ہستیوں سے کسب فیض اور شرف تلمذ حاصل کیا، جن میں مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ایک عرصہ سے صدر بھی ہیں اور بڑے ہی احسن انداز میں وفاق کی ذمہ داریوں

کو انجام دے رہے ہیں۔ نیز جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی اور مہتمم بھی ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر میں افزونی فرمائیں۔ (آمین)

تصانیف: آپ کی بخاری شریف کی تقریر ''کشف الباری'' اور مشکوٰۃ المصابیح کی تقریر ''نفحات التنقیح'' علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہے۔

حضرت مولانا سید سلمان ندوی الحسینی صاحب دامت برکاتہم:

مفکر اسلام علامہ سید سلمان الحسینی الندوی دنیا کے معروف و مشہور عالم دین، عربی و اردو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے تربیت یافتہ ہیں۔ موصوف نے جامعۃ الملک سعود، ریاض سے ماجستر کی تکمیل فرمائی اور حدیث کے موضوع پر شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ کے زیر نگرانی اپنا مقالہ تیار کیا۔ آپ فی الحال جامعہ سید احمد شہیدؒ کے ڈائریکٹر، جامعہ شباب الاسلام کے صدر، ندوۃ العلماء کے کلیۃ الشریعہ واصول الدین کے ناظم و مدرس اور ڈاکٹر عبد العلی یونانی کالج کے چیرمین، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور اس کے علاوہ کئی اسلامی تنظیموں کے ممبر ہیں۔ نیز آپ کئی مختلف عربی اور اردو ماہناموں کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۲۳/صفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲/نومبر ۱۸۸۴ء۔ علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ فضل و کمال، تبحر علمی، وسعت معلومات اور قوت حافظہ میں بے مثال تھے۔ دست قدرت نے اعلیٰ باطنی، علمی و روحانی کمالات کے ساتھ حسن ظاہر سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ علامہ مرحوم نہایت وجیہ اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم مقامی درسگاہوں میں حاصل کی اور پھر وقت کے عظیم تربیت گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے جہاں علامہ شبلی جیسی یگانۂ روزگار ہستی کی صحبت اور تربیت نے آپ کو اس مقام پر فائز کیا جس پر خود آپ کے یہ بلند پایہ محقق اساتذہ رشک کیا کرتے۔ علوم و فنون میں کمال تام حاصل کرنے کے بعد آپ تصنیفی اور تحقیقی

مشاغل میں ہمہ تن مشغول ہوگئے اور ایسے علمی شاہکار آپ کے قلم سے نکل کر منظر عام پر آئے کہ علمی دنیا میں آپ کی قابلیت کا سکہ جما دیا۔ علامہ شبلی آپ کی علمی قابلیت کے بڑے معترف اور قدردان تھے ایک مرتبہ ندوۃ العلماء کے جلسہ عام کے استقبالیہ خطبہ میں آپ نے فرمایا: ''ندوۃ العلماء نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا صرف ایک سلیمان کو پیدا کیا تو یہی کافی ہے''۔ یہی اعتماد تھا کہ علامہ شبلی نے اخیر عمر میں آپ کو بطور خاص بلوا کر فرمایا کہ ''سیرت النبی'' میری عمر بھر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر اس کی تکمیل کردو۔ چنانچہ علامہ ندوی نے اپنے عظیم استاذ کی اس خواہش کو کس تحقیق وتدقیق اور عرق ریزی سے پورا کیا وہ سب پر عیاں ہے۔ ایک وقت آیا جب آپ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے اور بہت جلد اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ اس تعلق کے بعد آپ کی زندگی میں کیا نیا انقلاب آیا؟ شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ تعالی کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں: ''علامہ سید صاحب حضرت تھانوی کے تعلق کے بعد صبغۃ اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے''۔ قیام پاکستان کے بعد جب دستور سازی کا مرحلہ آیا تو علما اور اربابِ اقتدار سب کی نظریں آپ پر پہنچیں اور بطور خاص ہندوستان سے بلوا کر اسلامی مشاورتی بورڈ اور لاء کمیشن کے صدر منتخب کئے گئے اور دستور سازی میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ علامہ عثمانی کے بعد جمعیت علمائے اسلام کے صدر بھی رہے۔

تصانیف: سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ارض القرآن، حیات شبلی، خطبات مدراس، سیرت عائشہ، خیام، عرب وہند کے تعلقات اور عربوں کی جہاز رانی وغیرہ۔

وفات: ۲۲/نومبر ۱۹۵۳ء کی شام غروب آفتاب کے بعد علمی دنیا کا یہ روشن آفتاب بھی ہمیشہ کے لیے کراچی کے افق میں غروب ہوگیا۔

حرف الشین

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ جلیل القدر مفسر

ومحدث، عظیم المرتبت متکلم، بہترین فقیہ اور بلند پایہ مقرر تھے۔ آپ مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے برادر خورد، دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ استخلاص وطن اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ درحقیقت تحریک پاکستان کے روح رواں آپ ہی تھے۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں سرحد سے سلہٹ تک آپ ہی کے طوفانی دوروں نے پوری قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ آزادی کے بعد کراچی میں اس نئی سلطنت کی پرچم کشائی بھی آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''مولانا عثمانی اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدث، بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم وعرفان کا سمندر موجزن تھا''۔

تصانیف: علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، المعراج فی القرآن، الروح فی القرآن، سجود شمس، مسئلہ تقدیر، تحقیق الخطبہ، اسلام کے بنیادی عقائد، اسلام اور معجزات، حجاب شرعی، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب اور بخاری شریف کی تقریر فضل الباری وغیرہ آپ کی معرکۃ الآرا تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن پر بے نظیر حاشیہ تحریر فرمایا اور صحیح مسلم کی بے مثال شرح ''فتح الملہم''، لکھی جس نے دنیا بھر کے علمی حلقوں سے زبردست خراج تحسین حاصل کیا۔

وفات: ۱۳/دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱/صفر ۱۳۶۹ء بروز منگل عمر کی ۶۴ منازل طے کرنے کے بعد یہ آفتاب علم وعمل ہمیشہ کے لیے کراچی کے افق میں غروب ہوگیا۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۷/رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء۔ علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالی اعلی درجہ کے ذکی وذہین اور وسیع النظر عالم تھے۔ علمائے دیوبند میں آپ منفرد اور ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ جس زمانہ میں ہندوستان میں شدھی تحریک زور وشور سے چل رہی تھی اور بہت

سے مسلمان ارتداد کے قریب پہنچ چکے تھے، ایسے وقت میں علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آریہ مذہب کے بڑے بڑے مناظرین کو عام جلسوں میں عبرت ناک شکست اور ناکامی سے دوچار کیا، جس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد ارتداد سے بچ گئی، بلکہ بے شمار ہندو حقانیت اسلام کے قائل ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بشمول دارالعلوم دیوبند برصغیر کی بڑی بڑی اسلامی درسگاہوں کی عالی مسندوں پر فائز رہ کر بے مثال تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ ریاست قلات کے وزیر معارف بھی رہے اور ایک عرصہ تک جامعہ اسلامیہ بھاولپور میں شیخ التفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ حکمت ودانائی میں اپنی مثال آپ تھے۔

تصانیف: معین القضاۃ والمفتین، علوم القرآن، سوشلزم اور اسلام، شرح ضابطہ دیوانی، آئینہ آریہ، اسلام عالمگیر مذہب ہے، عالمی مشکلات اور ان کا قرآنی حل، احکام القرآن، مفردات القرآن، مشکلات القرآن، اسلامی جہاد، کمیونزم اور اسلام، مدارس کا معاشرہ پر اثر، ترقی اور اسلام، تصوف اور تعمیر کردار، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے، متنازعہ مسائل کا حقیقی حل، حقیقت زمان ومکان وغیرہ۔

وفات: شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ میں یہ روشن چراغ گل ہوگیا اور ملت اسلامیہ اپنے ایک عظیم علمی سہارے سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر فتوح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا شمس الہادی غفوری نقشبندی:

آپ نے فنون کی اکثر کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب زروبوی سے پڑھیں، اور احادیث کی کتب مفتی صاحب (صاحبِ کتاب) کے نانا حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نقشبندی سے پڑھیں۔ آپ ایک جید عالم اور باعمل صوفی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالغفور نقشبندی مدنی اور مولانا عبدالحق مدنی اور مولانا لطف اللہ صاحب نقشبندی کے دست گرفتہ اور مجاز ہیں۔ آج بھی اپنی پیرانہ سالی اور ضعف جسمانی کی پرواہ کئے بغیر احادیث کا درس دیتے ہیں اور تشنگان معرفت کی پیاس بھی بجھاتے ہیں۔ پوری زندگی درس وتدریس، ارشاد وتلقین میں گزری۔ فراغت کے بعد چند سالوں کو چھوڑ کر باقی زندگی لوجہ اللہ اپنے گاؤں میں منتہی طلبہ کو پڑھاتے

رہے۔ آخری زندگی سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف فرمایا تھا۔

موصوف صاحبِ کتاب کے والد ماجد ہیں۔ کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۲۰۱۱ء میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حرف الصاد

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ:

سلطان صلاح الدین کی ولادت ۵۳۲ھ میں مقام تکریت میں ہوئی۔ تاریخ اسلام کا یہ وہ عظیم سپوت ہے جس کی عظمت کی دھاک آج تک یہود ونصاریٰ کے قلوب میں موجود ہے۔ اسی عظیم سپہ سالار نے بیت المقدس کو طویل عرصہ بعد نصاری کے شکنجہ سے آزاد کرایا۔ مدت العمر کفر کے خلاف برسرپیکار رہا، اسی مجاہد کے نام سے صلیبی جنگوں کی تاریخ وابستہ ہے کہ جن کے شروع ہونے سے پہلے دریائے اردن کے غرب میں مسلمانوں کے پاس ایک انچ زمین بھی نہیں تھی اور جن کے ختم ہونے کے بعد "صور" سے لے کر "یافہ" کے ساحل تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ تمام اوصاف وکمالات کے باوجود مزاج میں ایسی سادگی کہ عام لشکریوں کے ساتھ اینٹیں اٹھانے اور لکڑیاں چننے میں کوئی عار نہ تھی۔ جب نصرانیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو صرف مسجد صخرا میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے، لیکن سلطان کے مزاج میں ایسی رواداری اور وسعت ظرفی تھی کہ تمام عیسائیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا۔ افسوس آج پھر مسجد اقصیٰ یہود کے قبضہ میں ہے اور بیت المقدس کی راہیں پھر کسی ایوبی کی منتظر ہیں۔

وفات: طویل مدت تک جہادی مساعی میں مشغول رہنے کی وجہ سے سلطان کی صحت بگڑتی چلی گئی، اور اطبا کے منع کرنے کے باوجود یہ عظیم مجاہد ملت اسلامیہ کی خدمت میں مشغول رہا، وسط سفر ۵۸۹ھ مرض بڑھ گیا اور غشی طاری ہوگئی، ۲۷ تاریخ دوشنبہ کے دن فجر کے وقت یہ عظیم مجاہد پوری امت مسلمہ کو مغموم وسوگوار چھوڑ کر رب حقیقی سے جاملا ؎

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حرف الظاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳؍ربیع الاول ۱۳۱۰ھ۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ ان بلند پایہ اور نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک تھے جنھوں نے بیک وقت علم و تحقیق، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس اور بیعت و ارشاد کی مسندوں کو رونق بخشی۔ آپ علم و حکمت، اخلاق و کردار اور تقوی و طہارت کا پیکر تھے۔ علوم میں تبحر و تعمق بے مثال تھا۔ اس کے باوجود آپ کی تواضع اور فروتنی بھی عجیب تھی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی آپ کی علمی قابلیت کے اتنے زیادہ معترف تھے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''مولانا ظفر احمد جو میرے بھانجے ہیں اس دور کے امام محمد اور علوم دین کا سرچشمہ ہیں''۔ حضرت سہارنپوری، حضرت تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ تحریک پاکستان میں آپ نے بھر پور حصہ لیا، چنانچہ سلہٹ کے ریفرنڈم میں کامیابی آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ڈھاکہ میں اس نئی سلطنت کی پرچم کشائی بھی آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی۔

تصانیف: إعلاء السنن، البنیان المشید، أحکام القرآن ۲ منزل، الدر المنضود، القول المنصور في ابن منصور، تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین، وسیلة الظفر في مدح خیر البشر، کشف الدجی عن وجه الربا، تلخیص البیان، رحمة القدوس، إنجاء الوطن عن الإزدراء بإمام الزمن، فاتحة الکلام في القراء ة خلف الإمام، أنوار النظر في آثار الظفر، إلقاء السکینه في تحقیق إبداء الزینة، مرام الخواص، انکشاف الحقیقة عن استخلاف الطریقة، القول الماضي في نصب القاضي، نزهة البساتین، شق الغین عن حق رفع الیدین، القول المتین في الجهر والإخفاء بآمین، امداد الاحکام، فضائل جہاد، فضائل درود شریف، سفر نامہ حجاز، نور علی نور، ولادت محمدیہ کا راز، اسلام میں پردہ کی حقیقت، وغیرہ۔

وفات: علم و حکمت اور عرفان کی یہ روشن شمع ۲۳؍ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۸؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو یکدم گل ہوگئی۔

حرف العین

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ثم مہاجر مدنی:

ولادت: ۱۳۴۳ھ۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم عارف باللہ، ولی باصفا، صاحب فضل و کمال اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے صحبت یافتہ بزرگ ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو بے شمار خصائص و کمالات سے نوازا ہے۔ آپ مظاہر علوم سہارنپور کے فیض یافتہ، بلند پایہ عالم دین ہیں۔ ۱۳۶۳ھ میں دورۂ حدیث پڑھا اور ۱۳۶۴ھ میں مظاہر علوم سے سند فراغت و فضیلت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے حدیث کی خصوصی سند مرحمت فرمائی۔ پاکستان منتقل ہونے کے بعد مولانا ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ نے بھی سند حدیث اور سند افتاء مرحمت فرمائی۔ فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۸۴ھ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب کے فرمان پر دار العلوم کراچی تشریف لے گئے، جہاں تفسیر و حدیث کے علاوہ دار الافتاء کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئیں۔ ایک عرصہ سے مدینہ طیبہ میں مہاجرانہ مقیم ہیں اور بے مثال تحقیقی اور تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصانیف: آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: مجاني الأثمار من شرح معاني الآثار، تبهیج الراوي بتخریج أحادیث الطحاوي، زاد الطالبین، الفوائد السنیة فی شرح الأربعین النوویة، القادیانیة ماهي؟، التحفة المرضیة في شرح مقدمة الجزریة، تکملة الاعتدال في مراتب الرجال، نماز حنفی، امت مسلمہ کی مائیں، صاحبزادیاں، برکات الصالحین، آئینہ نماز، فضائل علم، فضائل درود شریف، تذکرہ اصحاب صفہ، تحفۂ خواتین، شرعی پردہ، میدان حشر، احوال برزخ، حالات جہنم، اسلامی نام، اخلاص نیت، وغیرہ۔ دعا ہے کہ حق تعالی

آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔(آمین)

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۱۳/رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو حضرت مولانا اس دارفانی سے رحلت فرما گئے اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئے، جو ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا تھی۔ نوراللہ مرقدہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ:

شیخ الحدیث، محبوب الانام، جامع العلوم، پیکر صدق و وفا، مجسم تواضع حضرت مولانا عبدالحق صاحب - اعلی اللہ درجتہ فی اعلی علیین وجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ - کا وصال ایسے وقت ہوا جس وقت ان کا وجود عالم اسلام کے لیے پانی اور غذا سے زیادہ ضروری تھا۔ حضرت رحمہ اللہ تعالی درس وتدریس کے شہسوار، علم حدیث کے مسندنشین، عمل کے راہی، اخلاص وتقوی کے پیکر، مجسم تواضع، حسن صورت وحسن سیرت کا پتلا تھے۔ مولانا کو اللہ تعالی نے باطنی حسن وجمال کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب نوازا تھا، ان کے چہرے میں بلا کی کشش تھی، چہرۂ اقدس پر نظر پڑتے ہی اللہ تعالی یاد آتے تھے، ان کو رب ذوالجلال نے ”إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ“ کا مصداق بنایا تھا۔

ان کی محفل میں سیرت طیبہ سے لے کر آزادئ ہند تک کی پروقار مستند معلومات ہوتیں، ان کے چشمۂ صافی سے عوام وخواص سب بقدر ظرف شراب معرفت پیتے، وہ علم کا سمندر تھے جو ساحل سے بے نیاز ہو، وہ ایک گلستان تھے جس کی خوشبو دنیا کے چپے چپے میں بسی ہوئی تھی، وہ ایک شجر ثمر دار تھے جس کے پھلوں سے ایک عالم سیراب ہوا، وہ ایک گوشہ نشین تارک الدنیا تھے جو دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر علم دین کی خدمت میں مشغول ہو، وہ ایک کہنہ مشق اور قدیم الزمان مدرس تھے جن کی بالذات یا بالواسطہ شاگردی سے شاید ہی کوئی تہی دامن رہ چکا ہو۔

یہ حضرت مولانا مرحوم کی خوش نصیبی ہے کہ پاکستان اور بیرون ملک کے دینی مدارس کے اکثر شیوخ الحدیث حضرت مولانا کے بالذات یا بالواسطہ شاگرد ہیں اور حضرت مولانا کے لیے صدقہ جاریہ کا کام دیتے ہیں۔ انھوں نے دارالعلوم دیوبند کی مسند درس کو بھی رونق بخشی اور نوعمری

میں اپنے علم کا لوہا منوالیا اور تھوڑے عرصہ میں استاذ الحدیث کی مسند کو زینت بخشی اور دارالعلوم دیوبند ہی میں مولانا عبدالحق ”انفع“ کے پیارے لقب سے ملقب وموسوم ہوئے اور ابھی شاید عمر کی چالیس بہاریں بھی نہیں گزری تھیں کہ سب کے منظور نظر اور اعلی پائے کے اساتذہ کی صفوں میں شامل ہوئے اور چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھ لیا کہ ایک سرحدی عالم کی نازک لبوں نے علم حدیث کی کتابوں کو بوسہ دیا اور اکابر واصاغر سے داد تحسین وصول کی اور ان بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا جن کے دم قدم سے علم دین کی عمارت پاک وہند کی سرزمین پر قائم تھی۔ وہ ایک طرف کاروان علم کے سپہ سالار تھے تو دوسری طرف تشنگان علم وعمل اور دلدادگان تصوف کی پناہ گاہ تھے۔ طریقت وحقیقت کے عاشقوں کی سیرابی کا چشمہ صافی اپنے سینے میں سموئے ہوئے تھے۔

آپ علم ظاہری وباطنی دونوں میں اپنے شیخ حضرت مدنی کے صحیح جانشین تھے، بلکہ حضرت مدنی کے عاشق زار تھے۔ حضرت مدنی کے تذکرہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں کا سمندر بن جاتیں، انھوں نے تعلق مع اللہ کے ساتھ تعلق خلق کے نسخہ کیمیا پر عمل کرنا حضرت مدنی سے وراثت میں پایا تھا۔ مسند حدیث کی تزئین کے ساتھ قومی سیاست میں حصہ لینا حضرت مدنی ہی کی اتباع کا ثمرہ تھا۔ بادشاہی میں فقیری اور بلند مراتب کو چھونے کے باوجود تواضع حضرت مدنی کا وطیرہ تھا، جو حضرت مولانا میں اکمل طریقے سے موجود تھا۔ مخالفین کی دریدہ دہنی پر جام صبر نوش فرمانا بھی حضرت مدنی سے نسبت کا نتیجہ تھا۔ وہ پاکستان میں حضرت مدنی کے کمالات کا پرتو تھے، حضرت مدنی کے انفاس طیبہ سے حضرت مولانا کی شخصیت بنی، عشق نبوی کا چراغ حضرت مولانا کے قلب میں حضرت مدنی کی جلائی ہوئی شمع کا طفیل تھا اور اس چراغ حقانی نے ایک دنیا کو منور کر دیا ؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت　　اک خانہ بخانہ ہے اک سینہ بہ سینہ ہے

حضرت مولانا مرحوم معقولات اور منقولات دونوں میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے، ان کو حدیث کی طرح فنون کی کتابیں اور مسائل بھی ازبر تھے، حضرت مولانا نے اپنے زمانے کے باکمال اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ اپنے علاقہ کے جن

بزرگوں اور پختہ کار علمی ہستیوں سے انھوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی ان میں میرے نانا حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نوراللہ مرقدہ عرف شاہ منصور لالا صاحب کی مغتنم ہستی شامل ہے۔ ہمارے گاؤں شاہ منصور کو دیگر سعادتوں کی طرح یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ یہ حضرت شیخ الحدیث کا مستقر اور علمی گہوارہ رہ چکا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں انھوں نے ہمارے گاؤں میں بار بار قدم رنجہ فرمایا، آپ شاہ منصور کی ایک مسجد میں تحصیل علم کے سلسلہ میں مقیم رہے۔ دین کی خدمت خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو رہی ہو حضرت شیخ الحدیث سن کر خوشی سے جھوم اٹھتے اور کیوں نہ خوش ہوتے ان کی زندگی کا محور ہی دین کی اشاعت تھا، انھوں نے قومی اسمبلی کے ایوان میں جانا ہی دین کی خاطر قبول کیا تھا، ان کا اوڑھنا بچھونا ہی دین تھا اور ان کا وظیفہ یہ تھا:

سَهَرُ العُيُونِ لِغَيرِ وجهك باطلُ　　وبُكاؤُهُنَّ لِغَيرِ فَقْدِك ضائعُ

عید الفطر ۱۴۰۸ھ کے کچھ دن بعد فقیر راقم الحروف اپنے تایازاد بھائی لیکچرار مولانا اظہار الحق صاحب کے ساتھ قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا، حضرت کا چہرہ نقاہت اور ضعف کے باوجود گلاب کی طرح چمک رہا تھا، زبان میں وہی پرانی شستگی اور روانی تھی، کمزوری اور ناتوانی الفاظ کے سیلاب اور علوم کی روانی کو روک نہیں سکتی۔ حضرت نے احوال پوچھے، میں نے کہا: جنوبی افریقہ میں ایک مدرسہ میں مدرس ہوں، جس میں درس نظامی اردو زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور اس دور دراز ملک میں جو نسلی امتیاز میں گالی کی حد تک بدنام ہے مدارس کا سلسلہ قائم ہونے پر نہایت خوشی ظاہر فرمائی، بہت دعائیں دیں اور ہم اپنا دامن حضرت کی دعاؤں سے لبریز کر کے واپس ہوئے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی، حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالی، حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ تعالی، حضرت مولانا غلام غوث رحمہ اللہ تعالی کے بعد امت مسلمہ کی نگاہیں حضرت شیخ الحدیث کی ذات پر لگی ہوئی تھیں، انہی کو دینی اور ملی محاذوں پر میر کارواں بنائے ہوئے تھے اور انہی کو دین وسیاست کا بے تاج بادشاہ سمجھتے تھے، انہی کے اشارۂ ابرو پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوتے تھے اور مشکلات میں ان ہی کی راہ تکتے تھے۔ اب وہ شخصیت کہاں جس میں بے شمار خوبیاں سمٹی ہوئی تھیں؟! اب وہ ہستی کہاں ہے جو زخمی قلوب اور دکھی انسانیت

کے لیے مرہم کا کام دے؟! اب وہ فرد کامل کہاں جو صوبہ سرحد کے پہاڑوں کے دامن میں دیوبندیت کا علم بلند کرے؟! اب وہ روشن ستارہ کہاں جو ہر سال ہزاروں تاریک دلوں کو منور کرے؟! وہ آفتاب نیمروز ایسے وقت میں غروب ہوا کہ امت کو اس کی پہلے سے زیادہ ضرورت تھی۔

آسماں اس کی لحد پہ شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا نے دین کی سربلندی کے لیے ہر موقع پر سرتوڑ کوششیں کیں، جب سوشلزم اور کمیونزم کا فتنہ نرم ونازک محبوب کی پرفریب شکل میں ظاہر ہوگیا اور پاکستان خصوصاً صوبہ سرحد کے غیور مگر سادہ لوح افغانوں کو اس کی زلفوں کا گرویدہ بنانے کی کوششیں کی گئیں، بلکہ پاکستان روس کی جوع البقر کی زد میں آنے لگا تو حضرت مولانا مرحوم اس فتنے کی سرکوبی کے لیے اٹھے اور ان کی نگرانی میں نکلنے والے رسالے ''الحق'' نے اس کے تعاقب وتردید میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب نیشنلزم کے نام پر پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی سعی کی گئی تو مولانا نے سر بکف ہو کر اس فتنے کو موت کی نیند سلانے کی ٹھان لی۔ جب ملک دشمنانِ صحابہ کی زد میں آ گیا تو مولانا نے اپنے علم کے تیروں سے ان کے سینوں کو چھلنی کر دیا۔ جب اندرون اسمبلی اسلام کے خلاف بعض ناعاقبت اندیشوں نے دریدہ دہنی کی تو حضرت مولانا نے ان کو دنداں شکن جواب دے کر ان کے دانت کھٹے کر دیئے اور ان کے شبہات کے تار پود بکھیر دیئے۔

جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مدنی کا پرتو تھے، ان کا طریقۂ تدریس بھی حضرت مدنی ہی کی طرح تھا؛ الفاظ کی ادائیگی، مطالب کی تفصیل، زبان کی فصاحت، کلام کی دل نشینی، مضامین کی شیرینی، آواز کی بلندی اور صفائی، کلام کی برجستگی، مذاہب کی تفصیل، بیان کی دل آویزی میں وہ حضرت شیخ الاسلام کی تصویر اور عکس تھے۔ حضرت مدنی کے کوثر وتسنیم میں دھلے ہوئے کلمات حضرت مولانا کے دل پر نقش ہو گئے تھے، فقیر راقم الحروف نے حضرت شیخ الاسلام کی بخاری شریف کی کیسٹیں سنی ہیں، حضرت مولانا انفع رحمہ اللہ تعالی کو حضرت مدنی سے بہت مشابہ پایا، اپنے شیخ کی طرح گھنٹوں گھنٹوں حدیث نبوی کے درس دیتے ہوئے حدیث کی لذتیں لوٹتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں برصغیر دوحصوں میں تقسیم ہوگیا ایک حصہ کا نام انڈیا یا بھارت اور دوسرے کا نام پاکستان رکھا گیا۔ غلامی کی طویل تاریکی کے بعد ایک نیا اسلامی خطہ مسلمانوں کے حصے میں آیا، اتفاق سے مسلمانوں کے حصے میں وہ سرزمین آئی جو اسلامی مدارس سے تہی دامن تھی، بڑے بڑے مدارس سب انڈیا میں رہ گئے، چنانچہ مولانا نے بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ تعالیٰ ''دارالعلوم حقانیہ'' کے نام سے اسلامی یونیورسٹی کھولی جس کا سرمایہ اخلاص تھا، جس کی عمارت توکل تھی، جس کا نصب العین علوم اسلامیہ کے علم کو بلند کرنا تھا، جس کا نصاب قدیم وجدید کا حسین امتزاج تھا، جس کا مقصد وحید علوم نبویہ کی اشاعت تھا، جس کا مشن ہر باطل کو زیروزبر کرنا تھا۔

مولانا کی رحلت سے علما وطلبا کا ظاہری سہارا ٹوٹ گیا اور دنیائے حدیث ایک کہنہ مشق اور ماہر استاذ سے محروم ہوگئی۔ وہ پچاس سال دین کی خاموش و پرجوش خدمت کرکے تھکے ماندے مسافر کی مانند خواب راحت فرمانے کے لیے اپنی خوابگاہ میں تشریف لے گئے۔ (ماخوذ از ماہنامہ ''الحق'')

نوٹ: یہ مضمون حضرت استاذ مکرم نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے موقع پر تحریر فرمایا۔ مختصر تلخیص کے ساتھ یہ مرقع عقیدت نذر قارئین ہے۔ ۱۲ مرتب

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ صدر المدرسین جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ پاکستان زروبوی ضلع صوابی، بڑے بزرگ اور محقق عالم دین تھے اور ہمیشہ حضرت استاذ مکرم پر شفقت فرماتے تھے، حضرت مرحوم استاذ مکرم کے دوست مولانا ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ کے والد بزرگوار تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۲۷/اگست ۱۸۸۲ء۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری نوراللہ مرقدہ بلند پایہ عالم، عارف باللہ، صوفی ومحقق، جلیل القدر فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ آپ نہایت خداترس،

رحم دل، مجسم تواضع اور اصلاح اور تقویٰ میں یگانۂ روزگار تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کیمل پور میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں درجات علیا اور فنون کی تکمیل کے لیے مظاہر علوم تشریف لے آئے فراغت کے بعد ایک سال حضرت شیخ الہند کے درس میں شرکت کی غرض سے دارالعلوم میں گزارا۔ بعدازیں مظاہر علوم میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب حجاز تشریف لے گئے تو اپنی غیبت میں آپ کو صدر مدرس تجویز فرمایا۔ بعد میں جب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی نیت فرما کر مستقل قیام مدینہ منورہ میں فرمایا تو مستقلاً آپ کا اس عہدہ پر تقرر ہوا۔ آپ کا صدر مدرسی کا عہد مظاہر علوم کی تاریخ کا روشن باب اور زریں دور ہے۔ آپ نے اس دور میں بے مثال خدمات انجام دیں اور صدر صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابتداءً آپ نے اپنا اصلاح وتربیت کا تعلق حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم فرمایا اور حضرت سہارنپوری کے وصال کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔ حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی ہر دو حضرات آپ کی فطری صلاحیتوں، کمالات اور محاسن کی وجہ سے آپ کے بے حد قدردان تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے: ''مولانا کامل پوری نہیں، کامل پورے ہیں''۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطری اخلاق وملکات اور کمالات کی بنا پر قبل از بیعت ہی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے دریافت فرمایا: حضرت میں تو ابھی تک بیعت بھی نہیں ہوا تو استحقاق خلافت کیسا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے نزدیک اہلیت شرط ہے بیعت شرط نہیں''۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں قیام فرمایا، چند سال خیر المدارس اور ٹنڈوالہ یار میں شیخ الحدیث رہے اور اخیر عمر میں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں مسند حدیث پر فائز ہوئے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف میں الحاوی علی مشکلات الطحاوی اور تقریر ترمذی وغیرہ شامل ہیں۔

وفات: ۲۷/شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱/دسمبر ۱۹۶۵ء کو علم وعمل، زہد وتقویٰ، پارسائی کا یہ روشن مینارہ آسودۂ خاک ہوا۔

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم:

ولادت: شوال ۱۳۲۱ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۰۳ء، گجرات، ضلع سورت کے ایک مردم خیز قصبہ ''نوساری'' میں ہوئی۔ حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم عصر حاضر کی وہ یگانۂ روزگار شخصیت ہیں جن کا علم وفضل اور تبحر علمی ساری دنیا پر عیاں اور مسلم ہے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کی درسگاہوں سے حاصل کی۔ درسیات کی تکمیل جامعہ حسینیہ راندیر میں فرمائی۔ تمام علوم وفنون میں آپ کمال درجہ کی مہارت رکھتے ہیں، مگر فقہ وفتاوی میں جو عمیق نظر اور باریک بینی قدرت نے آپ کو عطا فرمائی ہے وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس کا بین ثبوت فتاوی رحیمیہ کے وہ ضخیم مجلدات ہیں جنھیں علمی حلقوں میں درجۂ استناد حاصل ہے۔ آپ کے فتاوی میں فقیہانہ بصیرت، دیانت واحتیاط، ثقاہت ورزانت کے بے نظیر نمونے اور وسعت وگہرائی کی جاذب اور دلکش آمیزش ہوتی ہے۔ آپ کے فتاوی کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر گہری نظر فرما کر ایسا تشفی بخش جواب مرحمت فرماتے ہیں کہ کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا، خصوصاً مختلف فیہ مسائل میں خوب دادِ تحقیق دی ہے۔ حق تعالی نے آپ کو غضب کا حافظہ عطا فرمایا ہے اور باوجود کبر سنی کے ذہنی صلاحیتیں ذرہ بھر متاثر نہیں ہیں۔

تصانیف: ان گنت علمی وفقہی موضوعات پر مشتمل ۸ ضخیم جلدوں میں آپ کے فتاوی کا مجموعہ عظیم علمی شاہکار ہے۔ اللہ تعالی آپ کی عمر میں افزوئی فرمائیں (آمین)

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل نومبر ۱۹۹۱ء کو ۸۸؍سال کی عمر میں حضرت مفتی صاحب اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔ نوراللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳۱۸ھ۔ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمہ اللہ تعالی عارف باللہ، علم وفضل اور زہد وورع کا پیکر تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بلند پایہ بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے

اپنی ساری زندگی اصلاح اخلاق، سلوک واحسان اور دعوت وارشاد میں صرف فرمائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کی درسگاہوں سے حاصل کی۔ اعلی تعلیم اور درسیات کی تکمیل کے لیے مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ ہی میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور پانچ سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا شاندار درس دیا۔ اصلاح وتربیت کا تعلق حضرت مولانا شاہ فضل علی قریشی نوراللہ مرقدہ سے قائم فرمایا اور بہت جلد سلوک کی منازل طے فرما کر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور جو شمع ہدایت آپ کے قلب مصفی میں مولانا فضل علی قریشی رحمہ اللہ نے روشن کی تھی اس کی ضو سے ہزاروں گم گشتگان طریق نے منزل حقیقی کا پتہ پایا۔ آپ اپنے مریدین کو اذکار واشغال کے ساتھ اتباع سنت کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے اور درحقیقت اتباع سنت آپ کا حال تھا۔ آپ کے فانوس دل میں حب رسول کا ایسا شعلہ روشن تھا جس کی بڑھتی ہوئی حرارت نے بالآخر آپ کو دیار حبیب کی طرف ہجرت پر مجبور کر دیا، چنانچہ آپ نے ہجرت فرما کر ہمیشہ کے لئے مدینۃ الرسول کو اپنا مستقر ٹھہرالیا اور اس مرکز ہدایت میں خلق کثیر نے آپ سے رشد وہدایت کا درس لیا۔ آپ تذکیر وتربیت کے ساتھ مدینۃ الرسول میں آنے والے اضیاف کی بے مثال مہمان نوازی فرمایا کرتے۔

تصانیف: رسالہ ''دعوات فضیلۃ'' اور دیگر اہم رسائل آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

وفات: ۱۳۸۹ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۲۳؍ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء، اودھ کے تاریخی اور مردم خیز قصبہ کاکوری، ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نوراللہ مرقدہ دنیائے اسلام کے ممتاز ترین علما، مصلحین اور ان چند برگزیدہ شخصیتوں میں سے تھے جن سے اللہ تعالی نے تاریخ اسلام کے مختلف زمانوں میں خاص اصلاحی اور تجدیدی کام لیا ہے۔ وہ علاوہ اس کے کہ ایک بڑے متبحر عالم اور عمیق النظر فقیہ تھے ایک کامیاب مصنف اور متکلم، صاحب سلوک اور

صاحب سلسلہ شیخ اور خوش بیان مقرر بھی تھے۔

ان کی سب سے بڑی خصوصیت اور امتیاز یہ تھا کہ انھوں نے عامۃ المسلمین اور اہل سنت کے ذہنوں کو صاف کرنے کا اور صحابۂ کرام سے ان کا رابطہ تازہ اور مستحکم کرنے کا ضروری کام انجام دیا اور اس سلسلہ میں ان غلط فہمیوں اور غیر اسلامی اثرات سے بچایا جو ناواقفیت، غلط صحبت، اور غلط پروپیگنڈے سے ان میں سرایت کرگئی تھیں۔ حقیقت میں ہندوستان کی سرزمین میں اس مخصوص سلسلہ کے جس اصلاحی کام کو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے اپنے اپنے وقت میں انجام دیا تھا مولانا نے اس کو بہت آگے بڑھایا اور اس کی ترقی وتکمیل کی خدمت انجام دی۔ اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ وہ اس موضوع خاص اور شیعہ لٹریچر اوران کے عقائد اور علم کلام کے اُس زمانے میں سب سے بڑے عالم اور ناقد تھے۔

ان تمام علمی کمالات اور اصلاحی خدمات کے ساتھ مولانا کی زندگی بڑی سادہ اور زاہدانہ اور علمائے سلف کی زندگی کا نمونہ تھی۔ انھوں نے آخری وقت تک زہد وقناعت اور تورّع کی زندگی گزاری۔ مزاج میں نہایت درجہ کی تواضع اور سادگی تھی۔ تقریر وتحریر جچی تلی، حشو وزوائد سے پاک اور تصنع کے ادنیٰ شائبہ سے بھی بالکل دور تھی۔ اس کے باوجود ان کے مواعظ نہایت مؤثر ودل نشیں اور تحریر نہایت شیریں اور شگفتہ تھی۔

وفات: ۱۷ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ر اپریل ۱۹۶۲ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تصنیفات: آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: علم الفقہ، مختصر سیرت نبویہ، مختصر تذکرہ خلفائے راشدین، بطلان مذہب شیعہ، وغیرہ۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۹۵ھ۔ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کا علم وفضل، زہد وتقوی، خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ فنائیت کے اعلی مقام پر فائز تھے۔ آپ کا اصل وطن سرگودھا ہے، مگر ساری زندگی اپنے شیخ کے در پر رائے پور میں گزار دی اور بوقت وصال آپ کے شیخ شاہ عبدالرحیم صاحب

رائے پوری رحمہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما کر رائے پور میں قیام رکھنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ شیخ کے بعد اسی مسند جلیلہ پر پورے ۴۵ر سال جلوہ افروز رہ کر خلق خدا کو رشد وہدایت کا درس دیا اور اسی نسبت سے رائے پوری کہلائے۔ ابتدا میں مرشد حق کی تلاش میں نکلے تو مرزا غلام احمد قادیانی (مردود) کے یہاں بھی جا پہنچے، مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس نے ''یاہادی'' کا وظیفہ بتا کر کہا کہ اس کے پڑھنے پر بھی قلب میری طرف متوجہ ہو تو بیعت ہو جائیے۔ لیکن ہادیٔ حق نے رہنمائی فرمائی اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے در پر پہنچا دیا اوران کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر بڑی مخلوق کے لیے ذریعہ ہدایت بنے۔ آپ کی طبیعت بچپن ہی سے نہایت قانع واقع ہوئی تھی۔ ہمیشہ تکالیف پر صبر کیا اور جو کچھ میسر آیا اسی پر قناعت کی۔

وفات: عمر کی نوے منازل طے کرنے کے بعد یہ مرد قلندر ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

تاریک ہوگئی ہے شبستان اولیا
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: محرم ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۶۰ء۔ حضرت درخواستی رحمہ اللہ تعالی اپنے وقت کے ولی کامل اور بے مثال عالم دین تھے۔ آپ نے قرآن مجید اپنے والد ماجد مولانا حافظ محمود رحمہ اللہ تعالی سے حفظ کیا۔ عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے خلیفہ مولانا محمد صدیق حاجی پوری رحمہ اللہ تعالی سے حاصل کی۔ کتب احادیث کی تکمیل بھی انھیں سے کی۔ فراغت کے بعد تعلیم وتدریس کے میدان میں بے مثال خدمات انجام دیں، چنانچہ مخزن العلوم کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ بھی قائم کی جو اب تک نہایت کامیابی سے دینی اور تعلیمی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہے۔ آپ نے اصلاح وتربیت کا تعلق حضرت مولانا غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ تعالی سے قائم فرمایا اور انہی سے مجاز بھی ہوئے۔ آپ ایک عرصہ تک جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ بھی رہے۔

تصانیف: آپ کی تصانیف میں مقدمۃ القرآن کے علاوہ کئی تقاریر بھی شائع ہو کر مقبول

عام ہوئیں۔

امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۴؍ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ بوقت سحر۔ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ہند و پاک کے شعلہ بیان مقرر، عظیم مجاہد، تحریک آزادی اور استخلاص وطن کی تحریک کے نامور کارکن اور سحر انگیز خطابت کے مالک تھے۔ ہند و پاک کا شاید ہی کوئی شہر ایسا ہو جہاں آپ نے اپنی سحر آفریں خطابت کے موتی نہ بکھیرے ہوں۔ شاہ صاحب نہایت موثر اسلوب اور شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے۔ آپ کی سحر انگیز خطابت حسن ادا، لطافت انسجام، سلاست و بے ساختگی اور برجستگی کے عجیب وغریب نمونوں پر مشتمل ہوتی۔ ساری ساری رات لوگ محو سماع رہتے۔ مرزائیت اور فرنگیت کے خلاف بے مثال کام کیا اور بارہا جیل جانا پڑا۔ آپ کی ساری زندگی قید و بند اور اسفار کی نذر ہوئی۔ ختم نبوت کے محاذ پر بے مثال قربانیاں دیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور آج بھی حلقہ احرار اس جدوجہد میں مصروف ہے۔

وفات: تقریر وخطابت کے کمالات کا حامل، ظرافت وشگفتگی کا مظہر یہ مرد قلندر ہزاروں دلوں کو رنجیدہ چھوڑ کر ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ رحمہ اللہ تعالی۔

حرف الغین

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۹۰۹ء۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ جید عالم، بلند پایہ مفسر، بے مثال خطیب اور جرأت وبصیرت کا پیکر تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو اعلی صفات اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا۔ حق گوئی وبے باکی میں بے مثال تھے، مؤثر اسلوب، شگفتہ طرز ادا اور سحر آفرین خطابت کے مالک تھے۔ آپ مسئلہ توحید کھول کر وضاحت سے بیان کیا

کرتے۔ اس سلسلہ میں مخالفتوں اور مصیبتوں کا بھی شکار ہوئے مگر پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ تقریر وخطابت کے علاوہ آپ کا درس قرآن بڑی شہرت اور اہمیت کا حامل ہوتا تھا جس میں ہزاروں علما وطلبا نے شرکت کی اور آپ کے تفسیری جواہر پاروں سے دامن بھر کر لوٹے۔ ہمیشہ ملک وملت کے لیے بے مثال کام کیا اور فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ ایک عرصہ تک آپ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے ناظم اعلی رہے۔ راولپنڈی میں دار العلوم تعلیم القرآن کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جو آج پاکستان کی عظیم دینی درسگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔

تصانیف: تفسیر جواہر القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی اور کئی اہم رسالے بھی تالیف فرمائے۔

وفات: ۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری سے مشرف ہوکر براستہ دبئی وطن واپسی کا پروگرام تھا اور دبئی جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا تھا کہ ۲۶؍مئی رات کو اسٹیج پر ہی عارضہ قلب کی تکلیف محسوس ہوئی اور راہ حق کا یہ مسافر، مجاہد اسلام، پاسبان ختم نبوت، عظمت صحابہ کا محافظ، سچا عاشق رسول اور توحید باری تعالی کا علمبردار داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی دارِ بقا ہوگیا۔ نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہ:

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہ ضیغم اسلام، جانباز مجاہد، جرأت وبصیرت اور اخلاص وایثار کا پیکر تھے۔ قدرت نے آپ کو دین فطرت کے احیا اور کلمہ حق کے اعلا کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ آپ کی زندگی عیش وتنعم سے کوسوں دور فقر واستغنا سے عبارت تھی۔ آپ نے استخلاص وطن کی تحریک میں حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی اور دیگر اکابرین کی معیت میں بے مثال کام کیا۔ انہی حضرات کی صحبت ومعیت کا اثر تھا کہ آپ کی زندگی استقامت وللّٰہیت، سیرت وکردار اور اخلاق عظیمہ کا حسین مرقع بن گئی۔ قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ، تحفظ ناموس رسالت وناموس صحابہ کے لیے عظیم قربانیاں دیں اور بارہا قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حکومت کے ایوانوں میں پہنچے تو وہاں بھی بے خوف صدائے حق بلند کی۔

ایوان بالا کی ممبرشپ جونوابوں، جاگیرداروں اور خوانین کی ملکیت سمجھی جاتی تھی آپ محض کردار کی بلندی اور اخلاص وایثار کے بل بوتے پر ان ایوانوں میں پہنچے اور ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نہایت خوش مزاج اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ اپنی علمی شہرت اور قابلیت کی بنا پر مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ ایک عرصہ تک جمعیت علمائے اسلام کے ناظم اور صدر رہے۔

وفات: ایوان بالا میں پہنچ کر بھی آپ کا فقر وفاقہ جوں کا توں رہا۔ مفادات کا حصول تو درکنار جس کچے مکان سے نکل کر ان ایوانوں میں پہنچے اسی کچے مکان سے جب اس مرد قلندر کا جنازہ اٹھا تو استقامت وللّٰہیت کا یہ پیکر چالیس روپے کا مقروض تھا۔ ۱۹۸۰ء ۱۳/اور ۱۴/فروری کی درمیانی شب یہ مرد درویش راہی ملک عدم ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حرف الفاء

حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب نوراللہ مرقدہ:

آپ نے فنون کی کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ زروبوی سے پڑھیں اور دورہ حدیث کی کتب حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ جامعہ اسلامیہ اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں کافی عرصہ پڑھایا۔ عمر کے آخری حصے میں شاہ منصور میں حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ گزشتہ سال ۲۰۰۴ء رمضان المبارک میں انتقال ہوا۔ ایک درویش صفت انسان تھے، عربی صرف ونحو میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور ڈھیر ساری دعائیں دے کر رخصت کرتے تھے۔

حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ:

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ اصلاً ضلع دیر، صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے اور

تخت بھائی ضلع مردان میں مدتوں سے مقیم تھے، نہایت حسین وجمیل، مرنجاں مرنج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم وفنون میں بے مثال مہارت سے نوازا تھا، بالخصوص علوم عقلیہ میں مہارت آپ کو خاندانی ورثہ کے بطور ملی تھی۔ عرصۂ دراز سے آپ کے خاندان کی دلچسپیاں علوم عقلیہ سے وابستہ تھیں۔ زندگی بھر درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ رہے اور ملک بھر کے مختلف مدارس میں بے مثال تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت استاذ مکرم نے آپ سے کتب حدیث میں صحیح مسلم اور ترمذی شریف پڑھیں۔ آپ عرصہ سے تخت بھائی ضلع مردان میں مقیم تھے اور وہیں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت مولانا فضل حق ممتاز صاحب نوراللہ مرقدہ:

مرحوم حضرت استاذ مکرم کے والد صاحب کے ماموں زاد بھائی تھے اور آپ پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے ان سے صرف ایک ابتدائی کتاب پڑھی، مرحوم ملنسار، مرنجاں مرنج، خلیق اور ایک اچھے عالم دین تھے، پشتو زبان کے اچھے شاعر تھے، ممتاز تخلص کرتے تھے، علمی اور ادبی محفلوں میں شرکت ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ علما اور طلبا سے لے کر پروفیسروں اور شعراء، بلکہ ہر طبقہ کے لوگوں سے ان کے تعلقات تھے۔ پاکستان کے مختلف مدارس میں مدرس اور مختلف مساجد میں خطیب وامام رہے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی دوست واحباب کا معاملہ فرماتے تھے، بزرگوں سے لے کر چھوٹوں تک ہر طبقہ میں یکساں مقبول تھے، تواضع، کرم وجود کا پیکر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حرف الکاف

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۹۲ھ۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے ان چیدہ اور منتخب روزگار علما میں سے تھے جو بیک وقت عالم وفاضل، فقیہ ومحدث، ادیب

وشاعر اور ذکاوت وفطانت میں بے مثل تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دار العلوم دیو بند کے فیض یافتہ اور علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور اخلاق وکمالات کے لحاظ سے طبقۂ علما میں بے نظیر شخصیت تھے۔ آپ نے تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ استخلاص وطن کی تحریک میں بھی بھر پور حصہ لیا۔ آپ کو اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق اور لگاؤ تھا اور یہی تعلق فرنگیت کے خلاف میدان عمل میں آنے کا محرک بنا۔ آپ نے دیگر علما کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے ہند قائم کی اور تقریباً ۱۹ر برس تک اس کے صدر رہے اس دوران تقریر وتحریر اور ہر ممکنہ طریقہ سے جد وجہد آزادی میں بھر پور حصہ لیا اور انہی سرگرمیوں کی بنا پر بارہا قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن ایام اسیری میں بھی آپ کے علمی مشاغل جاری رہتے۔ قادیانیت کی تردید کے لیے مستقل رسالہ ''البرہان'' جاری کیا۔ ہندوستان سے باہر مصر اور حجاز وغیرہ کے اجتماعات میں مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کے فرائض انجام دئے۔ غرضیکہ آپ کی ساری زندگی دینی وعلمی خدمات اور ملک وملت کے لیے جد وجہد میں صرف ہوئی۔

تصانیف: آپ کی مقبول عام کتابوں میں تعلیم الاسلام، روض الریاحین، دلیل الخیرات فی ترک المنکرات وغیرہ شامل ہیں۔ نیز آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں فتاویٰ لکھے، جن کی اہم خصوصیت اختصار اور جامعیت کی شان ہے۔ اب یہ فتاویٰ تقریباً ۹ر ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے ہیں اور علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہیں۔

وفات: ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا اور دہلی کے مشہور گورستان میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قریب میں محو خواب ہیں۔

حرف المیم

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۳۰۴ھ۔ علامہ بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان یگانۂ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جو اپنے عہد میں عقائد وکلام اور منطق وفلسفہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ لطائف وظرائف کے

پیرائے میں دقیقہ سنجی اور بالغ نظری سے اہم مسائل کو حل کرنے میں خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا۔ آپ نے عقائد وکلام کے علاوہ تفسیر وحدیث اور دیگر علوم میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کے درس کی ایک اہم خصوصیت جو آپ کو اقران ومعاصرین سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ کہ آپ کے درس میں شریک ہونے والے طلبہ میں فن سے گہری مناسبت پیدا ہوجاتی تھی اور ان پر علوم ودانش کی راہیں کھل جاتی تھیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم پر آپ کی گہری نظر تھی۔ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ سے تلمذ اور بیعت کا شرف حاصل تھا۔

تصانیف: چند اہم تصانیف یہ ہیں: رسالہ مصافحہ، رسالہ تراویح، رسالہ انوار الحکمۃ فارسی مشتمل بر مضامین منطق وفلسفہ، سلم العلوم پر شہرۂ آفاق حاشیہ ضیاء النجوم، ترمذی شریف پر حاشیہ لکھنا شروع فرمایا مگر اس کی تکمیل سے پہلے ہی ایام زندگی پورے ہوگئے اور یوں یہ عظیم کام تشنۂ تکمیل ہی رہ گیا۔

وفات: ۲۴ر رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۷ء کو بعمر ۸۴ سال داعی اجل کو لبیک کہا۔ تب سے مقبرۂ قاسمی دیوبند میں آرام فرما ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم اس دور کی بڑی ہی مغتنم اور جامع الکمالات شخصیت ہیں۔ آپ کی ہستی گوناگوں صفات کی حامل ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے مولد ضلع پرتاب گڑھ کے قصبہ اٹھیہہ میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم اور درسیات کی تکمیل کے لیے مدرسہ بیت العلم سرائے میر اعظم گڑھ تشریف لے گئے۔ زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے اور اخیر عمر تک حضرت پھولپوری کے خادم خاص رہے۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سے بیعت وتربیت کا تعلق قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح وتربیت کا خاص ملکہ اور معارف وحقائق کا وجدانی ذوق عطا

فرمایا ہے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: معارف مثنوی، معارف شمس تبریز، کشکول معرفت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، معرفت الٰہیہ، معیت الٰہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت، صدائے غیب، مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں، ملفوظات حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، صحبت اہل اللہ اور اس کے فوائد، دستور تزکیۂ نفس، تسہیل قواعد النحو، ایک منٹ کا مدرسہ، فیضان محبت، مواعظ حسنہ، قرآن وحدیث کے انمول خزانے وغیرہ۔

حضرت حکیم صاحب وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات اور مریدین کی اصلاح وتربیت کے لئے جنوبی افریقہ تشریف لاتے ہیں۔ حضرت کا شعر وسخن سے خاص تعلق اور لگاؤ ہے اور موصوف علوم دینیہ کے علاوہ شعر وادب میں ممتاز مقام کے مالک ہیں اور کچھ عرصہ قبل آپ کی کتاب ''فیضان محبت'' بھی منظر عام پر آچکی ہے۔

نوٹ: کتاب کی طباعت ثالثہ سے قبل ۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جنوری ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب، ۹۰؍سال کی عمر میں حضرت مولانا اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ نوراللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۱۲؍ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عظیم مفسر، جلیل القدر محدث، بلند پایہ محقق اور بہترین عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عارف باللہ، ولی کامل اور مایہ ناز مصنف تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شخصیت کا فرمان ہے: ''مولانا ادریس صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں اور اپنے زمانہ کے محدث، مفسر، محقق، ادیب ومتکلم ہیں''۔ علمی جلالت اور شان کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کی مشکوٰۃ کی شرح منصۂ شہود پر آئی تو آپ کے مایہ ناز استاذ بحر العلوم علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''علامہ مولانا ادریس کاندھلوی کی شرح

مشکوٰۃ کی مانند کوئی شرح روئے زمین پر موجود نہیں ہے''۔ علم وفضل اور کمال میں اس درجہ بلندی پر تھے کہ آپ کو اقران ومعاصرین رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، چنانچہ آپ کے مقام علمی کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: ''جی چاہتا ہے کہ مولانا ادریس کاندھلوی کا علم چرالوں''۔ فضل وکمال اور اخلاق وعادات میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ ایک عرصہ دارالعلوم دیوبند کی مسند تدریس پر بھی فائز رہے ۱۹۵۲ء سے اخیر عمر تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں مسند حدیث پر فائز رہ کر ہزاروں تشنگان علوم کو اپنے چشمۂ فیض علمی سے سیراب کیا۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے، ساری زندگی علم وعمل، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں صرف کی۔

تصانیف: چند مشہور تصانیف یہ ہیں: تفسیر معارف القرآن، التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، تحفۃ القاری فی حل مشکلات البخاری، عقائد اسلام، سیرت مصطفیٰ، اصول اسلام، خلافت راشدہ، ختم نبوت، اسلام ونصرانیت، اس کے علاوہ بے شمار تحریرات مختلف رسائل وجرائد میں بکھری ہوئی ہیں۔

وفات: ۷؍رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸؍جولائی ۱۹۷۴ء کو اس علم وفضل کے پیکر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے
(غالبؔ)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۱۳۰۳ھ۔ بانئ جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نہایت متواضع ومنکسر المزاج، انتہائی نحیف، مگر علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ نے مسلمانوں کی پستی اور حالت زار کو دیکھتے ہوئے نہایت دلسوزی، ایثار ولگن اور خلوص وللّٰہیت کے جذبات سے سرشار ہو کر تبلیغی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ کے اخلاص، لگن، تڑپ اور جذبہ کی برکات ہیں کہ آج یہ جماعت پورے عالم میں ایک ہمہ گیر تبلیغی واصلاحی تحریک کی شکل اختیار

کر چکی ہے۔ آپ کی دلسوزی اور جذبہ عجیب وغریب تھا، ساری رات بے چینی میں روتے اور امت کے حق میں دعائیں کرتے گزرتی، چہرے پر حزن وملال اور فکرمندی کے آثار نمایاں تھے، ساری زندگی اسی فکر اور بے چینی میں گزری۔

شب وصال: جس شب آپ نے وصال فرمایا اس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے: ابتدائے شب ہی سے کپڑوں اور جسم کی طہارت کا اطمینان فرما کر ذکر میں مشغول ہو گئے اور رات کے پچھلے پہر میں اپنے بیٹے مولوی یوسف صاحب کو بلا کر فرمایا: ''یوسف آمل لے ہم تو چلے'' اور صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفریں کے سپرد کر کے زندگی بھر کا یہ تھکا ماندہ مسافر آغوش حق میں پہنچ کر گہری نیند سو گیا۔ یہ حسرت بھرا واقعہ ۱۲،۱۳؍ جولائی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب میں پچھلے پہر پیش آیا۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۲۷؍ شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۶؍ اکتوبر ۱۸۷۵ء۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فضل وکمال، تبحر علمی، وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اپنے عہد کی بے مثال شخصیت تھے۔ آپ علوم حدیث کے حافظ ونکتہ شناس، جلیل القدر فقیہ، بلند پایہ ادیب، معقولات میں ماہر، شعر وسخن سے بہرہ مند اور زہد وتقوی میں کامل تھے۔ آپ کو حضرت شیخ الہند اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے والد بزرگوار مولانا معظم شاہ صاحب سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ علوم میں تبحر اور عمق کا یہ عالم تھا کہ متقدمین کے علوم پر ناقدانہ نظر تھی۔ مسند درس پر رونق افروز ہوتے تو جلو میں تحقیقات کا انبار ہوتا۔ حافظ ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسی بلند پایہ شخصیات کی لغزشوں اور علمی کمزوریوں پر کامل اطلاع رکھتے تھے۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ اکثر کتب فقہ وحدیث کی عبارات بقید صفحہ وسطر یاد تھیں۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق آپ کو عربی کے کم از کم پچاس ہزار اشعار حفظ تھے؛ چنانچہ جو کوئی بات بھی آنکھ یا کان کے راستہ سے دماغ تک پہنچ جاتی وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی۔ ایک عرصہ تک دار العلوم دیوبند میں صدارت تدریس کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کا مطالعہ محض علوم شرعیہ تک محدود نہ تھا، بلکہ تمام علوم وفنون کے رموز واسرار کے ایسے شناسا تھے کہ ان علوم وفنون

کے بڑے بڑے ماہرین آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا کرتے۔ علوم شرعیہ ودیگر علوم وفنون کے علاوہ طب اور جفر ورمل میں بھی آپ کی مہارت مسلم تھی۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم آپ کے کمالات علمیہ سے بے حد متاثر تھے اور آپ کے بڑے قدر دان تھے، جب آپ کے سانحۂ وفات کی خبر پہنچی اقبال مرحوم نے تعزیتی جلسہ میں اس شعر کے ساتھ تقریر شروع کی:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور پھر فرمایا کہ اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ محقق ابن ہمام کے بعد استخراج مسائل میں علامہ کشمیری کی نظیر نہیں ملتی اور جس وقت علامہ کوثری مرحوم کے قلم سے یہ حقیقت تراوش ہو رہی تھی تو محقق ابن ہمام کے انتقال کو ٹھیک پانچ سو سال گزر چکے تھے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور علامہ کوثری کے تاثرات میں یہ توافق حیرت انگیز ہے۔ مجدد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل امت مسلمہ میں علامہ کشمیری کا وجود ہے اگر اس میں ذرا بھی کجی ہوتی تو آپ اس سے کنارہ کش ہو جاتے''۔

تصانیف: مشکلات القرآن، فیض الباری تقریر بخاری، تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، اکفار الملحدین، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین، بسط الیدین، کشف الستر عن صلاۃ الوتر، دعوت حفظ ایمان، النور الفائض علی نظم الفرائض، خزائن الاسرار وغیرہ۔

وفات: ۳؍ صفر ۱۳۵۲ھ بوقت نصف شب کائنات علم کا یہ عظیم سانحہ پیش آیا۔

سَلَامٌ عَلٰى حَفَظِ الْكِتَابِ وَسُنَّتِهٖ — وَحِفْظٍ وَضَبْطٍ بعدَ شيخٍ مُبَجَّلِ
أُرِيدُ بِهٖ نُورَ الْهِدَايَةِ أَنْوَرَا — كَبَدْرٍ مُبِيْنٍ فِي دُجَى اللَّيْلِ الْأَلْيَلِ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۸۷۸ء۔ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے علم وفضل، زہد وتقوی اور خشیت وللّٰہیت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ حضرت مفتی صاحب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ

اللہ تعالی کے خاص خلفا میں سے تھے اور عبدیت وتواضع ، سادگی و بزرگی اور اخلاق وکردار میں اپنے شیخ کا نمونہ تھے۔حکیم الامت رحمہ اللہ تعالی کے خلفا میں آپ کی تواضع مثالی تھی اور مرشد کے علوم ومعارف کا خزانہ تھے ۔ ابتداءً ایک طویل عرصہ تک مدرسہ غزنویہ امرتسر میں بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔قیام امرتسر کے زمانہ میں نماز فجر کے بعد آپ کا معمول درس قرآن دینے کا تھا جس میں عوام،علماورؤسا اور ہر طبقہ کے لوگ بڑی تعداد میں شرکت کرتے ۔اس درس میں سامعین کی کیفیت عجیب ہوتی تھی ، کہیں سے چیخوں کی آواز آتی اور کسی پر گریہ طاری ہوتا،غرضیکہ اس درس میں بے حد تاثیر تھی۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی نے ۴ مصرعوں میں اس درس کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔اخیر کے ۲ مصرعے ملاحظہ ہوں:

سناوہ درس قرآں دل کی آنکھیں کھول دیں جس نے　　　معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا

قیام پاکستان کے بعد نیلا گنبد لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔اس کے بعد مزید وسعتوں اور آب وتاب کے ساتھ اس کی مرکزی حیثیت کو اسی نام کے ساتھ فیروز پور روڈ لاہور منتقل کردیا گیا، جہاں آج یہ پاکستان کے عظیم مدارس میں شمار ہوتا ہے۔دینی وعلمی خدمات کے علاوہ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا، نیز قیام پاکستان کے بعد نفاذ شریعت اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بے مثال قربانیاں دیں اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر نشین رہے۔

وفات: یکم جون ۱۹۶۱ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمہ اللہ تعالی:

ولادت: ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۲ء۔آپ اپنے وقت کے عظیم المرتبت محدث،جلیل القدر فقیہ اور زہد وتقوی کا پیکر تھے۔اللہ تعالی نے طویل عمر عطا فرمائی،عمر کے لمحات اور ساعات کی وسعتوں سے بڑھ کر خدمتِ دین اور خدمتِ خلق میں مصروف رہے۔قریب، بعید اور ابعد جہاں تک ممکن ہوا طویل اسفار فرما کر تکالیف برداشت کیں اور اپنے وقت کی نابغۂ روزگار شخصیات سے کسب فیض کیا۔آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحمٰن عراقی ،مولانا یونس میرٹھی (شاگرد شیخ الہند)،

مولانا معین الدین چشتی بہاری، مولانا محمد شریف (شاگرد شیخ الہند)،مولانا عبدالباری پشاوری، مولانا فضل حسین سرحدی اور مولانا امتیاز احمد جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔۱۹۴۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر تشریف لائے، پاکستان بننے کے بعد جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب پشاوری پاکستان تشریف لے گئے تو آپ دارالعلوم کے مسند حدیث پر فائز ہوئے اور اخیر سانس تک اسی منصب جلیلہ پر فائز رہے۔آپ اونچے درجہ کے ارباب تدریس میں سے تھے اور تقریبا ۵۰ سال تک مسلسل بخاری شریف پڑھانے کا آپ کو اعزاز حاصل ہوا۔آپ اصلاً چارسدہ پشاور پاکستان کے رہنے والے تھے۔

وفات: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء کو اس علم وفضل کے پیکر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم:

ولادت: ۲/یا ۳/جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ ۔حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے فرزند رشید، دارالعلوم کراچی کے مہتمم، بالغ النظر اور جید الاستعداد عالم دین ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو بے شمار خصوصیات اور کمالات سے نوازا ہے۔اس وقت آپ اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان کے صحیح جانشین ہیں اور ان کے مزاج ومذاق کے عین مطابق دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصانیف: علامات قیامت اور نزول مسیح ، احکام زکوٰۃ ، یہ تیرے پر اسرار بندے، یورپ کے تین معاشی نظام، رفیق حج، حیات مفتی اعظم ، کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں، فقہ میں اجماع کا مقام، فقہ اور تصوف، حاشیہ تسہیل الوصول وغیرہ۔دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کے علم وعمر میں افزونی فرمائیں۔آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ:

ولادت با سعادت: ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ۔حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کیا

تھے؟ عارف باللہ، صاحب الورع والتقویٰ، علم وعمل، زہد وورع، ایمان ومعرفت کا پیکر اور فضل وکمال کا ایسا سرچشمہ جس سے ہزاروں تشنگانِ علوم نے اپنی علمی تشنگی کو فرو کیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اکابر ومشائخ کی طویل روحانی روایات اور عظیم نسبتوں کے حامل اور امین تھے۔ تقریباً ۳۵ رسال تک مظاہر علوم سہارنپور میں مسند حدیث پر فائز رہے۔ آپ کا درس عشق نبوی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتا تھا۔ آپ انتہائی سوز وگداز اور قلبی توجہات کے ساتھ درس دیا کرتے تھے، جس کا پورے مجمع پر غیر معمولی اثر ہوتا تھا، یہی اثر تھا جس کی وجہ سے مجمع پر گریہ اور آہ وبکا کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، بالخصوص جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کی حدیث کا درس دیتے تو خود حضرت شیخ پر بھی گریہ طاری ہوجاتا اور معلوم ہوتا گویا یہ عظیم سانحہ آج ہی پیش آیا ہے۔

۱۳۳۳ھ میں آپ نے بیعت وتربیت کا تعلق حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم فرمایا اور ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ میں جب آپ سفر حجاز سے واپس ہونے لگے تو حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت وارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس شان سے کہ اپنا عمامہ مبارک سر سے اتار کر حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادر اکبر مولانا سید احمد فیض آبادی ثم مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیا کہ وہ حضرت شیخ کے سر پر باندھ دیں، جب عمامہ باندھا گیا تو شیخ کی شدت گریہ سے چیخیں بلند ہوگئیں، حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آبدیدہ تھے، حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری اس واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت میں خود انکاری اور تواضع غالب تھی اس خوف سے کہ کہیں ہندوستان میں اس واقعہ کی تشہیر نہ ہوجائے آپ نے حضرت رائے پوری کے پیر پکڑ لئے اور اس بات کا عہد لینا چاہا کہ وطن پہنچ کر کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ کریں گے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بے حد عشق ومحبت کا تعلق تھا، جب کبھی تذکرہ نکلتا تو سخت بے چین ہوجاتے اور آپ پر گریہ طاری ہوجاتا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی آپ کی سوانح میں لکھتے ہیں:

’’شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار وسکینت اور ضبط وتحمل کے فانوس میں عشق ومحبت کا ایسا شعلہ تھا جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں ... ان کا خمیر عشق ومحبت کے اس جوہر کے

ساتھ گوندھا گیا تھا، ان کا حال وہ تھا جو سوداؔ نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا — کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

عشق ومحبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا اور اس کے شرارے اس وقت نظر آتے جب عشق الٰہی، ذات رسالت پناہی اور واصلان بارگاہ الٰہی کا تذکرہ ہو‘‘۔

تصانیف: درس وتدریس اور دیگر مشاغل کے باوجود شیخ کی طبیعت میں اعلیٰ تصنیفی ذوق ودیعت تھا، چند مشہور تصانیف یہ ہیں: حکایات صحابہ، فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ، فضائل قرآن، فضائل رمضان، فضائل صدقات، فضائل حج، فضائل درود شریف، تاریخ مشائخ چشت، قرآن مجید اور جبریہ تعلیم، اوجز المسالک، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، الاعتدال فی مراتب الرجال، مقدمہ وحواشی لامع الدراری، حاشیہ الکوکب الدری، حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وغیرہ۔

وفات: ۲۵ رمئی ۱۹۸۲ء کو جان جان آفریں کے سپرد کی۔ جوار رسول میں دفن ہونے کی زندگی بھر کی تڑپ اور تمنا رنگ لائی، چنانچہ جوارِ رسول جنت البقیع میں اپنے استاذ ومرشد حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں محو خواب ہیں، بعد تدفین حضرت شیخ کے ایک مجاز نے دیکھا کوئی کہہ رہا ہے: ’’ **فتح له أبواب الجنة الثمانية** ‘‘.

اے خوشا قسمت کہ ہجرت ہوگئی اس کی قبول
تا ابد سوئے گا عاشق زیر دامان رسول
حشر تک جب بھی مدینہ میں ہوا لہرائے گی
بوئے زلف مصطفیٰ اس کی لحد میں آئے گی

حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب دامت برکاتہم:

حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب دامت برکاتہم خانوادۂ قاسمی کے چشم وچراغ، قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلف الرشید، بے مثال عالم دین، علوم قاسمیہ کے ترجمان اور وقف دار العلوم دیوبند کے مہتمم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ کمالات وصفات سے نوازا ہے۔ تبحر علمی

میں قاسمی اور تقریر و خطابت میں قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالی کی جھلک پڑتی ہے اور اس وقت نہایت خوش اسلوبی سے دار العلوم دیوبند (وقف) میں اہتمام کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ایک طویل عرصہ سے مسند حدیث پر فائز ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ:

ولادت با سعادت: ۲۰؍شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے وقت کے عظیم مفسر، جلیل القدر محدث، بلند پایہ فقیہ اور بے مثال عالم دین تھے، آپ کے تبحر علمی اور خدمت دین کی ضوفشانی ہند و پاک کی تاریخ کا اہم حصہ ہے، آپ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کے اجل خلفا میں سے تھے، اور حکیم الامت رحمہ اللہ تعالی کے علمی و روحانی کمالات کے ترجمان اور صحیح جانشین تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی آپ کے کمالات علمیہ کے بے حد معترف اور قدر دان تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے متعلق فرمایا: ''اللہ تعالی مفتی محمد شفیع کی عمر دراز کرے، مجھے ان سے دو خوشیاں ہیں ایک تو یہ کہ ان کے ذریعہ علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں''۔ آپ نے ایک طویل عرصہ تک دار العلوم دیوبند کی مسند تدریس پر فائز رہ کر ہزار ہا تشنگان علوم کو سیراب کیا اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے بعد مدت دراز تک صدر مفتی کی حیثیت سے کام کیا اور آپ کے قلم فیض رقم سے اس مدت میں ہزاروں فتوے صادر ہوئے، حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ تعالی نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ ملک وملت کے لیے بھی بے مثال خدمات انجام دیں، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی و دیگر حضرات کے ہمراہ آپ نے ہر موقع پر حصولِ وطن کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد آپ نے مستقل قیام کراچی میں فرمایا، پاکستان تشریف لا کر دستور کے نفاذ، قرار داد، مقاصد کی تدوین و ترتیب اور اس کی منظوری میں اہم کردار ادا کیا اور دستور یہ کے تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے اہم رکن نامزد ہوئے، علامہ سید سلیمان ندوی کی وفات کے بعد آپ کو بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا، نیز ایک عرصہ تک آپ قانون کمیشن کے بھی ممبر رہے۔ پاکستان تشریف لانے کے بعد

انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں علمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک مدرسہ ''دار العلوم'' کے نام سے قائم کیا، جس کا شمار آج پاکستان کے عظیم درسگاہوں میں ہوتا ہے، آپ اخیر دم تک تعلیم وتبلیغ، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہے، اتنے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود مزاج میں انکساری غالب تھی، آپ نہایت خندہ جبیں، خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے۔

تصانیف: آپ کی تصانیف کا عدد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے، چند مشہور تصانیف یہ ہیں: تفسیر معارف القرآن، احکام القرآن (سورۂ شعراء تا حجرات)، فتاوی دار العلوم دیوبند، آلات جدیدہ کے شرعی احکام، جواہر الفقہ، احکام حج، اسلام کا نظام اراضی، آداب المساجد، تصویر کے شرعی احکام، شب برأت، احکام القمار، ختم نبوت، ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں، سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ہدایت المہدیین فی آیات ختم النبیین، سنت وبدعت، مقام صحابہ، دستور قرآنی، اسلام کا نظام تقسیم دولت، آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، گناہ بے لذت، دل کی دنیا، تحفۃ الوطن، وغیرہ۔

وفات: ۱۰؍شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کو آپ راہی ملک عدم ہوئے اور احاطہ دار العلوم ہی میں ناریل کے ان درختوں تلے آرام فرما ہیں جو خود انھوں نے اپنی زندگی میں بہ شوق ورغبت لگائے تھے۔

فروغِ شمع جو اَب ہے، رہے گی رہتی دنیا تک   مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ:

ولادت: محرم ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالی بانی دار العلوم دیوبند کے پوتے، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے فرزند اکبر اور دار العلوم دیوبند کے بے مثال مہتمم تھے۔ حضرت قاری صاحب اپنے عصر کے بے مثال خطیب، سحر البیان واعظ، محقق، مدقق، ذکی وذہین اور نکتہ سنج عالم دین تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اسرار وحکم اور علوم ومعارف میں اپنے جد امجد حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کے صحیح ترجمان تھے۔ حضرت قاری صاحب تواضع، فروتنی، اور مروت وشرافت کا پیکر تھے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ تک دار العلوم

دیوبند کی مسند اہتمام پر فائز رہے اور اس عرصہ میں دارالعلوم کی بے مثال خدمت کی۔ آپ کے عہد میں دارالعلوم انتظامی، تعلیمی اور تعمیری غرضیکہ ہر لحاظ سے بام عروج پر پہنچ گیا۔ آپ نے اپنی زندگی میں کثرت سے سفر کئے اور ان اسفار میں جس انداز سے پورے عالم میں دارالعلوم کو متعارف کرایا اس کی نظیر اس سے پہلے ملنا مشکل ہے۔ حضرت قاری صاحب بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ کامل درجہ کے عارف اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مجاز تھے۔ نظم ونسق اور انتظامی امور میں خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔

تصانیف: آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: سائنس اور اسلام، مشاہیر امت، شان رسالت، فلسفۂ نماز، علم غیب، خاتم النبیین، اسلام اور مغربی تہذیب، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، ڈاڑھی کی شرعی حیثیت، دین وسیاست، شرعی پردہ، اصول دعوت اسلام، کلمہ طیبہ کی حقیقت، مسئلہ زمان اور ہندوستان، مسئلہ تقدیر، اسلامی مساوات، کلمات طیبات، آفتاب نبوت، عرفان عارف، خطبات حکیم الاسلام، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، اسباب عروج وزوال اقوام، سفرنامہ افغانستان، علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، وغیرہ۔

وفات: ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء کو دارالعلوم دیوبند کا یہ عظیم فرزند، اسی چشمۂ فیض کا فیض یافتہ اور فیض رساں عمر کی ۸۸ منزلیں گزار کر مالک حقیقی سے جاملا۔

بات جس کی حکمت اسلام میں ڈوبی ہوئی   فکر جس کا تھا چراغ ضوفشاں جاتا رہا

شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۶؍جنوری ۱۹۴۳ء۔ راقم الحروف کے والد مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شفیق الامت نوراللہ مرقدہ، مجسم صدق وصفا، فضل وکمال، ایمان ومعرفت کا پیکر اور جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدیت وتواضع، خشیت وللّٰہیت، اخلاق وکردار، نگاہ کی جامعیت، دلسوزی، ایثار ولگن جیسی عالی صفات سے سرفراز فرمایا تھا۔ خاندانی بزرگوں کے بیان کے مطابق بچپن ہی سے آپ نہایت نیک طینت، بلند اقبال اور سعادت مند تھے۔ یوم ولادت ہی سے آثارِ رشد وہدایت جبیں پر نمایاں اور ممتاز تھے۔ کثرت

سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین نے مادرزاد ولی ہونے کی شہادت دی۔ عشق الٰہی کی جو چنگاری آپ کے قلب میں روشن تھی اس نے آتش سوزاں کی شکل اس وقت اختیار کرلی جب بعمر ۱۲؍سال آپ نے حضرت اقدس شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہ کی سکھر کی پندرہ روزہ مجالس میں مولانا محمد احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکان پر شرکت فرمائی۔ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور مثنوی شریف کے اشعار پر مشتمل ہوا کرتیں، آپ زور دے کر فرمایا کرتے کہ "**منعم علیھم**" بندوں کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ ان مجالس میں شرکت کے بعد آپ کا یہ حال بن گیا تھا کہ اللہ والا بننا ہے۔ اور "**منعم علیھم**" بندوں میں شامل ہونا ہے۔ کسی کروٹ آپ کو چین نہ آتا تھا۔ مرشد حق کی تلاش میں بے تاب رہتے تھے، چنانچہ حق جل مجدہ نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہ کے دامن فیض سے ۱۲؍سال کم سنی میں وابستہ ہوگئے۔ حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہ کا آبائی شہر بھی علی گڑھ تھا جس کی بنا پر پہلے ہی خاندانی بزرگوں سے واقفیت اور مراسم موجود تھے۔ بیعت وتربیت کے تعلق کے بعد سے آپ کا شمار خانوادۂ مسیحیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہونے لگا۔ حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہ کا آپ کے ساتھ روز اول ہی سے بے پناہ شفقت ومحبت اور الطاف وانعام کا معاملہ رہا۔ آپ کا اپنے شیخ حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا تعلق تھا۔ اپنے شیخ کے سچے عاشق اور فنافی الشیخ تھے۔ فطرت نے قلب مصفیٰ سے تو نوازا ہی تھا، حضرت مسیح الامت کی صحبت ومعیت نے مجلّٰی بھی بنادیا، چنانچہ ایک وقت آیا کہ آپ علوم مسیحیہ کے ترجمان بنے اور ہزارہا گم گشتگان طریق نے اس قندیل فروزاں سے منزل حقیقی کا پتہ پایا۔ درِ مسیح الامت سے تقریباً ۴۰ سال بے پناہ عقیدت ومحبت کے ساتھ وابستہ رہے، جس کا اظہار حضرت مسیح الامت کے وصال پر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا:

اِک در پہ میں نے عمرِ محبت گزار دی   فاروق جبین شوق جھکاتے کہاں کہاں

حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہ آپ کے انداز تعلیم وتربیت پر بے حد اعتماد فرمایا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے کہ: "الحمدللہ آپ کے ہاں عوام کی بھیڑ نہیں، علما کا رجوع زیادہ ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح خلق میں بے مثال باریک بینی اور بالغ نظری سے نوازا تھا۔ حضرت

مسیح الامت نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد آپ صرف ساڑھے چھ سال حیات رہے۔اس عرصہ میں اپنے شیخ کی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے لئے اپنی صحت، قوتِ عمل، شب وروز غرضیکہ سبھی کچھ اس مشن پر قربان کر دیا۔آپ کے جوشِ عمل اور جذبہ ولگن کے آگے بادِ سموم وصبا، سرد وگرم سب برابر تھا۔حضرت کا ایک ایک ملفوظ دن، تاریخ اور مقام کے ساتھ یاد تھا۔آپ ان یگانہ روزگار ہستیوں میں سے تھے، جنھوں نے بیک وقت وعظ وتبلیغ، تصنیف وتالیف، علم وتحقیق اور بیعت وارشاد کی مسندوں کو زینت بخشی۔آپ مجسم تواضع وشفقت تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دردمند دل عطا فرمایا تھا۔طالبین طریقت پر بے حد شفقت فرماتے اور طالبین کے بارے میں فرمایا کرتے: ''ان کے ساتھ نرمی شفقت ہو نرمی شفقت ہو''۔

آپ کی زندگی حبِ رسول اور عشقِ نبوی سے عبارت تھی۔اپنی زندگی میں بارہا حالتِ نوم وبیداری میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔انتہائی سوز وگداز سے ساری زندگی بار بار درِ اقدس پر حاضر ہوتے رہے۔آپ اکثر خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں   تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

اور ہر بار واپس آنے کے بعد دوبارہ جانے کے لیے بے تاب رہتے۔اتباعِ سنت آپ کا حال تھا۔آپ کا خمیر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جوہر کے ساتھ گوندھا گیا تھا۔اپنی حیاتِ مبارکہ کے تین ہی مقاصد بیان فرمایا کرتے تھے: خدمتِ خلق، اشاعتِ طریق اور حاضری حرمین۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیکرِ اخلاق بنایا، آپ کی تواضع بے مثال تھی۔طبیعت میں تواضع، اپنی ذات کی نفی اور خود انکاری غالب تھی۔آپ اپنی تعلیمات میں بھی خلقِ تواضع کے حصول پر بہت زور دیا کرتے اور فرمایا کرتے: اسلام جن اخلاق سے پھیلا ہے ان میں اصل اور اساس خلقِ تواضع ہے اور اکثر فرمایا کرتے اگر یہ جاننا ہو کہ کس نے کتنا پایا تو موٹی سی بات ہے کہ جس نے جتنا اپنے کو مٹایا (یعنی تواضع اختیار کی) اتنا ہی پایا اور جتنا پایا اتنا ہی مٹایا۔ پانا کیا ہے؟ مٹانا ہے۔اور مٹانا کیا ہے؟ پانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بلا کی کشش اور جاذبیت رکھی تھی۔جو ایک بار مل لیتا

گرویدہ ہو جاتا اور اپنے آپ کو اس تعلق سے منقطع کرنے میں بے بس جانتا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو موثر اسلوب اور شگفتہ طرزِ ادا کا مالک بنایا تھا، جو بات فرما دیتے دل میں گھر کر جاتی۔

طبیعت میں بے مثال سخاوت تھی۔نہایت ہی خدا ترس اور دردمند دل کے مالک تھے، نہایت ہی اخفا کے ساتھ غریبوں اور بیواؤں کی خبر گیری فرماتے، طلبا کی کفالت کرتے، دینی اور رفاہی کاموں پر دل کھول کر خرچ فرماتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ دعا ومناجات عطا فرمایا تھا، آپ مستجاب الدعوات تھے، اپنے احباب ومتعلقین سے لے کر پورے عالمِ اسلام تک کے ایک ایک مسئلہ کے لئے بڑی دل سوزی اور دردمندی سے دعائیں فرماتے۔آپ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چالیس سے زیادہ خلفا کی زیارت وصحبت سے مستفید ومشرف ہوئے۔اکابرین کا بے پناہ اعتماد آپ کو حاصل تھا۔ ۱۹۸۵ء میں آپ سفر فرما کر حضرت مولانا محمد اللہ صاحب المعروف حافظ جی حضور نور اللہ مرقدہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی دعوت پر بنگلہ دیش تشریف لے گئے، مجمع عام میں حضرت حافظ جی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''ایسا لگتا ہے کہ آج میرے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں''۔آپ کے اندازِ تربیت پر اکابرین ومعاصرین سب کو بے حد اعتماد تھا۔اکثر حضرات اپنے متعلقین کو گاہے گاہے آپ کے پاس وقت لگانے کے لیے بھیجا کرتے:

ظلمت کدہ میں میرے شبِ غم کا جوش ہے   اک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے

تصانیف: ہماری نماز، رہنمائے حجاج، خطاباتِ احسانی، ذکرِ مسیح الامت، خاصانِ خدا، مقبول دعوات، معمولاتِ نافعہ، نظامِ زیارت، نظامِ اعتکاف، نظامِ عرفات، بہشتی ثمر (ترتیب وتبویب جدید)، شریعت وتصوف (ترتیب وتبویب جدید)، افاداتِ فاروق مواعظ (دس حصے)، اس کے علاوہ بے شمار مواعظ اور مکتوبات اور قیمتی تحریرات زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہونے کی بنا پر منظرِ عام پر نہیں آسکی ہیں۔

سانحۂ ارتحال: عرصہ بیس سال سے آپ کو عارضۂ قلب لاحق تھا، اس تکلیف پر شکوہ تو کیا فرماتے بلکہ بڑے مزے لے لے کر فرمایا کرتے:

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا

اللہ تعالی نے بے مثال ہمت سے نوازا تھا، اپنے شیخ حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہ کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ فیضان شیخ عالم برزخ سے بصورت ہمت نظر آتا ہے۔ ایک صاحب نے وصال سے تقریباً چھ سال قبل اپنے عریضہ میں آپ کی طبیعت دریافت فرمائی تو عجیب عنوان شکر سے جواب میں تحریر فرمایا: ''دل پر بصورت انجائنا انعامات کی بارش کو چودھواں سال چل رہا ہے''۔ ۲۰؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۹۹ء شب جمعہ میں آپ اپنے برادر زادہ کی نکاح خوانی کے لئے بذریعہ ٹرین کراچی تشریف لے جارہے تھے کہ پیغام حق آپہنچا اور آپ نے حالت سفر میں دیر تک ذکر اللہ میں مشغول رہنے کے بعد باآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد فرما کر جان جان آفریں کے سپرد فرمادی۔ اور یوں یہ ناکارہ اور حضرت والد محترم رحمہ اللہ تعالی سے عقیدت رکھنے والی ایک خلقت ایک شفیق باپ اور محبوب مرشد سے محروم ہوگئی۔

عجب اتفاق ہے کہ آپ نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام میں اس کتاب ''قرار دل'' کا مسودہ ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس وقت راقم الحروف کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے محبوب ومشفق کا مرثیہ بھی درد وغم کی داستان بن کر اس کتاب میں شامل ہوگا اور میں اس ٹھنڈے سے سائے سے محروم ہوکر اس بھری دنیا میں تنہا رہ جاؤں گا۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے   سبزۂ نو دستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۴۸ھ۔ بانئ دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کا جیتا جاگتا وجود بجائے خود اسلام کی روشن دلیل، جن کا ہر قول وعمل نشانِ راہ ہے، امت کے ان عظیم محسنین میں سے ایک ہیں جنھوں نے امت کی ڈوبتی نبض اور ڈولتی ناؤ کو سنبھالا اور بیک وقت مشکل ترین وقت میں ہمہ قسمی رہنمائی فراہم کی۔ ایک طرف دار العلوم کی صورت میں دینی، علمی اور اخلاقی رہنمائی کے لیے عظیم مرکز قائم کیا تو دوسری طرف ملک وملت کے لئے میدان عمل میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ علوم میں جلاء، عمق اور اسرار ومعارف کا یہ عالم کہ انتہائی سہل اردو میں لکھی گئی

کتابوں کا سمجھنا عوام تو عوام بعض اچھے خاصے علما کے بس سے بھی باہر ہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی مہارت مسلم امر ہے۔

تصانیف: چند مشہور تصانیف یہ ہیں: آب حیات، تصفیۃ العقائد، تحذیر الناس، انتصار الاسلام، قبلہ نما، حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر، تحفۃ اللحیۃ، مباحثہ شاہجہان پور، جمال قاسمی، توثیق الکلام اور اجوبۂ اربعین، وغیرہ۔

وفات: یہ آفتاب علوم ومعارف ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ عین دفن کے وقت حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالی روتے جاتے تھے اور آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری تھا:

مٹی میں کیا سمجھ کے دباتے ہو دوستو   گنجینۂ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب علی گڑھی نور اللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء۔ مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب علی گڑھی نور اللہ مرقدہ قطب دوراں، عالم ربانی، شریعت وطریقت کے جامع، متنوع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالی نے آپ کو ایسی بلند صفات اور اعلی کمالات سے نوازا تھا کہ بلا مبالغہ آپ کے دم سے مکارم اخلاق، سماحت نفس وفراخی قلب کا اعتبار ووقار قائم تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن علی گڑھ میں حاصل کی اور دراسات عالیہ کی تکمیل کے لئے ازہر الہند دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، بچپن ہی سے حیاء، وادب، وقار وحلم اور ذکاوت وذہانت جیسے اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، صحبت اہل اللہ کا خاص ذوق تھا، چنانچہ زمانہ تعلیم ہی میں آپ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دست حق پر بیعت ہوگئے اور بہت ہی جلد اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کو آپ کے طرز تعلیم اور انداز تربیت پر بے حد اعتماد تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے اپنے گیارہ مخصوص خلفا کے نام ایک اعلان میں تحریر فرمانے بعد لکھا: ''اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں جن کے طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کرلیں''۔ ان

گیارہ مخصوصین میں حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ تعالی کا اسم گرامی بھی شامل تھا، نیز ایک مرتبہ خلفا کے بارہ میں کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا: ''عیسی (مولانا محمد عیسی صاحب الہ آبادی) اور مسیح (حضرت مسیح الامت) سب سے بڑھ گئے''۔ اور آگے چل کر وقت نے یہ ثابت بھی کر دیا اور ہزاروں تشنگان طریق اس چشمہ فیض الہی سے سیراب ہوئے اور لاکھوں گم گشتگان راہ نے اس قندیل فروزاں سے منزل حقیقی کا پتہ پایا۔ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کی جوہر شناس نظر نے حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ تعالی کا اس مدرسہ کے لئے انتخاب کیا اور بحیثیت مہتمم اور صدر مدرس یہ ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی، آپ کی مخلصانہ جدوجہد اور خون جگر کی آبیاری سے یہ مدرسہ ہندوستان کے بڑے مدارس عربیہ میں شمار ہونے لگا۔ آپ کو اپنے شیخ مجدد تھانوی رحمہ اللہ تعالی سے خاص عقیدت ومحبت کا تعلق تھا، کوئی مجلس شیخ کے تذکرہ سے خالی نہ ہوتی تھی، جب کبھی اپنے شیخ کا ذکر فرماتے تو ایک عجیب سوز وعشق کی کیفیت آپ پر طاری ہوجاتی، آپ کو مسائل تصوف میں خاص درک اور ید طولی حاصل تھا اور اس راہ کے نشیب وفراز سے خوب اچھی طرح واقف تھے، اللہ تعالی نے آپ کو عجیب وغریب بلاغت سے نوازا تھا، چنانچہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور چٹکلوں میں تصوف کی روح اور حقیقت کو بیان فرمادیا کرتے تھے، اسی لیے آپ کی تعلیمات میں جامعیت کی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ مثلا: ''اول اخلاص، آخر احسان، اخلاص واحسان کے ذریعہ اعمال کو نکھارنا تصوف کا خلاصہ ہے، اخلاص واحسان سے تمامی رذائل مبدل بفضائل ہوجاتے ہیں۔ اپنے نفس کو مشغول رکھو قبل اس کے کہ وہ تمھیں اپنے شغل میں لگالے، اشاعت دین سے نصرت ہوگی، ذکر اللہ سے معیت نصیب ہوگی'' وغیرہ آپ کی بلاغت کے بے مثال نمونے ہیں۔

تصانیف: چند مشہور تصانیف یہ ہیں: شریعت وتصوف، اصول تبلیغ، احکام تبلیغ، تقلید واجتہاد، اہتمام وشوری، تعلیمات اسلام، التوحید الحقیقی، رسالہ اسٹرائک، الحج، الجہاد، حفظ المسلم، فضل الباری تقریر بخاری، ختم بخاری، فضیلت علم، ذکر الہی، اسلام اور امن عام وغیرہ۔ مجالس، ملفوظات ومکتوبات بھی کئی ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

وفات: ۷/ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۹۹۲ء کو فضل وکمال، ایمان ومعرفت

اور زہد وورع کا یہ مہر تاباں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، جس کی ضیا پاشیوں سے نصف صدی سے زائد عرصہ تک ایک عالم منور ہوتا رہا۔ فرحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

رکیں کس مسیحا نفس کی وہ سانسیں   صفت جن کے اندر تھی آبِ بقا کی

حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب روحانی بازی:

حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب روحانی بازی دامت برکاتہم عصر حاضر کے فقید المثال علما میں سے ہیں۔ آپ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال درجہ کی مہارت رکھتے ہیں اور رائج الوقت بعض علوم وفنون ایسے بھی ہیں کہ جن میں آپ جیسے شناور تلاش بسیار کے بعد شاید چند ایک بھی مشکل سے دستیاب ہوں۔ جن کا بین ثبوت علم ہیئت پر آپ کی نادر ترین کتب کی صورت میں دنیا کے سامنے موجود ہے اور یہ اعزاز بھی فقط آپ ہی کے حصہ میں آیا کہ اس وقت پوری دنیا میں علم ہیئت جدیدہ پر بہ زبان عربی سب سے پہلے آپ ہی کی کتب منظر عام پر آئیں اور پھر علم ہیئت جدیدہ وقدیمہ میں ایک دو نہیں تقریبا ۳۰ سے زائد کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ کسی ایک فن میں اتنی زیادہ کتابیں لکھنے والے پوری تاریخ اسلام میں معدودے چند ہی نظر آتے ہیں۔ یہ تو تذکرہ تھا علم ہیئت کا، موصوف تمام علوم وفنون میں اسی جامعیت اور امتیازی شان کے مالک ہیں۔ آپ کی شان علمی یہ ہے کہ بذات خود بعض علوم کے موجد ومخترع ہیں، چنانچہ علامہ محقق شیخ عبد الحق بن عبد الکریم غزنوی شارح جامع ترمذی وشارح قاضی مبارک آپ کی کتاب فتح العلیم وفتح اللہ کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ: ''مولانا روحانی بازی صاحب علم الجلالہ کے مؤسس، مخترع وموجد ہیں''۔ اس کتاب میں تحقیقات وتدقیقات کا ایک انبار لگا ہوا ہے حتی کہ بعض اشکالات کے جوابات کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔ جب آپ کی یہ کتاب منصۂ شہود پر آکر عرب دنیا میں پہنچی تو علمی حلقوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس دور کے علما ایسی کتاب لکھنے سے عاجز ہیں، تاریخ اسلام میں پانچ چھ سو سال پہلے علما کی یہ شان تھی۔ ایک مرتبہ سفر حجاز میں کئی روز تک عرب علما نے مشکل ترین موضوعات اور مباحث کا انتخاب کر کے بغرض امتحان آپ سے سوالات کئے اخیر میں سب کی زبانوں پر یہی جملہ تھا: '' **هذا الشيخ محمد موسى البازي موسوعة متحركة من**

ذوات الأرواح"، یعنی یہ شیخ موسیٰ بازی ذی روح متحرک انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس گوشہ نشین بلند پایہ محقق ومدقق کی کتابوں کا تیزی سے علمی سرقہ بھی جاری ہے بعض نام نہاد عرب علما اور دانشور آپ کی کتاب سے نفیس مباحث، اسرار ومسائلِ بدیعہ چرا کر اپنے نام سے آئے دن شائع کرتے رہتے ہیں اور لوگوں پر اس مسروقہ علم کا رعب قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین۔ آج کل آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں مسند حدیث پر فائز ہیں اور اپنے فضل وکمال کی بنا پر مرجع عام وخاص ہیں۔

تصانیف: آپ کے مؤلفات کی تعداد سو سے زیادہ ہے جن کا احاطہ اس تحریر میں مشکل ہے چند مشہور تصانیف یہ ہیں: ثبوت النسخ، فتح الله بخصائص اسم الله، أثمار التكميل، شرح حصة من صحيح مسلم، فتح العليم، رشحات القلم في الفروق، قصيدة الطوبى، قصيدة الحسنَى، الدرة الفريدة، كتاب الصرف، كتاب الأبواب، التحقيق في الزنديق، عبر السائس بأحوال ملوك فارس، غاية الطلب في العراق والعرب، الهيئة الكبرى، الهية الوسطى، الهيئة الصغرى، ميزان الهيئة وغیرہ۔ دعا ہے کہ حق تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ (آمین)

نوٹ: ان سطور کے لکھنے کے بعد یہ جانکاہ اطلاع ملی کہ آپ ۱۹/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تدفین کے بعد قبر مبارک سے نسیم جنت کی مہک آتی رہی۔

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالی:

ولادت باسعادت: ۴/ربیع الثانی ١٣٦٦ھ مطابق ١٩٠٦ء۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معتقدین ومحبین کے قلم جب اپنے بڑوں کی تعریف میں رواں ہوتے ہیں تو ایسی تحریروں میں بجائے حقیقت کے عموما عقیدت ہی بولتی نظر آتی ہے، لیکن محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالی کی یگانۂ روزگار ہستی کا معاملہ ابتدا ہی سے جداگانہ رہا، آپ ان عظیم شخصیات میں سے تھے جن کے علم وفضل کی تلامذہ نہیں اساتذہ شہادت دیا کرتے تھے، مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ ایک واقعہ اس سلسلہ میں حوالہ قرطاس کیا جائے، قیام ڈابھیل کے زمانہ میں جب آپ نے فاتحہ خلف الامام کے نازک موضوع پر مفصل بحث تحریر فرمائی تو اپنے استاذ بحر العلوم علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں وہ تحریر پیش کی، علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالی اس تحریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بلا تامل فرمایا: "اس بحث کا اس سے زیادہ افصاح طوق بشر سے خارج ہے"۔ آپ کی اپنے محبوب استاذ علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ کے علوم پر گہری نظر تھی، جب آپ علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے تو انتہائی فصیح وبلیغ عربیت میں ایک درخواست مرتب کر کے شرف تلمذ کے حصول کے لیے باریابی چاہی، حضرت کشمیری علیہ الرحمۃ کی جوہر شناس نظر نے اس دُرِّ بے بہا اور آفتاب علم کو نگارشات کے عقب میں طلوع کے لیے تیار پایا، فرمایا: آپ نے دیر کر دی اب میں ناتواں ہو چکا ہوں، لیکن پھر بھی آپ کو اپنے سے ملحق کئے لیتا ہوں۔ اور یہ الحاق پھر ایسا ہوا کہ حضرت بنوری اپنے استاذ کے سفر وحضر کے رفیق بن گئے، چنانچہ علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ کی معیت وخدمت، تلمذ، توجہ خاص اور نگاہ کرم نے حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالی کو اپنے عظیم استاذ کی علمی جانشینی کا شرف عطا کیا، ابتداءً آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صدر مدرس کے عہدے پر مسند نشین رہے، قیام پاکستان کے بعد ٹنڈو الہ یار کے مدرسہ میں شیخ التفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے، کچھ عرصہ بعد کراچی تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم فرمائی، بعد میں اسی کا نام جامعۃ العلوم الاسلامیہ پڑ گیا۔ یہ آپ کے علم وفضل، اخلاص وتقوی اور حسن انتظام کی برکت تھی کہ مختصر سے عرصہ میں اس مدرسہ کا شمار پاکستان کی عظیم دینی درسگاہوں میں ہونے لگا اور اس چشمۂ فیض علمی سے اب تک ہزاروں تشنگان سیراب ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک وملت کے لیے بھی آپ نے بے مثال خدمات انجام دیں، پاکستان میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے حضرت بنوری کی قیادت میں اس زور کی تحریک اٹھی کہ قومی اسمبلی سے اس مسئلہ کو متفقہ طور پر منظور کرایا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ علامہ بنوری رحمہ اللہ اپنے علم وفضل کی بنا پر پورے عالم اسلام میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ نجیب الطرفین تھے، اللہ تعالی نے حسن باطن کے ساتھ حسن ظاہر سے بھی حظ وافر عطا فرمایا تھا، آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ایک عرصہ تک صدر بھی رہے۔

تصانیف: آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: **معارف السنن، عوارف المنن مقدمة المعارف، يتيمة البيان في حل مشكلات القرآن، بغية الأريب في القبلة والمحاريب، نفحة العنبر فى حيات الشيخ الأنور، مقدمة نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية، مقدمة فيض الباري، مقدمة عبقات، مقدمة عقيدة الإسلام ، مقدمة مقالات الكوثري**، وغیرہ۔

وفات: ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اس عالم ربانی نے عالم جاودانی کی راہ لی، اور جس گلشن (جامعۃ العلوم الاسلامیۃ) کی ساری زندگی اپنے خون پسینہ سے آبیاری کی، اسی کے ایک گوشہ میں آرام فرما ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

بزمِ علوم و روحِ صداقت چلی گئی — محفل سے نور و شمعِ ہدایت چلی گئی

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۲۵/جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰/مارچ ۱۹۱۷ء۔ داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالی اپنے وقت کی بے مثال شخصیت تھے، جنھوں نے بیک وقت دعوت وتبلیغ کے ساتھ علم وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی گرانمایہ خدمات انجام دیں۔ ابتدائی دور میں آپ کو تحقیق وتصنیف کے کام سے بے حد لگاؤ تھا، اس لیے زیادہ دھیان ادھر ہی رہتا اور دعوت وتبلیغ کے کام کی طرف زیادہ توجہ نہ ہوتی تھی، لیکن اپنے والد ماجد حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالی کی پرسوز زندگی آپ کے سامنے تھی اور اسی سوز نے آپ کے اندر ایک ایسی چنگاری روشن کردی جو اندر ہی اندر سلگتی رہی اور والد ماجد کے انتقال کے بعد اس چنگاری سے آتش سوزاں بھڑک اٹھی۔ وہی مولانا یوسف جو پہلے اس کام کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے، اب ایسی فکر اور دھن سوار ہوئی کہ اپنا سب کچھ اس کام پر نچھاور کردیا اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر اس مردقلندر نے صدائے حق بلند کی اور اس کام میں ایسے منہمک ہوئے کہ بستی نظام الدین میں رہتے ہوئے بھی کئی کئی ماہ اپنے گھر جانے کا موقع نہ ملتا۔ اس دور میں مولانا دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے اتنے بے چین اور مضطرب رہنے لگے کہ لوگ آپ کی حالت پر ترس

کھاتے۔ شہر شہر اور قریہ قریہ پھر کر لوگوں کو دعوت دیتے اور یہ دینی دعوت آپ کا اوڑھنا بچھونا اور حال بن گئی تھی۔ علم وفضل اور زہد وتقوی کے باوجود طبیعت میں انکساری اور مزاج میں تواضع غالب تھی۔

تصانیف: باوجود کثرت مشاغل اور دعوت کے کام کی ذمہ داریوں کے مولانا کو تصنیفی کام سے بے حد لگاؤ تھا اور جونہی موقع ملتا آپ اس شغل میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں امانی الاحبار اور حیاۃ الصحابہ شامل ہیں۔

وفات: ۲/اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالی:

ولادت: ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء۔ حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف شہید رحمہ اللہ تعالی علم وعمل، زہد وتقوی کا پیکر اور علوم ومعارف کا بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر محدث، عظیم المرتبت متکلم اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ سے تعلق تھا، آپ نے اپنے زمانہ کی نابغۂ روزگار شخصیات سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، چنانچہ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا عبدالشکور کامل پوری، مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی، مولانا نور محمد صاحب، حضرت مولانا غلام حسین صاحب، حضرت مولانا جمال الدین صاحب، علامہ محمد شریف کشمیری رحمہم اللہ جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔ زمانہ طالب علمی ہی سے تحریر وتصنیف سے خاص شغف رہا، مختلف جرائد ورسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے، جب ماہنامہ ''بینات'' میں آپ نے لکھنا شروع کیا تو حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالی کی نظر انتخاب نے آپ کو چن لیا اور فوراً حکم بھیجا کہ مستقلاً کراچی آجاؤ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ ماموں کانجن میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور چھوڑ کر آنا ممکن نہیں تھا، لہٰذا حضرت بنوریؒ کی شدید خواہش پر آپ نے ہر مہینہ کے دس دن کراچی میں رہنا قبول کیا اور حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد مستقل قیام کراچی میں فرمالیا، یوں آپ تقریباً ۱۹۶۶ء سے تادم اخیر مدیر ''بینات'' رہے۔ مئی ۱۹۷۸ء سے روزنامہ ''جنگ'' کے اسلامی صفحہ ''اقرا'' سے وابستہ تھے اور ''آپ کے مسائل اور ان کا حل''

کے نام سے بے شمار مسائل کے جواب آپ نے اس سلسلہ میں تحریر فرمائے، جس سے بلا مبالغہ ایک خلق کثیر نے نفع اٹھایا۔ بیعت وتربیت کا تعلق حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالی سے قائم فرمایا۔ حضرت کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ سے تجدید بیعت کی اور حضرت شیخ الحدیث اور عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی ہر دو حضرات کی جانب سے سند خلافت عطا ہوئی۔ تحفظ ختم نبوت کے لیے بے مثال کام کیا اور اس سلسلہ میں ملک اور بیرون ملک کے کثیر اسفار فرمائے۔ حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے بعد تادم اخیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تک نائب امیر رہے۔

تصانیف: سوانح حضرت شیخ الحدیث، اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، عصر حاضر حدیثِ نبوی کے آئینہ میں، رجم کی شرعی حیثیت، آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱۰ جلدیں)، شخصیات وتاثرات (۲ جلد)، دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار، دنیا کی حقیقت (۲ جلد)، دعوت وتبلیغ کے چھ بنیادی اصول، عہد نبوت کے ماہ وسال، سیرت عمر بن عبدالعزیز (عربی سے ترجمہ) اردو ترجمہ خاتم النبیین، اردو ترجمہ حجۃ الوداع وعمرات النبی، تحفہ قادیانیت، اصلاحی مواعظ، شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، ترجمہ ذریعۃ الوصول إلی جناب الرسول، حسن یوسف، رسائل یوسفی، وغیرہ۔

وفات: ۱۳؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸؍مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات یہ آفتاب علم کراچی کے افق میں غروب ہوگیا۔ سفاک قاتلوں نے گھر سے دفتر جاتے ہوئے گولیوں کی بوچھار کر کے شہید کردیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا حفظہ اللہ تعالی:

ولادت: محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۵؍نومبر ۱۹۴۶ء۔ حضرت مولانا محمد یوسف متالا دامت برکاتہم دار العلوم بری انگلینڈ کے مہتمم، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے اجل خلیفہ اور مظاہر علوم سہارنپور کے فیض یافتہ ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ سے آپ کو بڑا عقیدت ومحبت کا تعلق تھا۔ سفر وحضر میں حضرت شیخ کے ساتھ رہے اور طویل صحبت ورفاقت سے فیض یاب ہوئے۔

مظاہر علوم کے زمانہ تعلیم میں حضرت شیخ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہوا اور بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آج کل آپ انگلینڈ میں ایک بڑے دار العلوم کے ناظم اور مہتمم ہیں۔ یہ ادارہ ابتداء انتہائی کسمپرسی اور قلیل وسائل کے ساتھ شروع کیا گیا، مگر آپ کے اخلاص وتقوی، جوش عمل اور حسن انتظام کی برکات ہیں کہ اب یہ ادارہ عظیم الشان اسلامی درسگاہوں میں شمار ہوتا ہے اور مختلف شعبوں میں بے مثال خدمات انجام دے رہا ہے۔ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کے زوال کے بعد یورپ کے قلب میں یہ پہلا عظیم الشان ادارہ ہے جو آب وتاب کے ساتھ قرآن وحدیث اور دینی دعوت کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے۔

تصانیف: آپ کی مشہور اور مطبوع تصانیف یہ ہیں: اطاعت رسول، مودودیت۔ دعا ہے کہ حق تعالی آپ کے علم وعمل اور عمر میں افزونی فرمائیں۔ (آمین)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا کے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالرحیم متالا بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے دست گرفتہ اور جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ چپاٹا، زامبیا میں علوم دینیہ کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں اور اب حضرت شیخ کی تقریر بخاری کو نئے سرے سے خاص انداز سے مرتب کروارہے ہیں۔ اللہ تعالی دونوں برادران کی خدمات کو شرف قبول بخشے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی نور اللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۶؍ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق جنوری ۱۹۱۹ء۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ علم وفضل، ورع وتقویٰ، اصابت رائے اور دور اندیشی میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو جرأت وبصیرت، حق گوئی وبے باکی، اخلاص وایثار، مجاہدانہ جذبات اور قائدانہ افکار سے نوازا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی درسگاہوں میں حاصل کی اور پھر اعلی تعلیم اور درسیات کی تکمیل کے لیے مدرسہ شاہی مرادآباد تشریف لے گئے، جہاں وقت کے بڑے بڑے علماء اور محدثین سے استفادہ کرنے کا موقع ملا، تکمیل درسیات کے بعد ۱۹۴۱ء میں آپ وطن واپس ہوئے اور مدرسہ معین الاسلام عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں تدریس شروع کی اور انھیں ایام میں مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحب سے بیعت وتربیت کا تعلق بھی قائم

فرمایا، فطرت نے قلبِ مصفی سے تو نوازا ہی تھا، شاہ صاحب بابرکت کی صحبت نے مجلّی بھی بنا دیا اور بہت جلد سلوک وطریقت کی منازل طے فرما کر شاہ صاحب سے سلاسل اربعہ میں مجاز ہوئے، کچھ عرصہ اباخیل اور عبد الخیل میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں اور دور افتادہ علاقوں میں ہونے کے باوجود آپ کی علمی قابلیت اور مہارت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا، چنانچہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان تشریف لے گئے، جہاں کچھ ہی عرصہ بعد شیخ الحدیث اور ناظم تعلیمات کے گراں بار عہدے بھی آپ ہی کے سپرد کر دیئے گئے۔

آپ کی سیاسی خدمات اور سرگرمیوں کا آغاز مراد آباد کے زمانہ تعلیم ہی سے ہو چکا تھا۔ ١٩٣٦ء کے انتخابات میں آپ نے جمعیت علمائے ہند کے لیے بے مثال کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت اختیار فرمائی۔ ١٩٥٣ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور اس کی پاداش میں چھ ماہ تک محبوس رہے۔ ١٩٥٦ء میں علما کنونشن بلایا گیا جس کی صدارت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نے فرمائی اور نظامت کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔ اس کنونشن میں جمعیت کی از سرِ نو تشکیل عمل میں لائی گئی، امیر حضرت لاہوریؒ اور نائب امیر کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا۔

١٩٦٢ء کے انتخابات میں حضرت مفتی صاحب نے بھرپور حصہ لیا، ووٹوں کی گنتی کے بعد جب نتائج کا اعلان ہوا تو سننے والے انگشت بدنداں اور حیران رہ گئے، کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ بوریہ نشین اور چٹائیوں پر بیٹھنے والے بھی ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ آپ کے بعض مخالفین اپنی ضمانتیں بھی نہ بچا سکے۔ اسمبلی میں پہنچتے ہی ڈٹ کر صدائے حق بلند کی۔ ١٩٧٠ء کے انتخابات میں بھی آپ نے بھرپور کامیابی حاصل کی۔ ١٩٧٢ء میں آپ وزیر اعلیٰ سرحد بنے۔

آپ نے اپنے دورِ وزارت میں ایسے بے مثال انداز میں کام کیا کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی، حلف وفاداری اٹھاتے ہی آپ نے پورے صوبہ میں شراب پر مکمل پابندی عائد کر دی، اردو کو سرکاری زبان اور شلوار قمیص کو سرکاری لباس قرار دیا۔ کالج کی ابتدائی کلاس میں میٹرک کے ساتھ ناظرہ قرآن پاک اور نماز باترجمہ یاد ہونا لازمی ٹھہرایا۔ سود، قمار بازی اور جہیز کی ممانعت

کے ساتھ احترام رمضان کے قوانین نافذ کئے۔ آپ نے ہر عام وخاص کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھے۔ یہ وہ دور تھا کہ ایک عام افسر کے مقابلے میں وزیر اعلیٰ سے ملاقات آسان تھی۔ وزیر اعلیٰ کی قیام گاہ پر اذان ہوتی اور لوگ وزیر اعلیٰ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے اور مصلے پر ہی لوگ درخواستیں اور حاجتیں پیش کرتے اور آپ وہیں بیٹھے بیٹھے احکامات تحریر فرماتے۔ آپ نو ماہ تک وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہے۔ ایک ایسی تابناک تاریخ اپنے پیچھے چھوڑی جو رہتی دنیا تک منزل کا پتہ دیتی رہے گی۔ اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ علما ہی اصل میں حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ ١٩٧٤ء میں تحریک ختم نبوت کی بے مثال اور کامیاب قیادت کی۔ اسمبلی میں جب مرزا ناصر قادیانی پیشوا کا بیان ہوا تو آپ نے جواب میں ایسی جرح فرمائی کہ کفر مبہوت ہوگیا اور وہی اراکینِ اسمبلی جو اس سے پہلے تک ان کے کفر کے قائل نہ تھے وہ آپ کی مدلل تقریر سے قائل ہوگئے اور آپ کی قیادت میں یہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام پایا کہ دستور میں ترمیم کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

حضرت مفتی صاحب کی ذات میں عالم کا وقار، داعی کا اخلاص، مردِ مؤمن کی دلنوازی، محقق کی طلب وجستجو اور دین کامل کی جامعیت تھی۔ ساری زندگی ملک وملت اور دین کی حفاظت کی خاطر بے لوث خدمات اور غیر معمولی جانفشانی میں گزری۔

تصانیف: آپ کی ساری زندگی جہدِ مسلسل سے تعبیر ہے، مگر اس کے باوجود آپ ساری زندگی درس وتدریس میں بھی مشغول رہے، زندگی کے آخری سالوں میں آپ نے ترمذی شریف کی عربی میں شرح لکھنا شروع کی جس کا بڑا حصہ جیل اور ایام اسیری میں قلم سے قرطاس پر منتقل ہوا، یہ شرح ابواب القدر والایمان تک پہنچ چکی تھی کہ پیغام اجل آ گیا۔

ساقی سلام لے میرا پیمانہ بھر گیا

اور علمی شاہکار تشنہ تکمیل ہی رہ گیا۔

وفات: یہ کوہِ وقار وتمکنت اور پیکرِ حلم ورزانت زندگی کے اخیرترین لمحات میں بھی مباحث علمیہ میں مصروف تھا کہ داعیِ حق نے ندا دی اور آپ نے لبیک کہتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ یہ حسرت بھرا واقعہ ١٤ اکتوبر ١٩٨٠ء کو کراچی میں پیش آیا اور آپ کی خواہش کے

موافق قصبہ عبدالخیل میں تربت بنی۔ اس عالم ربانی اور وزیر اعلی سرحد کا ترکہ جب ایک کچے مکان اور مختصر اثاث البیت کی صورت میں سامنے آیا تو ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

فرحمه الله عليه رحمةً واسعةً.

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نوراللہ مرقدہ بصیرت وعرفان، علم وعمل اور ورع وتقوی کا پیکر، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے فیض یافتہ اور پھر اسی مسند جلیلہ پر تقریباً چالیس سال فائز رہ کر طالبانِ علوم نبوت کو اپنے درسِ حدیث سے سیراب کیا، چنانچہ آپ سے کسبِ فیض اور شرف تلمذ حاصل کرنے والوں میں علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا اعزاز علی اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہم اللہ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ آپ کو حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی اور حضرت گنگوہی ہر دو اکابرین سے سند اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ استخلاص وطن کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، چنانچہ ریشمی رومال اور خلافت کی تحریکیں آپ ہی کی محنتوں کا ثمرہ تھیں۔ آپ کی علمی، روحانی اور سیاسی خدمات ہندوستانی تاریخ کا انتہائی اہم پہلو ہے۔ ساری زندگی ملک وملت اور حفاظت دین کی خاطر انتہائی سختی اور تنگی میں گزری۔ اخیر عمر میں حجاز مقدس سے اسیر بنا کر مالٹا لے جائے گئے، رہائی کے بعد باوجود ضعف اور پیرانہ سالی تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔

تصانیف: ادلہ کاملہ، ایضاح الادلہ، احسن القری فی توضیح اوثق العری، جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، نیز آپ کے کمالات کا ان تصانیف کی علاوہ صحیح آئینہ دار آپ کا ترجمہ قرآن ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

وفات: مالٹا کے ایام اسیری میں ہی آپ بیمار ہو گئے تھے، لیکن اس بیماری کے باوجود رہائی کے بعد تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا، جس سے صحت بالکل ڈھل گئی اور انہی پر مشقت ایام میں ۱۸؍ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں رحلت فرمائی۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۱۰؍ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۱؍ جولائی ۱۹۰۷ء۔

پیر کے دن بتاریخ ۲؍ ستمبر ۱۹۹۶ء حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالی کی وفات حسرت آیات کا سانحہ پیش آیا اور ۱۹؍ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ کو سورج کی کرنوں کے سمٹنے کے ساتھ ساتھ حضرت کی زندگی کا سورج بھی جنوبی افریقہ کے افق میں غروب ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ حضرت مفتی صاحب کے بڑھاپے اور ضعف وکمزوری کے باوجود ان سے محبت اور تعلق کی وجہ سے وفات کے حادثہ کا تصور بھی ہمارے ذہنوں میں نہیں تھا۔ حضرت کے مسترشدین ان کے لیے ہر وقت عمر نوح علیہ السلام کی دعائیں کرتے رہتے تھے اور ان سے استفادہ کی خاطر ان سے لمبی لمبی امیدیں باندھتے تھے، مگر ہائے افسوس حضرت خلاف توقع ہم کو بیابان یاس وغم میں چھوڑ کر سوئے دارالخلد روانہ ہو گئے اور ہم بزبان حال یوں گویا ہوئے ؎

دل ودماغ منور ہیں جس کی کرنوں سے
وہ چاند ڈوب گیا ہے یقین نہیں آتا

بے شک علم وفضل کا بدر کامل جنوبی افریقہ کے دامن میں چھپ گیا۔ ہمیں اللہ تعالی کے فضل کامل سے امید ہے کہ جنوبی افریقہ کا بطن ارضی ان کے نور سے منور ہوگا اور یہاں کے مسلمان مرحومین اس روشنی میں شاداں وفرحاں ہوں گے۔ حضرت کبھی کبھی یہ شعر سناتے رہتے تھے ؎

میری اس ظلمت کو دیکھو جگمگاتے جایئے
ہو سکے تو میری خاطر مسکراتے جایئے

ہم اس میں یوں تصرف کرتے ہیں ؎

میری اس تربت کو دیکھو جگمگاتے جایئے
ہو سکے تو قبر میں اب مسکراتے جایئے

حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالی نے ان کمالات اور انعامات سے نوازا تھا جن کی بلندی کو

نوک قلم نہیں چھو سکتی۔ حافظہ غضب کا پایا تھا، استحضار کی بلندی ہماری پرواز سے ماورا تھی۔ تفقہ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ علم حدیث وعلم رجال کے زبردست عالم محقق ومدقق تھے۔ ذکاوت وذہانت کا مجسمہ تھے۔ حاضر جوابی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ فنون کی کتابوں کی عبارتیں نوک زبان تھیں۔ مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ معاملہ فہمی اور گہرائی پانے میں بے مثل تھے۔ علم وذکر کا حسین گلدستہ ان کے حسین وجمیل بدن میں سجا ہوا تھا۔ تقوی واخلاص ان کے بال بال سے ٹپکتا تھا۔ تواضع وفروتنی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اپنے درد دل اور تصوف کے حقائق ودقائق کو اپنے شاعرانہ رنگ میں چھپائے ہوئے تھے، شاعری کا اعلی ذوق پایا تھا اور ان کے کلام کا معیار کسی بھی اردو اور فارسی شاعر سے کم نہ تھا، اردو اور فارسی کے قادر الکلام اور صاحب دل شاعر تھے، تشبیہات واستعارات کا برمحل استعمال بے تکلف فرماتے تھے۔ مناظرانہ خوبیوں میں بے مثال تھے۔ فتاوی میں مختصر نویسی کے امام تھے۔ طویل مضامین کو مختصر الفاظ میں سمیٹنے کا ملکہ ان کو حاصل تھا۔ اپنے اساتذہ ومشائخ کے انتہائی گرویدہ تھے، خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالی اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری رحمہ اللہ تعالی کے عاشق زار تھے۔ اپنے اساتذہ ومشائخ کے در کی خاکروبی کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اپنے مادر علمی دار العلوم دیوبند اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے دلدادہ تھے۔ سخن شناسی وسخن فہمی پر کامل قدرت رکھتے تھے۔ مردم شناسی میں یکتائے روزگار تھے۔ مزاح وخوش کلامی سے مجلس کو کشت زعفران بنانے والے تھے۔ اپنے مشائخ واساتذہ کے صاحبزادگان کا صمیم قلب سے احترام فرماتے تھے۔ اپنے اکابر حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت سہارنپوری، حضرت مدنی، حضرت تھانوی، حضرت شیخ الحدیث رحمہم اللہ کے شیدائی وفدائی تھے۔ چھوٹوں پر بے حد شفیق ومہربان تھے اور ان کی معمولی معمولی باتوں کا خیال فرماتے تھے۔ اللہ تعالی کی نعمتوں کی قدر فرماتے تھے۔ کتابوں کے جمع کرنے اور مطالعہ کی شائق تھے۔ مطالعہ میں گہرائی وگیرائی تھی۔ راہ علم میں شب وروز محنت کرنے والے اور اس کٹھن راستہ میں مصائب برداشت کرنے والے تھے، یہاں تک کہ شب وروز کی محنت نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ علمائے عصر کا کسی بات پر اتفاق مشکل ہوتا ہے،

لیکن سب ان کو اپنا سرپرست تسلیم کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے اور بیک وقت دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست اور مفتی اعظم تھے، باوجود ان کے ناپسند فرمانے کے سب ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ شمائل نبوی سے متصف تھے، مال ودولت کے ڈھیر ان کے سامنے بے حقیقت تھے اور اس کی حیثیت حضرت کے ہاں خاک بیاباں سے زیادہ نہ تھی۔ اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان کے معارف سے حصہ لیتے تھے۔ تواضع وفنائیت کی تصویر تھے، دنیا بھر میں تبلیغی کام کی سرپرستی اور پشت پناہی فرماتے تھے۔ ہزاروں اشعار حافظوں کی طرح یاد تھے اور ان کو برمحل سناتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار تھے۔ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل اور فاضل اجل تھے۔ قرآن کریم کے جید حافظ اور قاری تھے۔ طلبہ کی علمی پیاس بجھانے میں کبھی بخل نہیں فرماتے تھے۔ تعبیر خواب کے ابن سیرین تھے۔ جمال وجلال کا پیکر تھے۔ فرق باطلہ کے رد میں شمشیر براں تھے۔ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث اور مظاہر علوم ودار العلوم دیوبند کے استاذ الحدیث والفقہ، درجہ تخصص فی الفقہ کے معلم تھے۔ شریعت وطریقت کا سرچشمہ تھے اور جب کبھی مناظرانہ رنگ غالب ہوتا تو مقابل کا ان کے سامنے ٹھہرنا ناممکن تھا۔ طلبہ اور مستحقین کی امداد اور دستگیری فرماتے تھے۔ مغلق ومشکل اشکالات چٹکیوں میں حل فرماتے تھے۔ مریدین کی اصلاح کبھی صریح الفاظ اور اکثر وبیشتر اشارات وکنایات سے فرماتے تھے۔ حضرت مرنجاں مرنج تھے۔ ہر وقت خوف خدا ان کی جبیں پر مچلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ مسترشدین کی خلاف طبیعت باتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے۔ تسلیم ورضا کے علمبردار، عظیم بزرگ وبابرکت مربی تھے۔ کسی زمانے میں تعویذ سے لے کر مشکل مسائل کے حل تک کے لئے عوام وخواص کا مرجع تھے۔ بدعت ورفض ودیگر فتنوں کو خلق خدا کے سامنے بے نقاب کر کے ان کا کامیاب تعاقب فرماتے تھے۔ حضرت غمزدوں کے درد دل پر تسلی کا مرہم رکھنے والے تھے۔ ہم سب کے لیے دعاؤں کا مخزن اور روحانی وباطنی امراض کے معالج تھے۔ ہندوستان میں جمعیت علمائے ہند کو تقویت پہنچانے والے تھے۔ ہر اسلامی تحریک کے روح رواں تھے۔ الغرض حضرت کی زندگی قابل فخر تھی۔ گنگوہ کی سرزمین پر تقریباً ۹۲ سال پر محیط تاریخ

کا ایک روشن باب اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ: یہ مضمون حضرت استاذ مکرم نے اپنے محبوب مرشد حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کے موقع پر تحریر فرمایا۔ اپنی پخت و پز کے بجائے مناسب معلوم ہوا کہ عشق ومحبت کے رنگ میں ڈوب کر لکھا گیا یہی مضمون نذر قارئین کیا جائے۔ ۱۲ مرتب

مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نام مصعب، کنیت ابومحمد اور والد کا نام عمیر ہے۔ حضرت مصعبؓ مکہ کے نہایت حسین وجمیل، خوش پوشاک، قیمتی خوشبوؤں سے معطر رہنے والے ناز ونعمت میں پروردہ جوان تھے، اسلام لائے تو یکسر تمام نعمتیں چھن گئیں، قید وبند کے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ پہلے حبشہ پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اس قدر مصائب وآلام کا شکار ہوئے کہ تمام حسن وجمال جاتا رہا، ہر طرح کے حالات میں دین اسلام پر سختی سے کاربند رہے، مدینہ میں سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی اجازت سے جمعہ قائم فرمایا، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور علمبرداری کا شرف حاصل کیا اور غزوۂ احد میں اس مجاہدِ اسلام نے علمبرداری کے فریضہ کو ایسا نبھایا کہ داہنا ہاتھ شہید ہوا تو بائیں سے علم تھام لیا اور بائیں بازو کی شہادت کے بعد علم کو سینہ سے چمٹا لیا اور اسی حال میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ لڑائی کے خاتمہ پر حضور علیہ السلام ان کے جسد خاکی کے قریب تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ یعنی مؤمنین میں چند ایسے آدمی ہیں جنھوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت مولانا معاذ الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ:

آپ نے دار العلوم دیوبند سے کسب فیض اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ اصلاً ضلع چارسدہ کے نزدیک مرزا ڈھیر نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ساری زندگی درس وتدریس کے شغل میں گزری۔ ایک عرصہ تک مدرسہ صولتیہ مکہ

مکرمہ میں مسند حدیث پر فائز رہے، پاکستان کے مختلف مدارس میں یادگار تدریسی خدمات انجام دیں اور ایک سال جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی استاذ الحدیث رہے، اور کچھ مدت مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی مدرس رہے۔ آپ طبعاً کم گو مگر دقیقہ سنج تھے، تمام علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ حضرت استاذ مکرم نے آپ سے ابوداود اور موطا امام مالک پڑھیں۔

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ:

ولادت: ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ بے مثال محقق ومدقق، بلند پایہ عالم دین، معقولات ومنقولات کے ماہر، یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ بہار کے معروف علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن گیلان میں حاصل کی۔ آپ کے خاندانی بزرگوں پر معقولات کا رنگ غالب تھا، چنانچہ ۱۳۶۴ھ میں معقولات کے نامور عالم دین مولانا برکات احمد صاحب کے پاس ٹونک تشریف لے گئے جہاں تقریباً سات سال رہ کر معقولات کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے فراغت کے بعد آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند، علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ جیسی یگانۂ روزگار شخصیات سے کسب فیض کیا۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند کے رسالہ ''القاسم'' کے رئیس التحریر منتخب کئے گئے۔ اسی زمانے سے آپ نے علمی وتحقیقی مضامین اور والہانہ طرز نگارش سے علمی حلقوں میں نمایاں مقام حاصل کرلیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں تقرر ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد شعبہ دینیات کے صدر منتخب ہوئے۔ اخیر عمر میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی سوانح مرتب کرنے کی فرمائش کی۔ آپ نے خوشی اور امنگ سے قبول کرتے ہوئے فرمایا: ''میری علمی زندگی کی ابتدا ''القاسم'' ہی سے ہوئی تھی اور انتہا بھی شاید ''القاسم'' یعنی حضرت نانوتوی کی زندگی ہی پر ہوگی''۔ چنانچہ تین جلدوں میں سوانح قاسمی لکھ پائے تھے اور چوتھی جلد کے چند صفحات ہی لکھے تھے کہ عمر فانی کی انتہا ''القاسم'' ہی پر ہوگئی۔

تصانیف: سوانح قاسمی، سوانح ابوذر غفاری، النبی الخاتم، اسلامی معاشیات، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، رحمۃ للعالمین، الدین القیم، تدوین حدیث، ہزار سال پہلے وغیرہ آپ کے علمی شاہکار ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو حسن ظاہر اور حسن باطن سے خوب نوازا تھا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''مناظر احسن کے سارے مناظر احسن ہیں''۔

وفات: ۲۵؍شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۵۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

منصور حلاج رحمہ اللہ تعالی:

پیدائش: ۲۴۴ھ۔ شہادت: ۳۰۹ھ مطابق ۹۲۲ء۔ نام: حسین بن منصور ہے، اگرچہ عوام کی زبان پر صرف منصور ہی مشہور ہے۔ دادا کا نام محمی ہے جو مجوسی تھے ملک فارس کے ''بیضاء'' شہر کے باشندہ تھے۔ حسین بن منصور کی کنیت ابومغیث ہے اور بعض کے نزدیک ابوعبداللہ ہے۔

حلاج تستر یا واسط میں جوان ہوئے، بغداد آئے، اور مکہ مکرمہ سے آمد و رفت قائم کی۔ مسجد حرام کے صحن میں کھلے آسمان کے نیچے رہتے۔ افطار کے وقت دو ایک نوالہ کھا کر چند گھونٹ پانی پر اکتفا کر لیتے۔ یہ عمل برسہا برس جاری رکھا۔ مشائخ صوفیہ، مثلاً جنید بن محمد، عمرو بن عثمان المکی اور ابوالحسین النوری کی صحبت میں رہا کرتے۔

ان کے ابتدائی زندگی کے حالات کے بہتر ہونے پر سبھی کا اتفاق ہے، البتہ اواخر زندگی کے بارے میں محدثین و صوفیائے کرام کی رائیں مختلف ہیں، اکثر حضرات، مثلاً امام ذہبی، حافظ ابن حجر، ابن کثیر، شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الغزنی، جمال الدین یوسف بن تغری، وغیرہ فرماتے ہیں: مقتول علی الزندقة.

اور بعض حضرات نے انھیں ولی کامل سمجھا ہے اور صوفیائے کرام کی فہرست میں شمار کیا ہے، مثلاً ابوالعباس بن عطاء، شبلی، ابوعبداللہ محمد بن حنیف، ابوالقاسم النصراباذی، ابوالعباس بن سریج، امام شعرانی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالی۔

طہ عبدالباقی تحریر فرماتے ہیں: **الحلاج اتهم بما هو منه بريء، ولفق على لسانه من حكمات الحلول بشهادة الزور ليتوصل الحكام العباسيون آنذاك إلى قتله ليتخلصوا منه؛ لأن هواه كان مع آل بيت رضى الله عنهم، وكان يعمل سرا من أجل إعادة الخلافة إليهم، وكان له من المكانة في قلوب العامة والخاصة ما يحقق هذا الهدف السياسي، فكان قتله سياسيًّا لا دِينيًّا كما توهمه البعض.**

(الحلاج شهيد التصوف الإسلامي للأستاذ طه عبد الباقي سرور).

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ ''مشكاة الأنوار'' (ص۱۲) میں حلاج کے قول ''أنا الحق'' اور اس طرح کے بعض دوسرے اقوال کی تاویل کی ہے۔

شبلی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: میں اور حسین بن منصور ایک ہی ہیں، فرق یہ ہے کہ وہ دل کی بات ظاہر کر دیتے ہیں اور میں چھپائے رکھتا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ''کشف المحجوب'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: متاخرین میں سب نے ان کو قبول کیا ہے اور مشائخ متقدمین میں سے بعض کا ان کو چھوڑنا اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کے دین میں کچھ طعن تھا (بلکہ یہ ہجران ظاہری تھا) اور مہجور معاملہ مہجور اصل نہیں ہوتا۔

(سیرت منصور حلاج، ص۲۰۹-۲۱۰)

تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں: سیر أعلام النبلاء (۳۱۳/۱۴)، میزان الاعتدال، لسان المیزان، البدایۃ والنہایۃ (۱۵۹/۱۱)، مورد اللطافۃ فی من ولی السلطنۃ والخلافۃ (۱۸۴/۱)، دیوان الاسلام (۱۸۰/۲)، الطبقات الکبری للشعرانی (۹۲)، فتاوی رشیدیہ، (ص۲۲۲)، ملفوظات فقیہ الامت (۱۴۲/۲)۔

زبدۃ العارفین ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری نے کشف المحجوب، ص۲۲۵-۲۳۰) میں منصور حلاج کے حالات بہترین انداز میں قدرے تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی ''سیرت منصور حلاج'' نامی جامع کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس میں ان پر ہونے والے شبہات و اعتراضات کا تشفی بخش جواب تحریر فرمایا ہے۔ یہ کتاب ۲۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نوراللہ مرقدہ:

ولادت: ۲۸؍شوال ۱۳۲۳ھ۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نوراللہ مرقدہ بلند پایہ محقق، اعلی درجہ کے مصنف اور بے بدل مناظر تھے۔ بے مثال صفات وکمالات اور خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کی درسگاہوں سے حاصل کی۔ ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور مختلف علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۴ھ میں علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ سے بخاری وترمذی شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں اور چار سال تک ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ کچھ وقت مودودی صاحب کے ہمراہ بھی گزارا، مگر جوں ہی ان کے غلط نظریات پر اطلاع پائی فوراً ان سے جدا ہو گئے اور مستقل کتابچہ لکھ کر لوگوں کو ان کے غلط نظریات سے روشناس کرایا۔ مجموعی طور پر آپ کی زندگی کا بڑا حصہ علوم دینیہ کی اشاعت اور تصنیف وتالیف میں گزرا۔ آپ کی تصانیف عام فہم، طرز نگارش سادہ سلیس اور نہایت شگفتہ ہوتا ہے، آپ مسلک دیوبند کے صحیح ترجمان اور فرق باطلہ کے لیے تیز تلوار تھے۔ آپ نے تبلیغی کاموں میں بھی گرانقدر حصہ لیا اور بانیٔ تبلیغ کے ہمدم اور قوت بازو بنے رہے۔ فرق باطلہ کے خلاف آپ کی خدمات اور کاوشیں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

تصانیف: آپ کے چند شاہکار علمی جواہر پارے یہ ہیں: معارف الحدیث، الفیۃ الحدیث (کئی مدارس میں داخل نصاب ہے) بوارق الغیب، اسلام کیا ہے؟، دین وشریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، کلمہ طیبہ کی حقیقت، نماز کی حقیقت، ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، آپ حج کیسے کریں، برکات رمضان، تحقیق ایصال ثواب، تصوف کیا ہے؟، تذکرہ امام ربانی، ملفوظات مولانا الیاس، شاہ اسماعیل شہید پر معاندین کے الزامات، خاکسار کی تحریک، قرآنی علم کی روشنی میں اسلام وکفر کی حدود، مولانا مودودی کے ساتھ میری سرگزشت کی داستان، وغیرہ۔

وفات: ۲۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ کو بعمر ۹۴ سال انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حرف النون

حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی نوراللہ مرقدہ:

حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی حضرت مولانا حسین علی نقشبندی رحمہ اللہ تعالی کے خلیفہ اجل اور تلمیذ رشید تھے، احادیث کی کتابیں حضرت مولانا قمرالدین پنجابی سے پڑھی تھیں، جو مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد رشید تھے، آپ تقریباً چالیس سال تک علوم نبوت سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔ کبھی علوم نبوت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ عمر مبارک سو سال سے متجاوز تھی، فقیرانہ زندگی مسجد میں گزاری۔ اس پرفتن دور میں ایسے نفوس قدسیہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے۔ پنجاب، سرحد، افغانستان، بلوچستان وغیرہ میں ان کے سینکڑوں شاگرد علوم نبوت کا فیض پھیلا رہے ہیں۔

تصانیف: آپ کے باقیات صالحات میں مشکوٰۃ شریف کا مختصر ومفید حاشیہ ہے جو پشاور سے مشکوٰۃ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

وفات: ۳؍ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۲؍جنوری ۱۹۶۹ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حرف الواو

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہ:

ولادت باسعادت: ۱۹۲۴ء۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہ اپنے عہد کی بے مثال شخصیت تھے، اللہ تعالی نے آپ کو بڑی جامعیت، اعلی صفات اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالی برصغیر کے انتہائی معروف علمی

خانوادہ سے وابستہ تھے۔آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی انوارالحسن خان صاحب اپنے وقت کے جید عالم اور بلند پایہ مفتی تھے اور عدالت شرعیہ ٹونک میں عہدۂ افتا پر فائز تھے۔آپ کے جدامجد کے برادر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ٹونکی ریاست ٹونک کے مایہ ناز علما میں سے تھے۔آپ اپنے علاقہ میں فتوی کے معاملہ میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔آپ کی علمی بلندی کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تن تنہا ''معجم المؤلفین'' کے نام سے عربی مصنفین کے بارے میں وسیع انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا۔

حضرت مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم ندوۃ العلما لکھنؤ سے حاصل کی اور درسیات کی تکمیل از ہر الہند دارالعلوم دیوبند سے فرمائی۔درسیات کی تکمیل اور دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب ٹونک تشریف لے گئے اور عدالت شرعیہ'' جسے سولہ قسم کے مقدمات میں فیصلہ کا حق تھا'' کے منصب افتا وقضا کو زینت بخشی۔تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے۔ابتداءً چند سال دارالعلوم کراچی سے وابستہ رہ کر بے مثال خدمات انجام دیں اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالی کا ہر علم وفن میں وسیع اور گہرا مطالعہ تھا۔ہرفن میں آپ کو کمال حاصل تھا،مگر فقہ سے آپ کو خاص مناسبت تھی۔آپ کے فقہی درس کی خصوصیت تھی کہ اس میں شریک طلبہ میں فقہی بصیرت پیدا ہوجاتی تھی اور طلبہ فقہ میں خصوصی دلچسپی لینے لگتے تھے۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالی کا دل خیرخواہی اور رحمدلی کے جذبات سے لبریز تھا،ساری زندگی اپنی ضروریات کے لیے کسی کے آگے دست سوال تو کیا دراز کرتے کبھی اظہار ضرورت بھی فرمانا پسند نہ تھا،لیکن اگر کوئی حاجت مند ہوتا تو اس کی خاطر لوگوں سے قرض لینے سے بھی گریز نہیں فرماتے تھے۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالی اظہار حق کے سلسلہ میں '' لا یخافون في اللهِ لومةَ لائمٍ '' کا مصداق تھے۔ایک مرتبہ حکومت وقت کے خلاف فتویٰ دینے کی پاداش میں حضرت مفتی صاحب پر توہین عدالت کا مقدمہ قائم ہوا اور عدالت نے حضرت مفتی صاحب سے معافی کا مطالبہ کیا،حضرت مفتی صاحب نے انتہائی جرأت سے فرمایا:

''میرا تعلق علمائے دیوبند سے ہے اور علمائے دیوبند کبھی بھی حکومت یا اربابِ اقتدار کے

سامنے جھکا نہیں کرتے،بلکہ بے دھڑک ''الدینُ النّصیحةُ'' کے تحت حق بات کہا کرتے ہیں۔ میں اپنے فتویٰ پر قائم ہوں اور کبھی بھی معافی نہیں مانگوں گا''۔

تصانیف: آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: تذکرۃ الاولیا، عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں، فتنہ انکار حدیث، بیمۂ زندگی، پراویڈنٹ فنڈ، قربانی کے مسائل، نیز محدث العصر کے نام سے ایک تحقیقی مضمون محدث العصر نمبر میں شائع ہوا اور بے شمار تحریرات مختلف مجلات میں بکھری ہوئی ہیں۔

وفات: ۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ جمعہ کی شب سحری کے وقت آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کی وصیت کے موافق دارالعلوم کورنگی کے قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ نوراللہ مرقدہ۔